خدا کا پہلا گھر، آخری پیغمبر

تالیف

توصیف احمد خان

Marfat.com

Marfat.com

اسلامی تاریخ کا اولین باب

خدا کا
پہلا گھر، آخری پیغمبر

تالیف

توصیف احمد خان

نیشنل بک فاؤنڈیشن
اسلام آباد

Marfat.com

297.9921
2 882
14004

NATIONAL BOOK FOUNDATION
کم قیمت
معیاری علمی و ادبی و نصابی کتب
کی
اشاعت کا قومی ادارہ
BOOK REVOLUTION

©2017ء نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی شکل میں
نیشنل بک فاؤنڈیشن کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جا سکتا۔

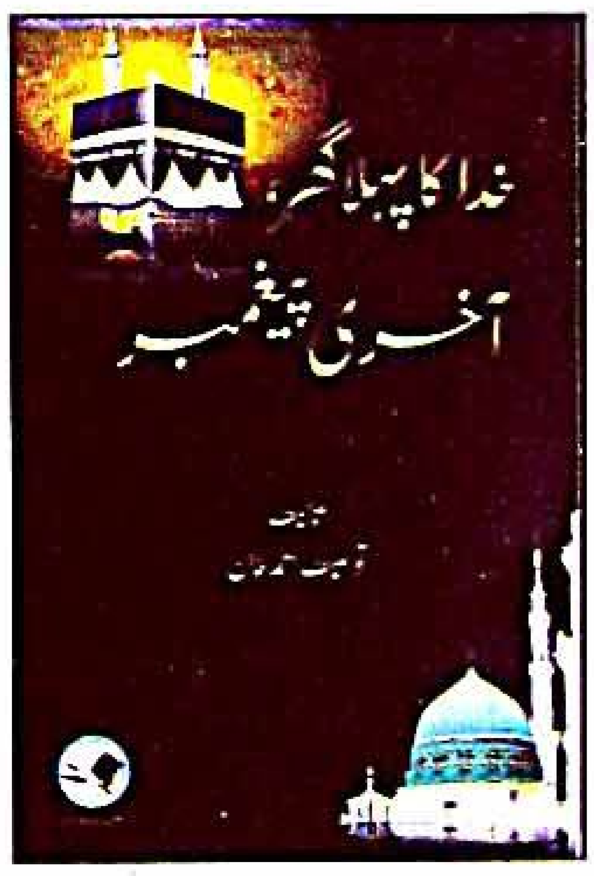

نگران : پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید
تالیف : توصیف احمد خان

اشاعت : جنوری، 2017ء
تعداد : 1000
کوڈ نمبر : GNU-606
آئی ایس بی این : 978-969-37-0991-9
طابع : ایم پی ایس پرنٹرز راولپنڈی
قیمت : -/290 روپے

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی مطبوعات کے بارے میں مزید معلومات کے لیے رابطہ:
ویب سائٹ: http/www.nbf.org.pk یا فون 92-51-9261125+
یا ای میل: books@nbf.org.pk

Marfat.com

مولائے کریم

یوم حشر اپنے اس گنہ گار بندے کو

نبی اکرم ﷺ

کے سامنے شرمسار نہ ہونے دینا

اور

اپنی رحمت کے سائے میں لے لینا

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

○ پیش لفظ (پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید) 11

○ ابتدا اللہ کے پاک نام سے (توصیف احمد خان) 13

○ رب جلیل کے۔ گمنام عاشق کے نام 16

حصہ اوّل ــــ تاریخ کعبہ، مسجدِ حرام اور مکہ مکرمہ

- تاریخ کعبہ حضرت ابراہیمؑ تک 19
- تاریخ کعبہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد 30
- حدودِ حرم اور غلاف کعبہ 35
- جب کعبہ کے پتھر اکھاڑے جائیں گے 39
- حجرِ اسود کا اغوا ــــ حج کا انقطاع 43
- حجرِ اسود اکھاڑنے کی دو اور سازشیں 46
- کعبہ ــــ کائنات کا مرکز 48
- مسجدِ حرام ــــ ماضی اور حال 51
- زم زم 55
- تاریخ مکہ مکرمہ 59
- مکہ کے کچھ اہم مقامات 68
- منیٰ ــــ عرفات ــــ مزدلفہ 72

حصہ دوم ــــ مکی زندگی

نبی کریمؐ کا شجرہ نسب 77

Marfat.com

- جناب عبداللہ — مانندِ یوسف 84
- وہ سہانی صبح 88
- مقام اور تاریخ پیدائش 95
- تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا 99
- طفولیت اور معجزے 102
- شادی اور اولاد 106
- حلف الفضول 108
- اور فرشتہ آ گیا 112
- وفا کی داستانیں 116
- دو میں سے ایک کو مانگا اور پالیا 121
- نماز کی ابتدا 126
- ہجرتِ حبشہ 129
- کفار مکہ کے تین سوال 134
- تین مشرکوں کا چھپ کر قرآن سننا 138
- حضورؐ کی رکانہ پہلوان سے کشتی 141
- سفرِ اسراء و معراج 144
- ابوجہل کا طنز 148
- انسان نہ مانے: جن فلاح پاگئے 151
- بیعت عقبہ 156

حصہ سوم — ہجرت سے آخرت تک کا سفر

- جلال سے جمال کی طرف سفر 163
- وادیٔ قبا میں آمد 170

Marfat.com

- یثرب میں تشریف آوری .... 172.
- ابوایوب انصاریؓ کا گھر ہی کیوں؟ 175
- نبی کریمؐ کی پہلی نماز جمعہ 180
- مسجدِ نبویؐ 183
- دنیا کا پہلا تحریری دستور 187
- تحویلِ قبلہ 192
- اذان، روزے، عیدالفطر، زکوۃ اور حج 194
- حضرت خدیجہؓ کا ہار 198
- صلح حدیبیہ 200
- عمرۂ قضا 205
- حضرت خالد بن ولیدؓ اسلام قبول کرتے ہیں 207
- جناب وحشیؓ کا قبولِ اسلام 210
- سفرِ حج 212
- ہرقل کا فیصلہ 216
- شاہِ عمان کا قبولِ اسلام 219
- پھر کسریٰ مارا گیا 222
- نبی کریمؐ کی رحلت 225
- حضرت ابوبکرؓ کی خلافت 230
- روضۂ اطہر 234
- بے حرمتی کی سازشیں اور ان کا انجام 239

حصہ چہارم — غزوات

- غزوات و سرایہ جات 245

Marfat.com

- ابتدائی غزوات .... 247.
- غزوۂ بدر .... 249.
- غزوۂ بدر: حضرت عفراءؓ کا خاندان .... 258.
- غزوۂ بدر: ابولہب کا عبرتناک انجام .... 261.
- غزوۂ بنی سلیم .... 263.
- غزوۂ بنی قینقاع .... 264.
- غزوۂ سویق .... 265.
- غزوۂ نجد اور ذی امر .... 266.
- غزوۂ نجران .... 267.
- غزوۂ احد .... 268.
- غزوۂ حمراء الاسد .... 276.
- غزوۂ بنی نضیر .... 278.
- غزوۂ ذات الرقاع .... 280.
- غزوۂ بدر الآخرہ .... 282.
- غزوۂ دومۃ الجندل .... 283.
- غزوۂ مصطلق یا مریسع .... 284.
- غزوۂ خندق .... 286.
- غزوۂ بنو قریظہ .... 291.
- غزوۂ بنی لحیان .... 294.
- غزوۂ ذی قرد یا غابہ .... 295.
- غزوۂ حدیبیہ .... 297.
- غزوۂ خیبر .... 298.

Marfat.com

- غزوۂ فتح مکہ-1 302
- غزوۂ فتح مکہ-2 307
- غزوہ حنین 313
- غزوۂ طائف 317
- غزوۂ تبوک 319
- لشکرِ اسامہؓ 322

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی جانب سے نئی منصوبہ بندی کے تحت علم وادب، سائنس، فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، اسلامیات، اخلاقیات، طب، دینی علوم اور دیگر موضوعات پر معلوماتی کتب کی اشاعت تسلسل سے جاری ہے۔ اس ضمن میں کوشش کی جاتی ہے کہ قارئین کے ذوقِ مطالعہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ، دینی تعلیمات پر مبنی کتابیں بھی شائع کی جائیں تاکہ دینی علوم کی تفہیم عام ہو سکے۔ موجودہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب توصیف احمد خان کا نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت ہے جو مصنف کے لیے توشۂ آخرت اور قارئین کے لیے متبرک تحفہ ہے۔ توصیف احمد خان ایک سینئر صحافی، معروف کالم نگار اور معتبر تجزیہ نگار ہیں۔ انھوں نے اس کتاب میں خطۂ عرب خاص طور پر انبیاء کرام کی تاریخ کو بھی مکمل تصدیق و تحقیق کے ساتھ سامنے لانے کا اہتمام کیا ہے۔

اس کتاب میں اللہ کریم کے پہلے گھر کی ارضی، جغرافیائی، روحانی، آسمانی اور کائناتی اہمیت کو مدلل انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کریمؐ کے شجرۂ نسب، خاندان، والدین اور گھرانے کی عرب میں عزت و توقیر پر بھی سیر حاصل معلومات دی گئی ہیں۔ مصنف نے نہایت سادہ الفاظ میں بڑی عمدگی کے ساتھ تاریخ، انسائیکلوپیڈیا، سیرت نگاری اور کردار نگاری کی جامع منظر کشی کرتے ہوئے ان موضوعات پر بنیادی دینی معلومات تفصیل کے ساتھ پیش کی ہیں۔

امید ہے اپنے موضوع اور طرزِ تحریر کے باعث قارئین کے لیے یہ ایک مفید اور معلومات افزا کتاب ثابت ہوگی اور پڑھنے والے اس سے بھرپور رہنمائی حاصل کریں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید
(پرائڈ آف پرفارمنس)
مینیجنگ ڈائریکٹر

Marfat.com

Marfat.com

ابتدا اللہ کے پاک نام سے!

لبیک اللھم لبیک —

حاضر ہوں — اے اللہ میں حاضر ہوں!

میں اس جگہ حاضر ہوں اے رب کریم — جس جگہ کے بارے میں تیرا اپنا فرمان ہے کہ:

"اللہ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت والا ہے۔" (آل عمران 96)

میں تیرے اسی گھر میں حاضر ہو گیا۔ یہ حاضری مجھ پر فرض تھی۔

تو کس قدر رحیم و کریم ہے — تیری صفات کا احاطہ تو ممکن ہی نہیں ان کی انتہا تو نظر اور سوچ کی تمامتر وسعتوں سے باہر ہے اور اتنی باہر کہ اس کے بارے میں خیال کرنا ہی جنوں کہلائے گا۔

تیری رحمت کب جوش میں آ جائے — تیرے کرم کی بارش کب برس جائے — کس کس طرح بندے پر نچھاور ہو جائے — ! کون جانتا ہے — ؟

تو نے اپنے اس بندے پر کرم کیا اور تیرے اس بندے نے اپنا فرض ادا کر لیا۔

میں نے تیرے اس گھر میں جو کچھ دیکھا — جو کچھ مجھ تک پہنچا — اے مولائے کریم یہی تو میرا حاصل زندگی ہے —

بندہ مانگتا ہے اور تو دیتا ہے — ضرور اور بلاشبہ دیتا ہے۔ تمامتر نافرمانیوں کے باوجود وہ تیری رحمتوں سے فیض یاب ہوتا ہے۔

بندہ مانگے تو سہی — !

تو تو بن مانگے بھی دیتا ہے اور بے حد و حساب دیتا ہے۔

تو جسے چاہے نواز دے — جسے چاہے راہ ہدایت پر ڈال دے۔

تو ہی قادر مطلق ہے — تیری رضا کے بغیر کچھ ممکن نہیں۔

اے مولائے کریم! تیرے گھر میں حاضر تیرا یہ بندہ تو بہت ہی گنہگار — بہت ہی خطا کار — بہت

Marfat.com

ہی پر تقصیر ــــ اور بہت ہی سیاہ کار ہے۔

تیرے اس بندے کو اندازہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کا رواں رواں گناہوں میں کس قدر لتھڑا ہوا ہے ــــ وہ اس دلدل میں کس قدر دھنسا ہوا ہے۔

شاید اس کا کوئی حد وحساب ہی نہ ہو۔

تیرے اس بندے کا تو نامۂ اعمال سیاہ پڑا ہو گا۔ فرشتے لکھ لکھ کر تھک چکے ہوں گے گناہوں اور خطاؤں کا پلڑا بہت ہی زیادہ بھاری ہو گا۔

مگر اے معبودِ حقیقی! دوسری جانب تیری ذات ہے۔ جس کی رحمتوں کا کوئی حد وحساب نہیں۔ جس کے کرم کا کوئی دوسرا کنارہ ہی نہیں۔ تو مانگنے والے کو سوا دیتا ہے اور تیرا اپنا فرمان ہے کہ ''میرے غضب پر میری رحمت غالب ہے۔''

اور ایک حدیث پاک کے مطابق یہ وہ الفاظ ہیں جو عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔

○

610 عیسوی ہے

مقام غارحرا ہے

حضرت جبرئیل امینؑ کی تشریف آوری ہوتی ہے

وہ نبیوں کے سردارؐ کو پہلی وحی سے روشناس کراتے ہیں

پھر کفر وشرک اور ظلمت میں دینِ حق کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے ــــ اس کا نور ہر سو بکھر جاتا ہے۔

پہلی وحی میں اس ذات لاشریک نے یہ بھی فرمایا:

''انسان کو قلم کے ذریعے ایسا علم سکھایا جسے وہ پہلے نہ جانتا تھا''

پس قرآن نے فرما دیا کہ علم کی بنیاد قلم ہے۔ تیرا یہ بندہ بھی اس نام نامیؐ کے بارے میں قلم اٹھانے کی جسارت کر رہا ہے ــــ لیکن کیا لکھوں اور کیسے لکھوں ــــ؟

اصل بات یہ یقین ہے کہ اب قلم اٹھالیا ہے تو باری تعالیٰ خود ہی اس میں روانی پیدا کرے گا۔

بیت اللہ شریف ــــ مسجدِ حرام ــــ مکہ مکرمہ اور مولد مبارک کی مختصر تاریخ سے شروع کیا ہے۔

سیرت النبیؐ پر یہ کوئی باقاعدہ کتاب نہیں۔ کچھ عرصہ قبل سفر حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے

Marfat.com

بعد بھی کئی بار اس مقدس سرزمین کے سفر کا موقع نصیب ہو گیا۔ اس دوران مقامات مقدسہ کی زیارت کی تو واقعات ذہن میں آنے لگے۔ پھر کچھ کتب اور صاحب علم شخصیات سے استفادہ کیا۔

موضوع ایسا ہے کہ لکھنے بیٹھیں تو کئی جلدیں ناکافی ہوں گی۔ ان صفحات میں جزئیات اور تفصیلات کی بجائے محض چند پہلو ہی احاطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ذات گرامیؐ کے طفیل ہم سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور روز قیامت آپؐ کو ہم سب مسلمانوں کا شفیع بنا دے۔

یہ کاوش چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ بیت اللہ شریف، مسجد حرام اور مکہ مکرمہ کی تاریخ، دوسرا حصہ نبی کریمؐ کی پیدائش سے مکہ میں قیام تک، تیسرا حصہ سفر ہجرت سے سفر آخرت پر مشتمل ہے اور چوتھا حصہ غزوات کے بارے میں ہے۔

کوئی غلطی رہ گئی ہو تو رب کریم اپنے اس ناچیز اور گنہگار بندے کو معاف فرما دے۔

قارئین اپنی آراء سے ضرور آگاہ کریں۔

توصیف احمد خان

tausifk46@hotmail.com

Marfat.com

رب جلیل کے ___ گمنام عاشق کے نام

میری یہ کاوش

تیرے اس بندے کے نام

جسے میں جانتا تک نہیں

میں نے اسے ربع صدی قبل صرف دیکھا تھا

اور وہ آج بھی میری نگاہوں میں موجود ہے

تیرا وہ بندہ ___!

دونوں بازو ندارد

دونوں ٹانگیں ندارد

صرف دھڑ موجود ہے

اور وہ رینگتے رینگتے حرم کعبہ کے ___

تیرے گھر کے طواف کیے جا رہا ہے

اس کی معذوری

اس کے شوق، اس کی لگن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکی

انسانوں کے اس اژدھام میں اسے کچلے جانے کی بھی پروا نہیں۔

وہ حرم کعبہ کے چاروں طرف رینگتا رینگتا رب کعبہ کے حضور اپنی عقیدت اور محبت کا نذرانہ پیش کیے جا رہا تھا۔

لیکن تیرا وہ بندہ ___!

ان سارے توحید پرستوں میں اس وقت اک اسی کی تو منفرد شان تھی۔

اس کی یہ ادا تجھے یقیناً پسند آئی ہوگی۔

تجھے اپنے اس بندے پر بہت پیار آیا ہوگا۔

تو نے اپنے فرشتوں سے بھی کہا ہوگا کہ میرے اس بندے کی طرف نگاہ اٹھاؤ اور اس کے شوق کا عالم دیکھو۔

اے دونوں جہانوں کے مالک

تو اپنے اس بندے کی لگن اس کی ہمت اور اس کے بے پایاں جذبے کے صدقے ہمارے طواف ___ ہمارے عمرے ___ اور ہمارے حج بھی قبول فرمالے ___ (آمین!)

Marfat.com

حصّہ اوّل

تاریخ کعبہ، مسجدِ حرام

اور

مکہ مکرمہ

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ کعبہ ــــ حضرت ابراہیمؑ تک

کعبہ

بیت اللہ شریف

بیت العتیق

اللہ کا گھر ــــ جو ازل سے موجود ہے۔

اسی گھر کو دیکھ کر تو فرشتوں کو بھی رشک آ گیا اور انہوں نے اللہ کے حضور طواف کے لیے اجازت کی درخواست کر دی۔

باری تعالیٰ نے ملائکہ کی عرض قبول فرمائی اور اس کے عین اوپر آسمان پر بیتِ مامور بنا دیا۔

اس بیت مامور کا ہر روز ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے جو فرشتہ ایک بار طواف کر لے گا پھر قیامت تک اس کی باری نہیں آئے گی۔ اس سے ملائکہ کی تعداد کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

ایک فرشتہ صرف ایک بار طواف کرے گا اور ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ بار بار طواف کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔

بیت اللہ شریف ــــ یعنی تیرے گھر کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جس قدر قدیم خود انسان ہے۔

اس سے پہلے کیا تھا ــــ؟ تو ہی بہتر جانتا ہے

یہ حضرت آدمؑ کے زمانے سے ہے اور روایات کے مطابق اس سے بھی پہلے موجود تھا ــــ اس وقت سے جب باری تعالیٰ نے ابھی پہلے انسان کو تخلیق نہیں کیا تھا۔ اس وقت یہاں فرشتے طواف کرتے تھے۔

ہمارے سامنے اس کی تاریخ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے شروع ہوتی ہے جب باپ بیٹے نے اس کو تعمیر کیا۔ مقام ابراہیمؑ اسی تعمیر کی نشانی اور یادگار کے طور پر موجود ہے۔

تعمیر ابراہیمؑ سے پہلے کی تاریخ کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ ہاں! احادیث مبارکہ اس کی گواہی دیتی ہیں۔

Marfat.com

بیت اللہ نے کئی دور دیکھے۔

یہاں ایمان ویقین کے علاوہ کفر والحاد کی سرگرمیاں بھی رہیں۔ اس کے اندر بت سجا دیئے گئے۔

اس میں کیا حکمت تھی ــــ؟ یہ تیرے سوا کون جانتا ہے۔

پھر مکہ فتح ہوا

وہ عظیم مرحلہ آ گیا جب تیرے نبیؐ نے چھڑی کی نوک سے یہ سارے بت ــــ یہ سارے جعلی اور جھوٹے معبود زمین بوس کر دیئے ــــ کعبہ ان سے پاک ہو گیا۔

تیرے اس گھر کی کئی بار تعمیر ہوئی۔ اس کی تعمیر میں خود رسول عربیؐ نے حصہ لیا۔ اس تعمیر کے حوالے سے حجرِ اسود کا قصہ تو ہر مسلمان کو معلوم ہے۔

اب کفر و الحاد کی بات ایک طرف اس مقام اور اس مقدس شہر میں کوئی غیر مسلم داخل تک نہیں ہو سکتا۔ حدود مکہ شروع ہوتے ہی وارننگ موجود ہے کہ غیر مسلم یہاں سے آگے نہیں جا سکتے۔ یہی صورتحال مدینہ شریف کے ساتھ ہے۔

امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزاروں برس قبل فرشتوں نے بیت اللہ تعمیر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر رہنے والے ملائکہ کو باری باری اس کے طواف اور حج کا حکم دیا۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بیت اللہ کی تاریخ کس قدر قدیم ہے:

سیدنا ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسجد حرام۔ پھر میں نے پوچھا کہ پھر کون سی تو آپؐ نے فرمایا کہ مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس)۔ میں نے پوچھا کہ ان دونوں (کے بننے) میں کتنا فاصلہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا چالیس برس کا پھر فرمایا کہ جہاں تجھے نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لے بیشک اس (نماز کو وقت پر پڑھنے) میں بڑی فضیلت ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ تو حضرت سلمانؑ کے دور میں تعمیر ہوئی۔ اگر فرض کر لیں کہ مسجد حرام حضرت ابراہیمؑ کے دور میں ہی قائم ہوئی تو پھر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سلمانؑ کے درمیان ایک ہزار سال سے زیادہ فاصلہ ہے۔ جب کہ حضرت آدمؑ کے حوالے سے یہ مدت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

سیارہ ڈائجسٹ کے آثار قیامت نمبر میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اور ضروری نہیں کہ اس سے اتفاق کیا جائے۔ جریدہ میں بات اس دور سے شروع کی گئی ہے۔ جب فلسطین کی فتح کے وقت خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے اور انہوں نے اسرائیلیات کے ایک ماہر کعب سے نماز کے لیے بہترین جگہ دریافت کی۔ اس نے پہاڑ کے شمال میں ایک مقام تجویز کیا لیکن مسلمان وہاں نماز ادا کرتے تو مکہ

Marfat.com

کے ساتھ ان کا رخ یہودیوں کے مقامات مقدسہ کی طرف بھی ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی تجویز کو مسترد کرتے ہوئے ہیروڈس کی شاہی بالکونی والی جگہ کا انتخاب کیا۔ جہاں لکڑی کی ایک سادہ عمارت تعمیر کی گئی جس میں عبادت کرتے وقت مسلمانوں کا رخ صرف مکہ کی طرف ہوگا۔ یہ مسجد قبہ ہے۔

قبۃ الصغریٰ یا Domm of Rocks کی تعمیر کا حکم اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے 68ھ میں دیا۔ یہ ہشت پہلو عمارت 72ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کی تعمیر کے لیے خلیفہ نے مصر کا سات سال کا خرچ وقف کر دیا تھا۔ یہ عمارت اور گنبد اس چٹان کے گرد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے بارے میں کئی روایات ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت آدمؑ سے بھی دو ہزار سال پہلے فرشتے اس مقام کا طواف کر چکے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت نوحؑ کی کشتی طوفان کے بعد اس مقام پر آ کر رکی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روزِ قیامت حضرت اسرافیل اسی چٹان پر کھڑے ہو کر صور پھونکیں گے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ یہیں حضرت داوٗدؑ کے زمانے میں یہودی اپنی قربانیاں لا کر رکھتے تھے اور آسمان سے آنے والی آگ کا شعلہ انہیں جلا کر راکھ کر دیتا تھا جو کہ ان کی قربانی کی قبولیت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

روایات کے مطابق حضورؐ شب معراج یہیں سے براق پر سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے تھے اور اسی چٹان کے پہلو میں انبیاءؑ کی امامت فرمائی تھی۔

مسجد اقصیٰ کی عمارت اس گنبد والی عمارت سے کچھ فاصلے پر حرم کے جنوبی حصے میں ہے۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری ہے کیونکہ بہت سارے حضرات اس سنہرے گنبد والے قبہ صغریٰ کو مسجد اقصیٰ سمجھتے ہیں۔ اس مسجد میں نماز کا ثواب 25 ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اسے سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا۔ پھر حضرت ابراہیم نے اسی انداز میں از سرِ نو تعمیر کیا جس طرح انہوں نے حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کی تھی۔ پھر حضرت داوٗدؑ نے اسے تعمیر کرنا شروع کیا تھا اور حضرت سلیمانؑ نے اسے مکمل کیا۔ تاریخ میں یہی مسجد ہیکل سلیمانی کہلاتی ہے۔ پھر اس کی رومی بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں تباہی کے بعد یہی وہ مسجد ہے جسے حضرت عمرؓ نے دوبارہ تعمیر کیا۔ پرانی عمارت کی باقیات کی ایک دیوار کو دیوار گریہ کہا جاتا ہے اور یہ دیوار یہودیوں کی مقدس ترین عبادت گاہ ہے۔ وہ ہیکل سلیمانی کی تباہی اور اپنی عظمت رفتہ کی یاد میں یہاں روتے رہتے ہیں (صفحہ 134 تا 136)

لیکن روایت کے مطابق نبی کریمؐ نے مسجد اقصیٰ کا نام لیا ہے۔ لہٰذا شک کی کوئی گنجائش نہیں پھر روایات کے مطابق آپؐ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاءؑ کی امامت فرمائی اور کفار مکہ نے سفر معراج سے واپسی پر آپؐ سے مسجد اقصیٰ کے بارے میں ہی سوالات کیے۔ او پر مسجد اقصیٰ کی حضرت سلیمانؑ کے دور میں تعمیر اور

Marfat.com

حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے حوالہ سے زمانی فاصلوں کا ذکر ہے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جس طرح بیت اللہ شریف حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا اور حضرت ابراہیمؑ نے بنائے اول یعنی انہی پہلی بنیادوں پر اسے دوبارہ تعمیر کیا، اس طرح حضرت آدمؑ نے مسجد اقصیٰ بھی تعمیر کی ہو اور پھر انہی بنیادوں پر حضرت سلیمانؑ نے تعمیرِ نو کی۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ بیت اللہ حضرت آدمؑ نے بنایا۔ ایسے ہی مسجد اقصیٰ کی قدیم تاریخ کا زمانے کی نظروں سے اوجھل ہونا ممکن ہے۔ تاہم قبہ صغریٰ کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

اب دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی جانب آتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب بیت اللہ کی جگہ کے قریب پہنچے تو آپؑ نے اپنے سر پر ایک بادل سا ملاحظہ فرمایا جس سے آواز آئی اے ابراہیمؑ! جہاں تک یہ سایہ ہے وہاں تک کی زمین بیت اللہ میں لے لو، کمی یا زیادتی نہ ہو۔

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ اب جہاں پر بیت اللہ ہے۔ یہیں سے زمین پھیلائی گئی۔ حضرت سدیؒ کا کہنا ہے کہ حجرِ اسود حضرت جبرائیلؑ ہند سے لائے تھے۔ اس وقت وہ سفید چمکدار یاقوت تھا۔ تاہم بعض روایات کے مطابق یہ جنت کا پتھر ہے۔

مسندِ عبدالرزاق کے مطابق حضرت آدمؑ ہند میں اترے۔ اس وقت آپؑ کا قد لمبا تھا۔ زمین پر آنے کے بعد بھی فرشتوں کی نماز اور تسبیح وغیرہ سنتے تھے۔ جب قد گھٹ گیا اور وہ پیاری پیاری آوازیں آنا بند ہوگئیں تو آپؑ گھبرانے لگے۔ حکم ہوا کہ مکہ کی طرف جاؤ۔ آپؑ چلے۔ جہاں جہاں آپؑ کا قدم پڑا، وہاں آبادی ہوتی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک یاقوت جنت سے اتارا اور بیت اللہ کی جگہ رکھا اور اسے اپنا گھر قرار دیا حضرت آدمؑ اس کا طواف کرنے لگے اور مانوس ہوئے تو گھبراہٹ جاتی رہی۔

روایت ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے باری تعالیٰ نے فرشتے اتارے۔ یہ فرشتے جس جگہ تک موجود تھے، وہی جگہ مقام پیغمبر قرار پائی۔

التاریخ القدیم کے مطابق حضرت آدمؑ جب حضرت جبرائیلؑ کی رہنمائی میں مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں جبرائیلؑ نے پر مار کر کعبہ شریف کی بنیادیں ظاہر کیں جو انتہائی گہری تھیں پھر فرشتے پانچ مختلف پہاڑوں سے بڑی بڑی چٹانیں لائے، ایک ایک چٹان کو 30 آدمی مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ان پتھروں سے حضرت آدمؑ نے بیت اللہ تعمیر کیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ جبرائیل امینؑ نے حدبندی کر دی۔ حضرت آدمؑ نے مٹی کھودنا شروع کر دی۔ حضرت حوا وہ مٹی دوسری جگہ منتقل کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ پانی کی سطح پر پہنچ گئے تو نیچے سے آواز آئی۔ اے آدم! اب بس کرو، اتنی گہرائی کافی ہے۔

140024

Marfat.com

یہ گھر تعمیر ہو گیا۔ حضرت آدمؑ پہلے انسان اور یہ پہلا گھر قرار پایا۔ اس کے بعد صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ حضرت نوحؑ نے اس کا حج کیا۔ پھر صدیاں بیت گئیں تو حضرت ابراہیمؑ نے اس کی بنیادوں کو اٹھایا۔ (البدایہ والنہایہ)

ایک روایت ہے کہ جنت سے حضرت آدمؑ کے لیے یاقوت کا جو خیمہ اتارا گیا تھا۔ آپؑ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے آسمانوں پر اٹھا لیا۔ تب آپؑ کی اولاد نے مٹی اور پتھروں سے کعبۃ اللہ تعمیر کیا۔ یہ عمارت طوفان نوحؑ تک قائم رہی۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی یہاں تک آئی اور کعبہ کا طواف بھی کیا۔ اس طوفان میں کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا۔

کتب تاریخ کے مطابق حضرت آدمؑ کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کا اعزاز حضرت شیثؑ کو حاصل ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت نوحؑ کے زمانے میں بیٹھ گیا اور حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں باری تعالیٰ نے اسے پھر بنوایا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر شروع کی تو نیچے سے حضرت آدمؑ کے دور کی بنیادیں نکل آئی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے پانی پیدا کیا۔ پانی کو ہوا پر ٹھہرایا۔ پھر باری تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا بھیجی جس سے پانی میں ہلچل پیدا ہو گئی چنانچہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے بیت اللہ والی جگہ قبلہ نما ٹیلہ پیدا کر دیا جہاں دو ہزار سال بعد بیت اللہ تعمیر کیا گیا۔

امام واحدیؒ نے حضرت مجاہدؒ سے روایت کی ہے کہ:

باری تعالیٰ نے زمین کے دوسرے اجزاء کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل کعبہ شریف والی جگہ پیدا کی اس کی بنیادیں ساتویں زمین تک گہری تھیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

> حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلا ٹکڑا جسے اللہ رب العزت نے زمین میں پیدا کیا وہ بیت اللہ کی جگہ ہے۔ پھر اسی سے زمین کو پھیلایا گیا اور سب سے پہلا پہاڑ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدا کیا وہ ابوقبیس ہے۔ پھر اس سے پہاڑ پھیلائے گئے۔

علامہ ارزقی نے ابونجیح کے حوالہ سے بتایا ہے کہ یہ تختی کی طرح باقی زمین سے اونچا تھا اسی لیے اس کا نام کعبہ رکھا گیا۔ اسے مربع بھی کہا جاتا تھا۔ چونکہ یہ کافر بادشاہوں سے آزاد ہے اس لیے بیت عتیق بھی کہلایا۔

حضرت آدمؑ کی تعمیر کے دوران اس میں پانچ پہاڑوں کے پتھر استعمال ہوئے اور یہ پتھر فرشتے

Marfat.com

لے کر آتے تھے۔ ان پہاڑوں میں فلسطین کے طور سینا، طور زیتاء جیل شام کے پہاڑ لبنان یا جبل اولیا اور مکہ کے جودی اور حرا شامل ہیں۔ کوہ حرا کو اعزاز حاصل ہے کہ اس کے ایک غار میں نبی کریمؐ عبادت کرتے تھے اور وہیں آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

یہ تعمیر چونے اور مٹی کے بغیر تھی اور اس میں لکڑی کا دروازہ لگایا گیا۔ لکڑی کا بند ہو جانے والا دروازہ بعثتِ نبویؐ سے بہت پہلے یمنی بادشاہ اسد الحمیری نے لگوایا سب سے پہلا مکمل غلاف بھی انہوں نے ہی چڑھایا اور پھر یہاں ذبیحہ کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے وقت بیت اللہ کے صرف دو رکن یا کونے تھے یعنی رکن اسود اور رکن یمانی، حجر (موجودہ حطیم) کی جانب کوئی رکن نہیں تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی اس بے آب و گیاہ جگہ پر آمد — بی بی ہاجرہؓ اور ننھے حضرت اسمٰعیلؑ کو وہاں چھوڑ کر جانے سے تعمیر کعبہ تک کے واقعات کے بارے میں سیدنا ابن عباسؓ سے مروی صحیح بخاری میں ایک طویل مضمون ہے جو اس دور کی تاریخ بھی بیان کرتا ہے لہٰذا یہاں اس کا تذکرہ انتہائی مناسب ہوگا۔ یہ اس طرح سے ہے:

سیدنا ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے ام اسمٰعیل سیدہ ہاجرہؓ نے کمر پر پٹہ باندھا۔ ان کی غرض یہ تھی کہ سارہ ان کا سراغ نہ پائیں۔ (وہ جلد بھاگ جائیں) پھر سیدنا ابراہیمؑ انہیں اور ان کے بیٹے اسمٰعیل کو (مکہ میں) لے آئے، ہاجرہؓ (اس وقت) اسمٰعیلؑ کو دودھ پلاتی تھیں اور انہیں بیت اللہ کے قریب ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا جو اس مقام پر ہے جہاں آب زمزم کا کنواں ہے، ان دنوں مکہ میں کوئی انسان نہ رہتا تھا اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ پس ابراہیمؑ نے ان دونوں کو وہاں بٹھایا اور چمڑے کا ایک تھیلا کھجوروں کا (بھرا ہوا) اور پانی سے بھرا ہوا ایک چھوٹا مشکیزہ دیا، پھر واپس جانے لگے تو ام اسمٰعیلؑ ان کے پیچھے ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اے ابراہیمؑ ہمیں اس جنگل میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو کہ جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز۔ ہاجرہ نے بار بار پکار کر یہی کہا لیکن ابراہیمؑ نے انہیں مڑ کر نہیں دیکھا تو ہاجرہ نے کہا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے کہا ہاں! انہوں نے جواب دیا کہ پھر اللہ ہمیں ہلاک نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر واپس لوٹ آئیں اور ابراہیمؑ چل دیئے۔ یہاں تک کہ جب اس پہاڑی (شینہ) پر پہنچے جہاں وہ (ہاجرہؓ کو) دکھائی نہ دے سکتے تھے تو انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کیا پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی: جو مختصراً دی جا رہی ہے۔

"اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو اس بے کھیتی کی وادی میں...... یہ شکر گزاری کریں (ابراہیم: 37)

Marfat.com

اور اُمّ اسمٰعیل سیدہ ہاجرہ اسمٰعیلؑ کو دودھ پلاتی اور مشک سے پانی پیتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب مشک میں سے پانی ختم ہو گیا تو انہیں خود کو بھی پیاس لگی اور ان کے بیٹے (بچے اسماعیلؑ) کو بھی اور وہ بچے کو دیکھ رہی تھیں کہ وہ (پیاس کی وجہ سے) اوپر تلے یا یہ کہا کہ تڑپ رہا تھا تو وہ وہاں سے ہٹ گئیں تا کہ بچے کا یہ حال نہ دیکھیں اور ان کے سامنے صفا پہاڑ قریب ہی تھا۔ وہ اس پر چڑھ گئیں۔ پھر وادی میں دیکھا کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا۔ پھر وہاں سے اتریں اور اپنا کرتہ سمیٹ کر نالے کے نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا ہے۔ یہاں تک کہ نالے کو پار کر کے مروہ پہاڑی پر پہنچیں اور اس پر چڑھ کر دیکھا کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر اسی طرح (صفا و مروہ کے درمیان) سات دفعہ چکر لگایا۔ سیدنا ابن عباسؓ نے کہا رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہی ان دونوں (صفا و مروہ) کے درمیان سعی کرنا ہے (جو بعد میں حج اور عمرہ میں مسلمانوں پر فرض کی گئی) پھر جب ہاجرہؓ (آخری چکر میں) مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے ایک آواز سنی تو اپنے آپ سے ہی کہنے لگیں کہ چپ رہ، پھر وہی آواز سنی تو کہنے لگیں کہ (اے اللہ کے بندے تو جو کوئی بھی ہے) میں نے تیری آواز سن لی۔ کیا تو ہماری کوئی مدد کر سکتا ہے؟ پھر دیکھا کہ آب زمزم (چشمہ والی جگہ) کے قریب ایک فرشتہ (جبرئیلؑ) ہے جو اپنی ایڑھی مار کر (یا یہ کہا کہ) اپنا پر مار کر زمین کھود رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس جگہ سے پانی نکلنے لگا۔ وہ اپنے ہاتھ سے اس کے گرد حوض سا بنانے لگیں۔ اور پانی چلو سے بھر بھر کر اپنی مشک میں ڈالتیں۔ جوں جوں وہ پانی لیتیں وہ چشمہ اور جوش مارتا (پانی زیادہ ہو جاتا) سیدنا ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسمٰعیلؑ کی والدہ پر رحم کرے۔ اگر وہ زمزم کو اس کے حال پر چھوڑ دیتیں (حوض نہ بناتیں) یا (یوں فرمایا کہ) اگر وہ چلو بھر کر (مشک بھرنے کے لیے) پانی نہ لیتیں تو زمزم ایک چشمہ (کی صورت) بہتا رہتا۔ (پھر رسول اللہؐ نے) فرمایا کہ ہاجرہ نے خود بھی پانی پیا اور بچے کو بھی پلایا، فرشتے نے ان سے کہا کہ تم اپنی جان کا خوف نہ کرو، بے شک یہاں اللہ کا گھر ہے۔ جسے یہ بچہ اور اس کے والد (مل کر) بنائیں گے اور اللہ اپنے بندوں کو تباہ نہیں کرنے والا، اور اس وقت بیت اللہ (کی جگہ) ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا، اور جب برسات کا پانی آتا تو وہ دائیں بائیں سے نکل جاتا۔ سیدہ ہاجرہؓ نے ایک مدت اسی طرح گزاری یہاں تک کہ جرہم قبیلے کے کچھ آدمی یا کچھ گھر والے (فیملی) ان (ہاجرہؓ اور اسمٰعیلؑ) پر گزرے جو کداء کے راستے سے آرہے تھے۔ (کداء مکہ کے نشیب میں ہے۔ رسول اللہ بھی فتح مکہ کے موقعہ پر اسی مقام سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔ آجکل اس جگہ گاڑیوں کی بہت بڑی پارکنگ اور زمزم کا پلانٹ نصب ہے۔) انہوں نے ایک پرندے کو وہاں گھومتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک یہ پرندہ ضرور یہاں پانی کے گرد گھوم رہا ہے۔ ہم اس میدان سے اچھی طرح واقف ہیں اور یہاں پانی کہیں بھی نہیں ہے۔ پھر انہوں نے ایک یا دو

Marfat.com

آدمیوں کو بھیجا انہوں نے دیکھا کہ پانی موجود ہے۔ وہ لوٹ کر آئے اور انہیں پانی کی خبر دی۔ وہ بھی (وہاں) آئے۔ نبیؐ نے فرمایا کہ پانی کے پاس ہی ام اسمٰعیلؑ بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا تم ہمیں یہاں اترنے کی اجازت دیتی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں۔ انہوں نے قبول کیا۔ سیدنا ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ (جرہم کے) لوگوں نے (وہاں رہنے کی) اس وقت اجازت مانگی جب خود اسمٰعیلؑ کی والدہ یہ چاہتی تھیں کہ یہاں بستی ہو۔ پس وہ لوگ وہیں اتر پڑے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بلا لیا وہ بھی وہیں ان کے پاس آ گئے یہاں تک کہ جب وہاں کئی گھر بن گئے اور اسماعیلؑ جوان ہوئے اور انہوں نے عربی ان (جرہم کے) لوگوں سے سیکھی اور جوان ہو کر ان کی اپنے قبیلے کی ایک عورت سے شادی کر دی۔ بعد میں جب ام اسمٰعیلؑ فوت ہو گئیں، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی کے بعد اپنے اہل وعیال کی خبر لینے کو آئے جنہیں وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ اسمٰعیلؑ اپنے گھر میں نہ تھے تو ابراہیمؑ نے ان کی بیوی سے پوچھا کہ تمہاری گذران کیسے ہوتی ہے اور معاش کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ بہت بری، بڑی تنگی سے گذران ہوتی ہے اور ان سے خوب شکایت کی۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ جب تیرا شوہر آئے تو انہیں میری طرف سے سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ پھر جب اسمٰعیلؑ گھر میں آئے اور (اپنے باپ کی) کچھ خوشبو پائی تو (بیوی سے) کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں ایک بوڑھا آدمی ایسی ایسی حالت کا آیا تھا۔ اس نے تیرے بارے میں پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ وہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری گذران کیسے ہوتی ہے؟ تو میں نے کہ کہ بڑی تکلیف اور تنگی سے۔ اسمٰعیلؑ نے کہا کہ کیا انہوں نے تجھے اور بھی کوئی نصیحت کی تھی؟ اس نے کہا ہاں انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں تجھے (ان کی طرف سے) سلام کہہ دوں اور یہ بھی کہا کہ تم اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالو۔ اسمٰعیلؑ نے کہا کہ وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تجھے چھوڑ دوں۔ تو اپنے گھر والوں میں چلی جا اور اسے طلاق دے دی۔ اور (جرہم قبیلہ میں سے) کسی دوسری عورت سے شادی کر لی۔ پھر جتنی دیر اللہ کو منظور تھا ابراہیمؑ (اپنے ملک میں) ٹھہرے رہے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ آئے تو اسمٰعیلؑ گھر میں نہ ملے۔ پس وہ ان کی (دوسری) بیوی کے پاس گئے اور اس سے اسمٰعیلؑ کا پوچھا تو اس نے کہا کہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اور انہوں نے ان کے گذران اور رہن سہن کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے۔ ہم بہت خیر وخوبی کے ساتھ اور خوش گذران رہتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ تم کیا کھاتے ہو؟ اس نے کہا گوشت، پھر پوچھا تم کیا پیتے ہو؟ اس نے کہا پانی۔ ابراہیمؑ نے کہا اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت دے۔

نبیؐ نے فرمایا کہ ان دنوں مکہ میں اناج کا نام نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو ابراہیمؑ اس میں بھی برکت کی دعا

Marfat.com

کرتے (اور) فرمایا کہ (یہ خاصیت اللہ نے مکہ ہی میں رکھی ہے) اگر دوسرے ملک والے صرف گوشت اور پانی پر گذران کریں تو بیمار ہو جائیں (اور فرمایا کہ) ابراہیمؑ نے کہا جب تیرا شوہر آئے تو اسے میری طرف سے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو حفاظت سے رکھے (یہ بہت عمدہ ہے) پھر جب اسمٰعیلؑ آئے تو بیوی سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں ایک خوبصورت سے بزرگ آئے تھے اور (اس نے) ابراہیمؑ کی بہت تعریف کی (پھر کہا کہ) تمہارا پوچھتے تھے تو میں نے بتا دیا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ تمہاری گذران کیسی ہوتی ہے؟ میں نے بتایا کہ بہت اچھی۔ اسمٰعیلؑ نے پوچھا کہ پھر تمہیں کوئی نصیحت بھی کی؟ اس نے کہا ہاں وہ تجھے سلام کہتے تھے اور کہتے تھے کہ تم اپنے دروازے کی چوکھٹ کو حفاظت سے رکھنا۔ اسمٰعیلؑ نے کہا وہ میرے والد تھے اور تم میرے دروازے کی چوکھٹ ہو۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنی زوجیت میں رہنے دوں۔ پھر جب تک اللہ کو منظور تھا۔ ابراہیمؑ (اپنے ملک میں) ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد آئے تو اسمٰعیلؑ اس وقت چاہ زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ جب انہوں نے ابراہیمؑ کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے جو کہا کرتا ہے کہا۔ پھر کہا کہ اے اسمٰعیل! بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ اسمٰعیلؑ نے کہا کہ اللہ نے جو حکم دیا ہے وہ بجا لائیں۔ ابراہیمؑ نے کہا کیا تو میری مدد کرے گا؟ انہوں نے کہا میں ضرور مدد کروں گا۔ ابراہیمؑ نے کہا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ پر ایک گھر بناؤں اور ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے گرد گرد (نبیؐ نے فرمایا کہ) اس وقت دونوں (باپ بیٹے) نے اس گھر کی دیواریں بلند کیں۔ اسمٰعیلؑ پتھر لاتے جاتے تھے اور ابراہیمؑ تعمیر کرتے۔ جب دیواریں اونچی ہو گئیں (زمین پر کھڑے ہو کر تعمیر نہ ہو سکی) تو اسمٰعیلؑ ایک پتھر (مقام ابراہیم) لے آئے اور اس کو رکھ دیا پھر ابراہیمؑ اس پر کھڑے ہو کر دیوار تعمیر کرتے اور اسمٰعیلؑ انہیں پتھر لا کر دیتے اور دونوں کہتے کہ:

> ”اے ہمارے پروردگار! تو ہم سے (یہ کوشش) قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔“ (بقرہ:127)

بادشاہ ذوالقرنین کی بھی حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ سے ملاقات کی روایت ہے۔ جس کے مطابق وہ یہاں پہنچے تو باپ بیٹا تعمیر میں مصروف تھے۔ بادشاہ نے پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ اللہ کے حکم سے اس کا گھر تعمیر کیا جا رہا ہے۔ ذوالقرنین نے دلیل پوچھی۔ جس پر حضرت ابراہیمؑ نے وہاں موجود بھیڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جواب دیں گی۔ اسی وقت پانچ بھیڑوں نے گواہی دی کہ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہیں۔ ذوالقرنین کو بے انتہا خوشی ہوئی اور اس نے کہا کہ میں نے مان

Marfat.com

لیا۔تاریخ مکہ کے مطابق بادشاہ نے باپ بیٹے کے ساتھ بیت اللہ کا طواف بھی کیا۔

بادشاہ ذوالقرنین کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔یاجوج ماجوج کا راستہ اسی بادشاہ نے روکا۔اور اس مقصد کے لیے ان کی راہ میں ایک آہنی دیوار کھڑی کر دی جسے قیامت سے پہلے یاجوج ماجوج منہدم کر دیں گے اور باقی دنیا پر چڑھ دوڑیں گے۔اس بادشاہ کا ذکر سورۂ کہف اور سورۂ انبیاء میں ہے۔قرآن بتاتا ہے کہ ذوالقرنین سورج طلوع ہونے اور سورج غروب ہونے کی جگہ گیا۔

علماء اور مفسرین نے اس کے بارے میں مختلف آراء قائم کی ہیں۔بعض اسے سکندر مقدونی قرار دیتے ہیں لیکن سکندر مشرک جب کہ ذوالقرنین توحید پرست تھا۔دوسرے مکتبہ فکر خصوصاً مولانا ابوالکلام آزاد کی رائے میں یہ ایرانی شہنشاہ سائرس تھا لیکن حال ہی میں ایک سعودی محقق حمدی بن حمزہ السریری الجوہانی کی ایک ضخیم کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ''ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کے رازوں کی نقاب کشائی'' ہے۔ اس کتاب کی تحقیق دلچسپ ہے۔جناب حمدی لکھتے ہیں کہ فرعون موسیٰ آمن ہوتب بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے سمندر کی تہہ میں چلا گیا۔اس کا ایک بیٹا آمن ہوتب چہارم (اخناتین) فرعون بنا۔یہ مشرک نہیں تھا۔1360 قبل مسیح جب یہ 32 برس کا ہوا تو باری تعالیٰ نے اسے نبوت عطا کر دی۔اس نے ایک نیا شہر تعمیر کیا اور وحدانیت کی تبلیغ شروع کر دی۔اس کی ماں ملکہ تائی بھی توحید پرست تھی (عین ممکن کہ یہی ملکہ آسیہ ہو) یہ سورج غروب کی جگہ مالدیپ اور سورج طلوع ہونے کی جگہ جزائر کریباتی کو بتاتا ہے جو آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے مشرق میں ہیں۔یاجوج ماجوج سے حفاظت کے لیے اس نے شانگ دور میں سونگ شان پہاڑیوں کے درمیان دیوار بنائی جو زرد دریا اور یانگ ژی دریا کے درمیان ہے۔یاجوج ماجوج بھی چینی زبان کا ایک جملہ ہے اس کا مطلب ایشیا اور گھوڑے والے براعظم کے باشندے ہیں۔اس محقق نے کئی بار چین کا تحقیقی دورہ کیا۔

اگرچہ اس پر دلچسپ بحث ہو سکتی ہے لیکن موضوع کے اعتبار سے یہاں اس کی گنجائش نہیں۔تاہم اگر جناب حمدی کی بات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر جناب ذوالقرنین کی تعمیرِ کعبہ کے وقت وہاں آمد درست نہیں ہو سکتی۔جناب حمدی کے مطابق فرعون موسیٰ یعنی جو فرعون سمندر میں غرق ہوا وہ ذوالقرنین یا اخناتین کا باپ تھا مگر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے دور میں بڑا فرق ہے۔

اصل معاملے کی طرف آتے ہوئے مقام ابراہیمؑ کا ذکر کرتے ہیں۔بہت سی روایتوں میں اسے وہ پتھر قرار دیا گیا ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ شریف کی دیواریں اٹھائی تھیں۔ایک روایت یہ بھی کہتی ہے کہ یہ پتھر آپؑ کی بیوی صاحبہ نے غسل کے لیے ان کے پاؤں کے نیچے رکھا تھا۔

Marfat.com

حضرت سعید بن جبیرؓ اسے غلط قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہی وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ کعبہ تعمیر کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں میں نے مقامِ ابراہیمؑ پر حضرت خلیل اللہ کے پیروں کی انگلیوں اور تلوے کا نشان دیکھا تھا جو لوگوں کے چھونے سے مٹ گیا۔ حضرت قتادہؓ کا فرمان ہے کہ حکم اس کی جانب نماز ادا کرنے کا ہے۔ تبرک کے طور پر چھونے اور ہاتھ لگانے کا نہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس پتھر کو خانہ کعبہ سے ذرا ہٹوا کر رکھوا دیا تھا تاکہ یہاں نماز ادا کرنے والوں کو مشکل پیش نہ آئے ایک روایت اور بھی ہے کہ پتھر سیلاب کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا تاہم اسے پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔

اس باب کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کہ بیت اللہ پناہ چاہنے والوں کو پناہ دیتا ہے۔ یہ صرف انسانوں کے لیے ہی جائے امن نہیں بلکہ یہاں شکار کرنا، اسے بھگانا، خوفزدہ کرنا، گھونسلے سے ہٹانا یا اڑانا تک منع ہے۔ آج بھی بیت اللہ شریف کے اردگرد اور آس پاس موجود ہزاروں کی تعداد میں کبوتر اس کی مثال ہیں۔ جنہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔ ہجوم کے باوجود کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی کبوتر کہیں پاؤں کے نیچے نہ آجائے یعنی امن اور سلامتی والے شہر میں انہیں امن اور سلامتی حاصل ہے۔

آخر میں یہ ذکر بھی مناسب رہے گا کہ حضرت ابراہیمؑ بیوی اور بچے کو اس بیابان میں چھوڑ کر بھول نہیں گئے تھے بلکہ وہ گاہے بگاہے ان کی خبر گیری کے لیے یہاں آتے رہتے تھے۔ بعد میں کم از کم چار بار آپؑ کا آنا ثابت ہے۔ جن میں سے دو واقعات کا ذکر آچکا ہے جب حضرت اسمٰعیلؑ کی بیویوں سے ملاقات کر کے چلے گئے تھے۔ تیسری بار آپؑ حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کے وقت آئے جب بیٹے نے خوشی کے ساتھ باری تعالیٰ کے اس فیصلے پر لبیک کہا اور شیطانوں کے ورغلانے کے باوجود باپ بیٹا حکمِ ربی پر کاربند رہے۔ یہ اور معاملہ ہے کہ مولا کریم کے نزدیک بیٹے کی قربانی نہیں بلکہ ان کی آزمائش مقصود تھی اور چوتھی بار حضرت ابراہیمؑ تعمیرِ کعبہ کے وقت تشریف لائے۔

(ایک اور روایت ہے کہ آپؑ کی سواری وہی براق تھی جس پر نبی کریمؐ سفرِ معراج کے لیے گئے تھے۔)

Marfat.com

تاریخ کعبہ ــــ حضرت ابراہیمؑ کے بعد

بیت اللہ شریف

اللہ کا پہلا گھر

تاریخ بتاتی ہے کہ اس پر کئی دور آئے۔ کئی طرح سے اس کی تعمیر ہوئی اور کئی بار تعمیر ہوئی۔ حضرت ابراہیم تک کی تعمیر کا ذکر گزشتہ باب میں گذر چکا ہے۔ عام غلط فہمی یہی ہے کہ خانہ کعبہ سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا جب کہ قرآن وحدیث اور قدیم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کی عمر حضرت آدمؑ سے بھی پہلے چلی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد عمالقہ اور پھر جرہم قبیلے نے کعبہ تعمیر کرایا۔ جناب خلیل اللہؑ کے خاندان کے بعد جرہم یہاں کا قدیم ترین قبیلہ تھا۔ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر منہدم ہوگئی بنو جرہم نے اسے ازسرنو تعمیر کرایا۔ اس کے انہدام کے بعد یہ کام عمالقہ نے کیا تاہم مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ بیت اللہ شریف بنو جرہم نے پہلے تعمیر کرایا یا عمالقہ نے۔

ان دونوں قبیلوں کے بعد یہ سعادت قریش کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور حضور اکرمؐ کے اجداد میں سے قصیٰ بن کلاب نے عمارت تعمیر کرائی۔ انہوں نے تعمیر میں مٹی اور چونے کا استعمال کیا۔ قصیٰ نے ہی قریش کو اس علاقے میں جمع کیا تھا۔ تاریخ القدیم کے مطابق قصی کی حکومت حضورؐ سے 130 برس پہلے قائم ہوئی۔ علامہ طاہر الکروی قصیٰ بن کلاب کی تعمیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب انہوں نے کعبہ شریف کی تعمیر کے لیے سامان اور رقم جمع کر لی تو پہلی عمارت شہید کر کے نئی عمارت شروع کی۔ انہوں نے انتہائی مضبوط اور عمدہ کام کرایا۔ چھت کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے بنوائی۔

پھر ایک عورت کی بے احتیاطی سے عمارت میں آگ لگ گئی جب کہ سیلاب بھی عمارت کو کمزور کرتا گیا لہٰذا اس کی تعمیر اس وقت شروع ہوئی جب حضورؐ کی عمر 35 برس تھی اور اس سے پانچ برس بعد آپؐ کی بعثت کا اعلان ہوا۔ محمد بن اسحٰق یسار لکھتے ہیں اس کی چھت نہیں تھی اور دیواریں بھی بہت چھوٹی تھیں۔ دوسرے اس کا خزانہ چوری ہوگیا تھا جو بیت اللہ کے درمیان میں ایک گڑھے میں رکھا گیا تھا یہ مال بعد میں قبیلہ بنو حلیم بن عمر

Marfat.com

کے متولی ''دویک'' کے پاس سے مل گیا اور اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیئے گئے۔ اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ عرب میں جرائم پر اعضا کاٹنے کی سزا اسلام سے پہلے رائج تھی کیونکہ اس چوری کی سزا حضورؐ کی بعثت سے قبل دی گئی۔

قریش بیت اللہ شریف کی از سرِ نو تعمیر کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ اسی دوران روم کے تاجروں کی ایک کشتی طوفان کی وجہ سے تباہ ہوگئی اور جدہ کے ساحل پر آ لگی جس میں اعلیٰ درجہ کی لکڑی تھی چنانچہ قریش نے اس لکڑی کو خانہ خدا کی چھت کے لیے خرید لیا، مگر کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ بیت اللہ کو گرائے۔ اسی دوران ایک سبب بھی مہیا ہوگیا۔ بیت اللہ کے خزانہ میں ایک بڑا اژدھا تھا۔ لوگ اس کے قریب جاتے تو وہ منہ پھاڑ کر ان کی طرف لپکتا۔ اژدھا ہر روز خزانے والے کنوئیں سے نکل کر دیوار پر آ بیٹھتا۔ ایک روز اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا پرندہ بھیجا۔ جو اژدھے کو پکڑ کر لے اڑا چنانچہ قریشیوں نے سمجھ لیا کہ ہمارا ارادہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے۔ سب سے پہلے ابو وہب اور بعض لوگوں کے مطابق ولید بن مغیرہ کھڑا ہوا اور کعبۃ اللہ کا ایک پتھر اتارا جو اس کے ہاتھ سے اڑ کر وہیں جا کر نصب ہوگیا۔ اس پر اس نے قریشیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''سنو! بیت اللہ کے بنانے میں ہر شخص اپنا طیب اور پاک مال خرچ کرے۔ اس میں زنا کاری کا روپیہ، سودی کاروبار کا روپیہ، ظلم سے حاصل کیا ہوا مال نہ لگانا۔'' چونکہ رقم کم تھی لہٰذا حجر (حطیم) کی پوری دیواریں نہیں بنائی گئیں اور چھت بھی نہیں ڈالی گئی اور دو کی بجائے ایک دروازہ کر دیا گیا۔ یہ تعمیر باقوم رومی نامی معمار نے کی۔

بیت اللہ کی عمارت کو گرانے کے بعد جب یہ بنائے ابراہیمی تک پہنچے تو وہاں سبز رنگ کے پتھر ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ ایک شخص نے دو پتھروں کو الگ کرنے کے لیے کدال ڈال کر زور لگایا تو پتھر کے ہلنے کے ساتھ ہی تمام مکہ کی زمین ہلنے لگی۔ چنانچہ ان پتھروں کو اسی طرح رہنے دیا گیا۔ اسی تعمیر کے موقع پر حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے حجرِ اسود نصب فرما کر مکہ کے قبائل میں جنگ کو ٹال دیا تھا۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

''کیا تم نہیں دیکھتیں کہ تمہاری قوم نے جب بیت اللہ بنایا تو قواعد ابراہیمؑ سے گھٹا دیا۔ میں نے کہا حضورؐ آپؐ اسے بڑھا کر اصلی بنا پر کر دیں۔ فرمایا اگر تیری قوم کا ایمان

Marfat.com

تازہ اوران کا کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں ایسا کر لیتا۔“

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جب یہ حدیث پہنچی تو فرمایا شاید یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ حجرِ اسود کے پاس کے دوستونوں کو نہ چھوتے تھے۔صحیح مسلم میں ایک حدیث اس طرح ہے:

”اے عائشہؓ !اگر تیری قوم کا جاہلیت کا زمانہ نہ ہوتا تو میں کعبہ کے خزانہ کو اللہ کی راہ میں خیرات کر ڈالتا اور دروازے کو زمین دوز کر دیتا اور حطیم کو بیت اللہ میں داخل کر دیتا۔“

کعبۃ اللہ کی عمارت ساٹھ برس تک یونہی رہی اور اسے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سنی ہوئی حدیث کے مطابق حضورؐ کی خواہش پر قواعدِ ابراہیم پر تعمیر کرایا۔حطیم کو اندر شامل کر لیا گیا۔مشرق و مغرب میں دو دروازے رکھے گئے جو زمین کے برابر تھے۔ایک دروازہ اندر آنے اور دوسرا باہر جانے کے لیے تھا۔ بیت اللہ کی چھت پر پرنالہ رکھا۔تعمیر کے لیے یمن سے چونا منگوایا گیا۔جس میں درس (زرد گھاس) ملی ہوئی تھی۔مصری کتان کا غلاف چڑھایا اور تعمیر مکمل ہونے پر بہت سے غلام آزاد کیے۔اونٹ اور بکریاں ذبح کی گئیں۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دیگر قریشیوں کے ساتھ برہنہ پا مسجد عائشہ جا کر عمرے کا احرام باندھا مسجد عائشہ مقام تنعیم ہے اور ایک موقعہ پر جب حضرت عائشہؓ عمرے کا احرام نہیں باندھ سکی تھیں تو حضورؐ نے انہیں اس مقام پر بھیجا تھا تا کہ وہ احرام باندھ کر عمرہ ادا کر سکیں۔اس مقام پر اب ایک خوبصورت مسجد اور غسل کا وسیع انتظام ہے۔یہ مسجد رات کو روشنیوں میں بڑا دلفریب منظر پیش کرتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر 64ھ میں ہوئی۔اس وقت امیر معاویہؓ خلیفہ تھے۔یہ ان کی خلافت کا آخری دور تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تین دن استخارہ کرنے کے بعد اسے حضرت عائشہؓ کی حدیث کے مطابق ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرایا۔73ھ میں حجاج بن یوسف نے آپؓ کو شہید کر دیا۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کئی اعزازات کے مالک ہیں۔وہ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے، حواریٔ رسولؐ حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت اسماءؓ کے صاحبزادے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہونے والے سب سے پہلے مسلمان بچے تھے۔آپؓ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہی پالا تھا اور ایک طرح سے انہیں اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔

آپؓ کی تعمیر کے دس سال بعد 74ھ میں اس وقت کے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے حکم پر بیت اللہ شریف کو توڑ کر قریشی تعمیر کے مطابق بنوایا گیا۔خلیفہ کے حکم پر لمبائی اس طرح رہنے دی گئی اور حطیم کو

Marfat.com

پھر باہر کر دیا گیا۔یعنی اس پر چھت نہیں ڈالی گئی اور دوسرا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔

خلیفہ عبدالملک کا خیال تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے (اپنی خالہ) حضرت عائشہؓ سے کچھ نہیں سیکھا بلکہ از خود تعمیر میں اضافہ کر دیا۔ بعد میں اسے اصل حدیث معلوم ہوئی تو وہ بہت نادم ہوا اور بولا ''کاش میں ابن زبیرؓ کی تعمیر کو اسی طرح رہنے دیتا'' اس نے بڑا خرچ کیا۔

حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔حضرت حارث بن عبداللہؓ نے اس حدیث میں یوں اضافہ کیا ہے:

''آؤ میں تمہیں اصل پہلو بتا دوں۔شاید کسی وقت تیری قوم پھر اسے اس کی اصلیت پر بنانا چاہے۔آپؐ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حطیم میں سے قریباً سات ہاتھ اندر داخل کرنے کو فرمایا اور فرمایا میں اس کے دروازے بنوا دیتا ایک آنے کو اور دوسرا جانے کو۔ دونوں دروازے زمین کے برابر رکھتا، ایک مشرق کی سمت اور دوسرا مغرب کی جانب، جانتی بھی ہو کہ تمہاری قوم نے دروازے کو اتنا اونچا کیوں رکھا ہے۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ مجھے خبر نہیں۔تو آنحضرتؐ نے کہا کہ محض اپنی بڑائی اور اونچائی کے لیے کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور جسے چاہیں داخل نہ ہونے دیں۔''

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے دورِ اقتدار میں امام مالکؒ سے پوچھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں کعبہ کو حضرت ابن زبیرؓ کی تعمیر کے مطابق بنا دوں۔جس پر امام مالکؒ نے خلیفہ سے کہا کہ آپ اس طرح نہ کریں ایسا نہ ہو جائے کہ بیت اللہ بادشاہوں کا کھلونا بن جائے جو آئے دن اپنی طبیعت کے مطابق توڑ پھوڑ کرتے رہیں۔چنانچہ خلیفہ نے کہا یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کعبہ کو بار بار چھیڑنا ٹھیک نہیں۔

آخری تعمیر کا ارادہ سلاطین آل عثمانؒ میں سے سلطان مراد رابع ابن سلطان احمد نے کیا۔اصل میں 19 شعبان 1039ھ بروز بدھ مکہ میں سخت بارش ہوئی۔نصف سے زیادہ بیت اللہ شریف بھی پانی میں ڈوب گیا۔اگلے روز شامی دیوار دونوں طرف سے گر گئی۔چوکھٹ کے سوا مشرقی دیوار بھی باقی نہ رہی۔مغربی دیوار کا کچھ حصہ زمین بوس ہو چکا تھا۔شامی دیوار سے ملحق چھت کا ایک حصہ اپنی جگہ نہ رہ سکا۔چنانچہ سلطان مراد نے اس کی تعمیر کا حکم دیا جو حجاج کی بنیادوں پر ہی ہوئی یہ تعمیر 1040ھ میں مکمل ہوگئی۔

سلطان احمد بن سلطان محمد بن مراد بن سلیم نے بیت اللہ شریف کی دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا۔وہ ایک اینٹ پر سونا اور ایک پر چاندی چڑھانا چاہتا تھا مگر علماء نے اسے روک دیا۔لہٰذا اس نے ایک ٹوٹی ہوئی دیوار پر

Marfat.com

اسی ہزار دینار کے خرچ سے پیتل لگوانے پر اکتفا کیا۔ اس کے بعد بیت اللہ کو کسی نے نہیں چھیڑا اور یہ صدیوں سے پورے جلال کے ساتھ اسی طرح قائم و دائم ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور قریش کی تعمیر کے درمیان 2645 برس حائل ہیں۔ ابن زبیرؓ نے قریش کے 82 سال بعد اور حجاج نے اس کے دس سال بعد تعمیر کی۔ سلطان مراد کی تعمیر اس کے 966 برس بعد ہوئی جو آج تک باقی ہے۔

Marfat.com

حدودِ حرم اور غلافِ کعبہ

حدودِ حرم بیت اللہ شریف سے کہاں تک ہیں — ؟ اس کا تعین خود رب ذوالجلال نے کیا اور حضرت جبرائیل امینؑ کو آگاہ کیا۔ یہ تعین کب اور کیسے ہوا اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔ امکان غالب ہے کہ یہ حد بندی اس وقت کردی گئی تھی جب پہلی بار بیت اللہ کی بنیاد رکھی گئی۔ تاہم اس کی معلوم تاریخ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی بنیاد پر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حدودِ حرم کے پتھر حضرت ابراہیمؑ نے گاڑے یہ حد بندی آپؑ نے حضرت جبرائیلؑ کی ہدایت پر کی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد قصیٰ بن کلاب نے ان پتھروں کو تبدیل کیا۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت تمیم ابن اسد الخزاعیؓ کو پرانے پتھروں کی جگہ نئے پتھر لگانے کی ذمہ داری سونپی۔ چنانچہ آپؓ نے پتھر تبدیل کیے۔ بعد میں کئی بار ان پتھروں کو تبدیل کیا گیا۔ حضرت عمرؓ، حضرت معاویہؓ، عبدالملک بن مروان، مہدی باللہ اور مقتدر باللہ العباس نے پرانے کی جگہ نئے پتھر لگائے۔ ظاہر ہے انہوں نے صرف پتھر تبدیل کیے۔ کوئی بھی حدود اللہ کے برعکس پتھروں کی جگہ تبدیل کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا تھا۔ ان ادوار کے بعد بھی پتھروں کو تبدیل کیا جاتا رہا۔ تاریخ سے ملنے والی شہادتوں کے مطابق تنعیم کی جانب کے پتھر راضی باللہ اور عرفات کی جانب کے پتھر امیر مظفر صاحبِ اربل نے نئے سرے سے لگوائے۔ ان دونوں حکمرانوں کے بعد عبدالملک المظفر اور سلطان احمد بن العثمان اول نے یہ فریضہ سرانجام دیا۔

یہاں آپ کو ایک دلچسپ بات بتاتے چلیں۔ تاہم یہ بھی اللہ کے حکم سے ہی تھا کیونکہ پتہ پتہ رضائے الٰہی کے تابع ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے بکریاں پال رکھی تھیں اور وہ بیت اللہ کے اردگرد چرتی تھیں لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا کہ ان میں سے کوئی ایک بکری بھی ان پتھروں کی حدود سے باہر گئی ہو بلکہ وہ ہمیشہ حدودِ حرم کے اندر ہی رہیں۔

یہاں ضروری ہوگا کہ ان حدود کا بھی ذکر کردیا جائے جن کے اندر کی سرزمین انتہائی محترم، مقدس اور پاک قرار دی گئی ہے۔ جہاں جہاں حدود کے پتھر لگائے گئے ہیں۔ بیت اللہ شریف سے اس جگہ کا فاصلہ ایک جیسا نہیں۔

تاریخ مکہ مکرمہ مرتب کردہ شعبہ تحقیق وتالیف دارالسلام کے مطابق مکہ مکرمہ کی طرف آنے والے

Marfat.com

بڑے بڑے راستوں پر حدودِ حرم کے نشانات لگا دیئے گئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

1- مغرب کی طرف جدہ روڈ پر مقام ''شمیسی'' جسے ''حدیبیہ'' کہا جاتا تھا۔ یہ مکہ مکرمہ سے 22 کلومیٹر دور ہے۔

2- جنوب کی طرف ''تہامہ'' سے یمن کے راستے پر ''رضاءۃ لبن'' (پہاڑ کا نام) کا مقام جو مکہ مکرمہ سے 12 کلومیٹر دور ہے۔

3- مشرق کی جانب ''وادی عُرنہ'' کا مغربی کنارہ جو مکہ مکرمہ سے 15 کلومیٹر دور ہے۔

4- شمال مشرق کی طرف ''جعرانہ'' کے راستے پر بستی ''شرائع المجاہدین'' کے قریب اور یہ مکہ مکرمہ سے 16 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

5- شمال کی طرف مقام ''تنعیم'' بیت اللہ سے صرف 7 کلومیٹر دور ہے۔

مسجد عائشہ کی طرف جائیں جواب مکہ شہر کا حصہ ہی ہے تو آپ کو بورڈ لگا نظر آئے گا کہ یہاں سے حدودِ حرم شروع ہوتی ہے اور اسی بورڈ کے دوسری جانب حدودِ حرم کے اختتام کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ یہ بورڈ مسجد عائشہ سے باہر مکہ کی جانب ہے یعنی مسجد شہر میں ہونے کے باوجود حدودِ حرم سے باہر ہے تاہم اس کے وضو خانے اور غسل خانے حدودِ حرم کے اندر ہیں۔

○

اب غلاف کعبہ کی طرف آتے ہیں۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ حضورؐ کے دور میں کعبہ اٹھارہ ہاتھ کا تھا اور اس پر قباطی کا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ آج زمین سے چھت تک یہ عمارت پندرہ میٹر بلند ہے۔ حجرِ اسود زمین سے ڈیڑھ اور دروازہ دو میٹر بلند ہے۔ بیت اللہ شریف پر سب سے پہلے ریشمی غلاف حجاج بن یوسف نے چڑھایا۔

ابن ہشام نے قوم سبا کے بادشاہ تبع کے بارے میں ایک روایت بیان کی ہے۔ تبع یمنی بادشاہوں کا ایک سلسلہ تھا جس کے بادشاہ اسد الحمیری کو خواب میں ہدایت کی گئی کہ بیت اللہ پر غلاف چڑھایا جائے۔ چنانچہ تبع نے ایک روایت کے مطابق ٹاٹ اور دوسری کے مطابق چمڑے کا غلاف چڑھایا۔ پھر خواب آیا کہ اس سے بہتر غلاف چڑھائے تو اس نے سرخ دھاری دار یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ اس کپڑے کا نام یمن کے ایک شہر ہی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ خواب ایک بار پھر آیا تو اسد الحمیری نے علا اور وصائل کے کپڑے استعمال کر کے غلاف تیار کیا۔ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے والا تبع پہلا شخص تھا۔ اس نے بیت اللہ کے منتظمین

Marfat.com

(بنو جرہم) کو تا ابد کے لیے وصیت کی کہ اس مقدس و محترم گھر پر غلاف چڑھایا جاتا رہے۔ اس نے حکم دیا کہ حرم کو پاک صاف رکھا جائے۔ خون، مردار، نجس اور چیتھڑے اس کے پاس نہ آنے دیئے جائیں۔ تبع نے بیت اللہ کا دروازہ بنوایا اور قفل و کلید کا انتظام کیا۔

زمانہ جاہلیت میں تبع کے بعد بھی بہت سے لوگوں نے غلاف تیار کرائے اور انہیں کسی معین وقت کے بغیر کعبہ کی زینت بنایا گیا۔ ان غلافوں میں معاضر، سرخ دھاری دار، ہلکے باریک اور کامدار کپڑے کا استعمال ہوا۔ پہلا غلاف اتارے بغیر ہی اس پر نیا غلاف چڑھا دیا جاتا تھا۔ قصی بن کلاب کے دور سے قریش نے باہمی تعاون کے ساتھ ذمہ داری قبول کی۔ بعد میں ایک تاجر ابو ربیعہ بن مغیرہ مخزومی ان کا شراکت دار بن گیا۔ ایک سال وہ اور دوسرے سال قریش غلاف چڑھاتے۔ تاجر غلاف کے لیے یمن کے شہر جند سے دھاری دار کپڑا لایا کرتا تھا۔ قریش نے ابو ربیعہ کو عدل کا نام دیا اور اس کی اولاد بنو عدل کہلائی۔

سیدنا عباسؓ کی والدہ محترمہ نتیلہ بنتِ حباب وہ واحد خاتون تھیں جنہوں نے کعبہ پر غلاف چڑھایا۔

فتح مکہ کے وقت ایک عورت کی وجہ سے غلاف کو آگ لگ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ قباطی کپڑے کے غلاف چڑھاتے تھے۔ امیر معاویہؓ عاشورہ کے دن ریشم اور رمضان کے آخر میں مصری قباطی کپڑے کا غلاف استعمال کیا کرتے تھے۔ یزید بن معاویہ، سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک بن مروان نے ریشمی کپڑے سے غلاف بنوائے۔ 8 ذوالحجہ کو اوپر قمیض کے طور پر ریشمی اور نیچے ازار کے طور پر قباطی غلاف ہوتا۔ ازار عاشورہ پر پہنایا جاتا اور ریشمی غلاف 27 رمضان المبارک تک رہتا۔ مامون تین قسم کے غلاف استعمال کرتا تھا۔ 8 ذوالحجہ کو سرخ ریشمی، یکم رجب کو قباطی اور 27 رمضان المبارک کو سفید ریشمی غلاف کعبہ کی زینت بنتا۔ خلیفہ ناصر عباسی نے پہلے سبز اور پھر سیاہ غلاف استعمال کیا اور اس وقت سے آج تک سیاہ غلاف ہی استعمال ہو رہا ہے۔

عباسی دور ختم ہوا تو یمن کا بادشاہ ملک مظفر مصر کے بادشاہوں کے ساتھ باری باری غلاف بنواتا۔ ملک ظاہر بیبرس وہ پہلا مصری حکمران تھا جس نے عباسیوں کے بعد 661ھ میں غلاف چڑھایا۔ اس کے نوے سال بعد اسمٰعیل بن ناصر نے وقف قائم کر دیا لہٰذا کعبہ کے لیے ہر سال سیاہ رنگ کا غلاف بنایا جاتا۔ بعد میں یہ وقف ختم کر کے غلاف سرکاری خرچ پر تیار ہونے لگا اور ترکی کی عثمانی سلطنت نے اندرونی غلاف کی ذمہ داری قبول کر لی۔

810ھ میں غلاف کا برقع تیار کیا گیا۔ یہ منقش برقع صرف دروازے کے لیے تھا۔ یہ سلسلہ چھ برس تک کسی رکاوٹ کے بغیر جاری رہا مگر دو سال کا تعطل آ گیا۔ یہ تعطل پہلا اور آخری ثابت ہوا۔ جس کے بعد

Marfat.com

آج تک برقع کی تیاری جاری ہے۔

موجودہ سعودی دور میں جہاں حرمین الشریفین کی توسیع و تزئین کے لیے بڑا کام کیا گیا اور کیا جارہا ہے وہاں غلاف کعبہ کی تیاری پر بھی خصوصی توجہ دی گئی اور اس کے لیے باقاعدہ الگ کارخانہ بنایا گیا۔ یہ فریضہ شاہ فیصل مرحوم نے 1382ھ میں انجام دیا۔ اس کے پندرہ برس بعد یعنی 1397ھ میں ''ام الجور'' میں اس کارخانے کی نئی عمارت بنائی گئی جس میں جدید مشینری بھی فراہم کی گئی۔ جدید ترین آلات کی تنصیب کے باوجود ہنرمندوں کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے دستی کشیدہ کاری کو برقرار رکھا گیا کیونکہ اس کے حسن کا کوئی نعم البدل نہیں۔

یہاں ایک اور تاریخی اور دلچسپ امر کا ذکر کرتے چلیں۔ جو خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں ہے۔ یہ فتح مکہ سے ساٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے اور شاید رہتی دنیا تک یہ اعزاز اسی بچے کے حصے میں رہے گا۔ یہ بچہ بعد میں صحابیٔ رسول بنا۔ روایات میں بتایا گیا ہے کہ عام الفیل سے بارہ تیرہ برس قبل ایک خاتون خانہ کعبہ کے اندر گئیں۔ اس وقت اس مقدس اور محترم عمارت میں بت رکھے ہوئے تھے۔ یہ خاتون امید سے تھیں۔ اندر جانے کے بعد خاتون کو دردِ زہ شروع ہوگیا۔ اس کے لیے کوئی موقع نہیں تھا کہ باہر نکل کر اپنے گھر یا کسی قریبی مقام تک جاسکے لہٰذا اس نے خانہ کعبہ کے اندر ہی بچے کو جنم دے دیا۔ اس بچے کا نام حکیم بن حزام رکھا گیا۔ اس وقت شرک کا زمانہ تھا۔ لہٰذا حکیم بن حزام بھی مشرک ہی تھے۔ جب حضورؐ نے بعثت کا اعلان کیا تو انہوں نے اپنا مذہب برقرار رکھا تاہم فتح مکہ کے دوران اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ 120 سال عمر پانے والی اس شخصیت نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ یعنی وہ ساٹھ سال شرک کی حالت میں رہے اور ساٹھ سال ہی اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ آپؓ کا انتقال امیر معاویہ کے دور میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

عمر کے حوالے سے ایسی ہی صورتحال شاعر رسولؐ جناب حسان بن ثابتؓ اور ان کے خاندان کے بارے میں ہے۔ حسان بن ثابت نے بھی 120 برس کی عمر پائی۔ جس میں سے ساٹھ برس کفر اور ساٹھ برس اسلام کی روشنی تلے گزرے۔ ان کے باپ ثابت، دادا منذر اور پردادا نے بھی 120 برس کی عمر پائی تھی۔

Marfat.com

جب کعبہ کے پتھر اکھاڑے جائیں گے

بیت اللہ کی عمارت ابتدائے آفرینش سے بھی قدیم ہے اور مہ و سال اس کی قدامت کا پیمانہ بننے سے قاصر ہیں۔ یہ واحد عمارت ہے کہ مشرکوں سمیت کسی نے آج تک اس کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ کسی بادشاہ اور حکمران کو بھی یہ جرأت نہیں ہوئی۔ کچھ بدبختوں نے اسے تباہ کرنے یا اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ خود تباہ ہو گئے۔ یمن کے ابرہہ کا قصہ تو سب کو معلوم ہے اور اسی کے بارے میں سورۃ الفیل نازل ہوئی۔ خالد بن برمک کے اجداد میں سے ایک بدبخت نے معبد بنایا اور حج کرایا۔ اس معبد کے اردگرد خادموں کے لیے بھی 360 حجرے بنائے گئے تھے۔ بنوغطفان کے ظالم بن اسعد نے بھی ایسا ہی کیا مگر اس کے معبد کو زمین بوس کر دیا گیا اور زبیر بن خباب کلبی نے اس دشمن خدا کو جہنم واصل کر دیا۔

بیت اللہ شریف کبھی طواف کرنے والوں سے خالی نہیں رہا۔ کبھی انسان نہیں آئے تو دیگر مخلوقات کے طواف کی مثالیں موجود ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک دن سخت گرمی میں جب کوئی انسان نہیں آیا تو ایک سانپ کہیں سے نکل آیا اور اس نے طواف شروع کر دیا۔ جب حجاج کے ہاتھوں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہوئے تو لوگ ڈر کے مارے باہر نہ نکلے اور طواف کا یہ تسلسل ایک اونٹ نے پورا کر دیا۔ عبداللہ الغازی الہندی کی کتاب ''الافادۃ الانام'' میں لکھا گیا ہے کہ مالک اس اونٹ پر بہت زیادہ بوجھ لادتا تھا لہٰذا یہ بھاگ آیا اور حرم میں آ کر طواف کرنے لگا۔ لوگ آئے اور اسے پکڑنا چاہا مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ اونٹ نے سات چکر مکمل کیے، حجر اسود کے پاس آیا۔ پھر رواں آنسوؤں کے ساتھ میزاب (پرنالہ) کی طرف بڑھا۔ یہاں وہ زمین پر گرا اور جان دے دی ــــ اللہ! اللہ! کیسا روح پرور واقعہ ہے۔ موت کے بعد لوگوں نے اسے صفا و مروہ کے درمیان دفن کر دیا۔

لیکن ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے کہ ہم سب اس طواف سے محروم رہ جائیں گے اسی لیے تو حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ طواف کی ہدایت کی تھی۔

مولا کریم نہ کرے کہ ہماری آنکھیں اس کی دید سے محروم ہوں اور یہ سانحہ ہماری زندگیوں میں پیش آئے، تاہم یہ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ یہ حدیثِ رسولؐ ہے۔ جسے جھٹلانے کی جسارت کا سوچا تک نہیں جا سکتا۔ یہ سانحہ کب ہوگا؟ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ہی علم ہے تاہم وہ دن لکھا جا چکا ہے جب بیت اللہ شریف اس

Marfat.com

دھرتی پر موجود نہیں ہوگا۔

آ گے دی گئی حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ پر ابھی کم از کم دو بار حملہ ہوگا ایک حملے میں تو حملہ آور اس مقدس اور بابرکت شہر تک پہنچنے ہی نہیں پائیں گے مگر دوسری بار.....؟

حدیث کی راوی حضورؐ کی زوجہ محترمہ عائشہ صدیقہؓ ہیں اور یہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ حدیث کے مطابق رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک لشکر کعبہ پر فوج کشی کرے گا۔ جب وہ مقام بیداء پر پہنچے گا تو اسے شروع سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ شروع سے آخر تک کیوں دھنسا دیا جائے گا جب کہ وہیں بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی جو ان لشکریوں میں سے نہیں ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! شروع سے آخر تک دھنسا دیا جائے گا۔ پھر اپنی نیتوں کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

مقام بیداء مدینہ شریف کے کچھ ہی دور ذوالحلیفہ کے بعد آتا ہے۔ ذوالحلیفہ وہ مقام ہے جہاں حج اور عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے۔ یہاں ایک خوبصورت مسجد ہے۔ نبی کریمؐ نے مدینہ سے احرام باندھنے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی احرام ذوالحلیفہ پر باندھا جائے گا۔ بیداء صحرائی علاقہ ہے اور شاہراہ ہجرہ کے دونوں جانب واقعہ ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کے حوالے سے یہی حدیث مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے۔ جس سے حملہ آوروں اور ان کے مقاصد کا یقینی تعین ہو جاتا ہے۔ سیارہ ڈائجسٹ کے آثار قیامت نمبر (صفحہ 84,85) پر لکھا گیا ہے احمد اور ابوداؤد نے ام سلمہؓ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ایک خلیفہ کی موت کے وقت قوم اختلاف کا شکار ہو جائے گی۔ ایک آدمی بھاگ کر مدینہ سے مکہ چلا جائے گا۔ اس کے بعد مکہ سے کچھ لوگ آئیں گے جو اسے زبردستی باہر نکال کر رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ مسلم نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا پناہ لینے والا بیت اللہ کی پناہ لے گا۔ اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ ابھی وہ وہیں ہوں گے کہ لشکر زمین میں دھنس جائے گا یعنی امام مہدی کعبہ شریف میں طواف کر رہے ہوں گے کہ لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور پہچانیں گے۔ وہی امام مہدی ہیں۔ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان وہ لوگ ان پر بیعت کریں گے جن کے پاس نہ کوئی فوج ہوگی، نہ ہی سازوسامان۔ وہ کعبہ شریف کی پناہ لیں گے۔ ان سے لڑنے کے لیے مسلمانوں کا ہی ایک لشکر مکہ کا رخ کرے گا لیکن مدینہ سے کچھ فاصلے پر ذی الحلیفہ کے مقام پر یہ لشکر زمین میں دھنس جائے گا جو ایک دو لوگ بچیں گے وہ باقی لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دیں گے۔ یعنی ظہور مہدی کی یقینی علامت ہے کہ ان سے لڑنے کے لیے آنے والی فوج راستے میں ہی تباہ ہو جائے گی۔ یہ دیکھ کر لوگ گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں ان کے ہاتھ پر

Marfat.com

بیعت کریں گے۔ شام کے ابدال، عراق کے اولیاء اور نیک لوگوں کی جماعتیں ان کے پاس آ کر بیعت کریں گی اور ہر شخص پر ان کی بیعت واجب ہو گی۔

اس حدیث سے واضح طور پر تعین ہو جاتا ہے یہ لشکر کس کا ہو گا۔ کہاں سے آئے گا اس کا اصل مقصد کیا ہے اور اس سے امام مہدی کی آمد کا علم ہو جائے گا۔

اس حوالے سے ایک اور حدیث ابن ماجہ جلد دوم کتاب الفتن باب جیش البیداء میں بھی ہے جس کی راوی ام المومنین حضرت صفیہؓ ہیں۔ آپؓ کے مطابق نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا لوگ اللہ کے اس گھر کو گرانے کی کوشش سے باز نہ آئیں گے حتیٰ کہ ایک لشکر اسے گرانے کی غرض سے آئے گا۔ جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا تو اول سے آخر تمام زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے، درمیان والے بھی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اگر کسی کو زبردستی اس لشکر میں شامل کیا گیا ہو تو آپؐ نے فرمایا اللہ اسے قیامت کے دن اس کی نیت پر اٹھائے گا۔

ان تینوں احادیث مبارکہ سے ایک اور خیال سامنے آتا ہے کہ ممکن ہے حضرت عائشہؓ اور حضرت صفیہؓ کی روایت کردہ احادیث اور حضرت ام سلمہؓ والی حدیث میں جن لشکروں کا ذکر ہے وہ دو مختلف لشکر ہیں اور ان کے مقاصد بھی مختلف ہیں۔ بہر حال! اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

اب اس حملے کی جانب آتے ہیں جس میں بیت اللہ کے پتھر اکھاڑے جائیں گے۔ بخاری اور مسلم کی احادیث میں نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ کعبہ کو چھوٹی پنڈلیوں والا ایک حبشی پھر خراب کرے گا۔ حضورؐ فرماتے ہیں گویا میں دیکھ رہا ہوں وہ سیاہ فام ایک ایک پتھر الگ کر دے گا۔ اس کا غلاف لے جائے گا اور اس کا خزانہ بھی۔ وہ ٹیڑھے ہاتھ پاؤں والا اور گنجا ہو گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا وہ کدال بجا رہا ہے اور برابر ٹکڑے کر رہا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے خانہ کعبہ کو حبشہ کا ''ذوالسویقتین'' برباد کرے گا اور اس کے پردے اتارے گا۔ گویا میں اس کو کدال چلاتے دیکھ رہا ہوں۔

امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ غالباً یہ ناشدنی واقعہ (جس کے دیکھنے سے اللہ ہمیں محفوظ رکھے) یاجوج ماجوج نکل چکنے کے بعد ہو گا۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ تم یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ شریف کا حج و عمرہ کرو گے۔

محمد طاہر الکردی کی تاریخ خانہ کعبہ کے مطابق ارزقی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے حدیث درج کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا خانہ کعبہ کی بے حرمتی خود حرم والے ہی کریں گے جب وہ وقت آئے گا تو عرب ہلاک ہو جائیں گے اور حبشی آ کر اسے برباد کر دیں گے اور اس کا خزانہ لوٹ کر لے جائیں گے۔

Marfat.com

اس حدیث میں خانہ کعبہ کے جس خزانے کا ذکر ہے وہ اب موجود ہے یا نہیں؟ کسی کو اس کا علم نہیں لیکن حدیث پاک سے خزانے کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ اس خزانے کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر سے ہوتی ہے۔ آپؑ نے اس مقصد کے لیے نو فٹ گہرا ایک کنواں کھود دیا تھا جس میں لوگ اپنے ہدیے ڈال دیتے تھے۔ کنواں داخلی جانب دائیں طرف کھودا گیا جسے قریش نے بھی برقرار رکھا اور اس پر اپنا سب سے بڑا بت ہبل کھڑا کر دیا جسے عمرو بن لحی نام کا ایک مشرک شام سے مکہ معظمہ لایا تھا اور یہاں بت پرستی کی ابتدا بھی اسی نے کرائی۔ روایات بتاتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے تعمیر کے وقت خزانہ شیبہ بن عثمان بن ابوطلحہ کے گھر رکھ دیا گیا۔ یہ گھر دارالندوہ کے برابر تھا۔ اب یہ مقام باب عبدالسلام کہلاتا ہے۔ باب بنی شیبہ بھی اسی جگہ تھا۔ بعد میں کعبہ کے لیے آنے والے تحائف اسی گھر میں رکھ دیئے جاتے تھے۔

مامون کے دور میں تبت کے ایک راجہ نے اسلام قبول کرنے سے قبل خالص سونے سے اپنا ایک بت بنایا جو چاندی کے تخت پر تھا اور اس کے سر پر جواہر و یاقوت کا تاج تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد راجہ نے یہ بت کعبہ کے لیے بطور ہدیہ بھیج دیا۔ اسے بھی شیبہ بن عثمان کے گھر میں رکھوا دیا گیا مگر اس سے پہلے تین دن تک اس کی عام نمائش کی گئی۔ 202ھ میں زید بن محمد نے یمنی حملہ آور ابراہیم بن موسیٰ کے مقابلے کے لیے اس بت کو سکوں میں ڈھال لیا۔ ابن مقع کے فتنہ کے خاتمے کے لیے محمد بن جعفر بن محمد نے اس خزانے سے پانچ ہزار دینار ادھار لیے جو بعد میں خلیفہ مامون الرشید نے کعبہ کے خزانے کو واپس کیے۔

خانہ کعبہ کے لیے بہت سے قیمتی تحفے آئے جس میں 1094ھ میں آنے والے پانچ فانوس بھی ہیں۔ ان فانوسوں سمیت کئی ایک تحائف بیت اللہ کی چھت کے ساتھ آج بھی لٹکے ہوئے ہیں۔ باقی تحائف کہاں ہیں اور ان کا کیا کیا گیا۔ تاریخ اس امر پر روشنی نہیں ڈالتی۔ تاہم اوپر دی گئی حدیث سے خزانے کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ باقی رب کریم بہتر جاننے والا ہے۔

Marfat.com

حجر اسود کا اغوا ـــــ حج کا انقطاع

تاریخ نے یہ سانحہ بھی دیکھا کہ حجرِ اسود کو بیت اللہ شریف سے بزور اغوا کر لیا گیا۔ اس انتہائی مقدس اور محترم مقام پر حجاج کرام کا قتل عام کیا گیا اور کئی سال تک حج منقطع رہا۔

یہ سانحہ 319ھ کا ہے۔ ذاتی انا کی تسکین کے سوا اس کی کوئی اور وجہ نہیں تھی جس شخص نے یہ سب کچھ کیا وہ ابوطاہر سلیمان قرمطی تھا جو بظاہر اسلام کا نام لیتا لیکن خود کو خدا کا اوتار بتاتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ رب العالمین عزاسمہ کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ یہ شخص اپنے باپ ابوسعید جنابی کے قتل کے بعد حکمران بنا۔ ابوسعید کو 301ھ میں اس کے ایک خادم نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ حکمرانوں کی ریت کے مطابق دو بھائیوں کے درمیان اقتدار کا کھیل شروع ہوا جس میں چھوٹے بھائی یعنی ابوطاہر قرمطی نے بڑے بھائی سعید کو شکست دی اور اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ پھر مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ تاتاریوں نے اسلام اور مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا جس قدر نقصان انہیں ابوطاہر کے ہاتھوں پہنچا۔ یہاں تک کہ حاجیوں کے قافلوں تک کو لوٹ کر حجاج کرام کو تہہ و تیغ کر دیا گیا۔ ابوالقاسم رفیق دلداری کی کتاب ’’جھوٹے نبی‘‘ میں حجر اسود کے اغوا، بیت اللہ میں حاجیوں کے قتل عام اور اس کے نتیجے میں حج کے انقطاع کی تفصیل موجود ہے۔

ابوطاہر قرمطی نے ہجر شہر کو اپنا دارالحکومت بنانے کے بعد وہاں ’’دارالہجرت‘‘ کے نام سے ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے دل میں سمائی کہ لوگ اس کی مسجد کا حج کریں اور مکہ کا حج ختم کر دیا جائے مگر لوگوں نے اس میں کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی تو یہ انا پرست شخص مکہ معظمہ پر چڑھ دوڑا۔ اس سال بغداد سے آنے والے حاجیوں کا قائد منصور ویلمی تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ مکہ میں ان لوگوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

ابوطاہر یوم ترویہ کو بہت بڑی فوج لے کر مکہ پہنچا۔ اس نے شراب پی اور پھر اپنے گھوڑے سے مسجد کے اندر پیشاب کرایا۔ اس وقت احرام باندھے ہوئے کچھ حجاج نماز اور کچھ طواف میں مصروف تھے۔ ابوطاہر کے حکم پر قرمطی ان حجاج پر پل پڑے۔ انہوں نے مال و اسباب لوٹ لیا اور حاجیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بیت اللہ شریف اور شہر میں ہزاروں لوگ ان کی تلواروں کا نشانہ بنے۔ صرف مسجد حرام میں ایک ہزار سات سو افراد کو شہید کیا گیا۔ اسلام کے لبادے میں اسلام کے ان بدترین دشمنوں نے اس قدر لوگوں کو شہید کیا کہ

Marfat.com

زمزم کا کنواں اور مکہ معظمہ کے ندی نالے اور گڑھے بھی لاشوں سے بھر گئے جن کی تدفین کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔

ابو طاہر نے بیت اللہ شریف کا دروازہ اکھڑوایا اور نہایت تکبر کے ساتھ حجاج کو پکار کر کہنے لگا اے گدھو! تم کہتے ہو جو کوئی بیت اللہ میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا۔ اب وہ امن کیا ہوا۔ ہم نے جو چاہا کیا جس کو چاہا زندہ رکھا اور جس کو چاہا صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

مکہ کا امیر ابو محلب اس کے سامنے بے بس تھا۔ اس نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو مکہ کے شرفاء کا ایک وفد لے کر ابو طاہر کے پاس گیا تاکہ حجاج اور مکہ والوں کی سفارش کر سکے مگر اس شقی القلب نے فوج کو اشارہ کر دیا۔ اب مقابلے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر تک مزاحمت کے بعد یہ چند لوگ درجۂ شہادت کو پہنچ گئے۔

یہاں ایک عجیب واقعہ ہوا اور قدرت الٰہی دیکھنے میں آئی۔ بیت اللہ شریف کی چھت پر سونے سے مرصع ایک پرنالہ ہے جسے ''میزاب رحمت'' کہتے ہیں۔ ابو طاہر قرمطی نے میزاب کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اس کی فوج کا ایک آدمی بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ محمد بن ربیع بن سلمان وہاں کھڑے تھے۔ وہ سخت دل گرفتہ ہوئے اور بول اٹھے کہ ''الٰہی! تیری بردباری کی کوئی حد نہیں۔'' اسی وقت چشمِ فلک نے دیکھا کہ اوپر چڑھنے والا قرمطی سر کے بل زمین پر گرا اور مر گیا۔ اب ایک اور شخص کو حکم دیا گیا کہ وہ اوپر چڑھ کر میزاب کو اکھاڑ دے لیکن اس کا حشر بھی پہلے سے مختلف نہیں ہوا۔ دو کی ہلاکت کے بعد تیسرے کو اس مقصد کے لیے اوپر جانے کو کہا گیا مگر وہ اتنا ڈرا کہ اس نے قرمطی کی بھی پروا نہ کی اور اوپر جانے سے انکار کر دیا۔ یہ صورتحال دیکھی تو ابو طاہر اپنی ضد سے باز آ گیا۔

قرمطیوں کو کچھ تو کرنا تھا۔ اس میں ناکام ہو کر وہ کعبہ شریف کے دروازے اور غلاف پر پل پڑے۔ انہوں نے دروازہ توڑ دیا اور غلاف کی دھجیاں بکھیر دیں جنہیں بعد میں ابو طاہر نے اپنے فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔ اس نے بیت اللہ شریف کے خزانے پر قبضہ کر لیا اور حجر اسود کو اکھڑوا لیا۔ مقام ابراہیم اس لیے بچا رہا کہ کعبہ کے خادموں نے مکہ کی ایک پہاڑی میں چھپا دیا تھا۔ اس سال حجاج کرام میدان عرفات میں نہیں ٹھہرے اور بغیر امام کے حج ادا کیا گیا۔

اس لعنتی نے زمزم کے قبہ کو مسمار کر دیا اور چند روز مکہ معظمہ میں اپنی ستم آرائیوں کے بعد 14 ذوالحجہ کو حجر اسود لے کر اپنے دارالحکومت ہجر کو واپس چلا گیا۔ جہاں حجر اسود کو اپنی مسجد کے مغربی جانب نصب کر دیا اور کعبۃ اللہ میں حجرِ اسود کی جگہ خالی ہو گئی۔ یہ جگہ قریباً 22 برس تک خالی رہی۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ

Marfat.com

جب حجرِ اسود کو لے جایا گیا تو راستے میں اس کے بوجھ سے یکے بعد دیگرے چالیس اونٹ ہلاک ہو گئے حالانکہ وہ زیادہ وزنی پتھر نہیں۔ جب یہ پتھر واپس لایا گیا تو ایک ہی اونٹ اسے لے کر آ گیا۔ ایک شخص حسین قرمطی حجرِ اسود کو لے کر مکہ شریف پہنچا تو اسے اس کی اصل جگہ پر نصب کر کے اردگرد قریباً 14 کلو چاندی کا حلقہ لگا دیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ خلیفہ مقتدر باللہ نے پتھر کی واپسی کے لیے ابوطاہر کو پچاس ہزار درہم کی پیشکش کی مگر اس نے انکار کر دیا۔ بعد میں خلیفہ مطیع کے دور میں تین ہزار درہم لے کر واپس کر دیا کیونکہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ لوگ حج کے لیے ہجر کی طرف آئیں لیکن کسی نے اِدھر کا رخ نہ کیا۔

حج کی ادائیگی کے لیے پرامن حالات کا ہونا ضروری ہے۔ ابوطاہر کی اس مذموم کارروائی سے امن تہہ و بالا ہو کر رہ گیا چنانچہ دس سال تک حج نہیں کیا جا سکا۔ آخر ابوطاہر کے ایک دوست ابوعلی عمر بن یحییٰ علوی نے اسے خط لکھا۔ جس میں تجویز دی گئی تھی کہ ہر حاجی سے پانچ دینار فی شتر لے کر حج کی اجازت دے دی جائے۔ وہ اس پر رضامند ہوا اور حج بحال ہو گیا۔ تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا کہ حاجیوں کو بھی ٹیکس ادا کرنا پڑا۔ بعد میں خلیفہ کے حاجب محمد بن یاقوت نے ابوطاہر کو خط لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ وہ حاجیوں سے تعرض چھوڑ دے اور حجرِ اسود واپس کر دے تو خلیفہ وہ تمام شہر اسی کے قبضہ میں رہنے دے گا جو اس وقت اس کے زیرِ نگیں ہیں۔ ابوطاہر نے اس خط پر حجرِ اسود تو واپس نہیں کیا تاہم جوابی خط بھیجا کہ آئندہ سے حاجیوں کے ساتھ کوئی تعرض نہ کیا جائے گا لیکن بعد میں حجرِ اسود بھی واپس کر دیا گیا۔

یہاں آپ کو ایک دلچسپ بات بتائیں جو علامہ سیوطی نے لکھی ہے کہ حجرِ اسود لینے کے لیے ایک عالم اور محدث شیخ عبداللہ 339ھ میں گئے۔ انہیں غلاف میں لپٹا ہوا ایک پتھر دیا گیا جو جعلی تھا۔ جناب عبداللہ نے فرمایا کہ حجرِ اسود پانی میں ڈوبتا ہے اور نہ آگ پر گرم ہوتا ہے۔ یہ پتھر پانی میں ڈوب گیا اور آگ پر گرم بھی ہو گیا۔ دوسرا پتھر دیا گیا تو اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تاہم تیسرا اصلی نکلا آپؒ اسے لیکر آ گئے۔ وہاں کے حاکم نے پوچھا کہ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی تو آپؒ نے بتایا کہ ہمیں یہ جناب رسول اللہؐ سے معلوم ہوا ہے۔

اس ملعون شخص کا انجام بہت برا ہوا۔ جو (توبہ نعوذ باللہ) خود خدا بن بیٹھا تھا۔ چیچک کے مرض کا شکار ہو گیا۔ اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنا یہ مرض ہی دور کر سکے۔ اس مرض کی وجہ سے اس کا جسم بکھر کر رہ گیا اور آخر وہ اپنی ''خدائی'' سمیت دوزخ کا عذاب سہنے کے لیے اگلے جہاں کو کوچ کر گیا۔

Marfat.com

حجرِ اسود اکھاڑنے کی دو اور سازشیں

کتب تاریخ میں حجرِ اسود کو طاقت کے بل پر حاصل کرنے کے علاوہ اسے غائب کر دیے جانے کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ پہلے واقعہ کا تعلق حضورؐ کے جدِ امجد میں سے فہر بن مالک کے دور سے ہے جو مکہ اور گردونواح کے قبائل کے رئیس تھے۔ دوسرا واقعہ اس وقت پیش آیا جب بنو جرہم شکست کھانے کے بعد مکہ مکرمہ سے نکال دیئے گئے۔

جناب فہر بن مالک کے دور میں یمنی قبیلوں نے کوشش کی کہ وہ طاقت کے ذریعے حجرِ اسود حاصل کر لیں اور یمن میں ایک اور کعبہ تعمیر کریں تا کہ لوگ مکہ جانے کی بجائے یمن میں آئیں۔ یہ یمنی ابرہہ سے پہلے کا قصہ ہے۔ اس وقت یمن کا حکمران حسان بن عبدالکلال الحمیری تھا۔ اس کے ذہن میں خناس سمایا لہٰذا اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور مکہ پر حملہ کر دیا۔ اس کے جواب میں فہر بن مالک کی قیادت میں مکہ کے سارے قبیلے متحد ہو گئے تا کہ دشمن کا مقابلہ کر کے حجرِ اسود کو بچایا جا سکے چنانچہ میدان جنگ گرم ہو گیا اور گھمسان کا رن پڑا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس جنگ میں یمنی فوج کو بدترین شکست اٹھانا پڑی۔ صرف یہی نہیں بلکہ حسان الحمیری گرفتار ہو گیا۔ اسے گرفتار کرنے کا سہرا فہر کے فرزند حارث کے سر رہا۔ یہ شخص فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کرنے سے قبل تین سال تک جنگی قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتا رہا۔ رہائی پانے کے بعد یہ یمن واپس جا رہا تھا کہ ایک اور قید اس کی منتظر تھی۔ یہ دائمی قید تھی موت نے گرفتار کر کے اس یمنی کو قبر تک پہنچا دیا۔ یمنیوں کے ساتھ ساتھ مکہ والوں کا بھی اس جنگ میں بہت زیادہ جانی نقصان ہوا تھا تاہم بہادر عربوں نے حجرِ اسود کو یمن کے قبضے میں جانے سے بچا لیا۔'

اب دوسرے واقعہ کی طرف آتے ہیں۔ مکہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد توحید پرست جب کہ بنو جرہم بت پرست تھے۔ بنو اسمٰعیلؑ نے بت پرستی اختیار کرنے سے انکار کر دیا جس پر برافروختہ ہو کر بنو جرہم نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ بنو اسمٰعیلؑ 207ء میں مکہ سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ جس کے بعد بنو جرہم نے کعبہ کی تولیت ہی نہیں مکہ کی حکومت بھی حاصل کر لی۔ یہ قبیلہ نہ صرف مکہ مکرمہ آنے والوں کو لوٹ لیتا بلکہ کعبۃ اللہ کے لیے جو تحائف آتے ان پر بھی قبضہ کر لیتا۔ آخر قصیٰ بن کلاب کے دور میں بنو خزاعہ نے بنو جرہم کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ بنو کنانہ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ فریقین میں سخت مقابلہ ہوا۔ بنو جرہم کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہونا پڑا لہٰذا انہیں مکہ چھوڑنے کا حکم دے دیا گیا۔

Marfat.com

لڑائی کے دوران ہی جب بنو جرہم کو یقین ہو گیا کہ انہیں فتح حاصل نہیں ہو سکتی تو انہوں نے کعبہ شریف کی ملکیت سونے کے دو قیمتی ہرن، تلواریں اور زرہیں اٹھائیں اور زم زم کے کنوئیں میں ڈال دیں۔ ابن اسحٰق کے مطابق انہوں نے حجرِ اسود کو بھی بیت اللہ شریف سے اکھاڑا اور دیگر اشیا کے ساتھ کنوئیں میں پھینک کر اسے مٹی سے بھر دیا تا کہ کوئی اور اس سے استفادہ نہ کر سکے۔ حجرِ اسود کو کنوئیں میں ڈالنے کا بہت کم مورخوں نے ذکر کیا ہے لیکن اس کی تردید بھی ممکن نہیں کیونکہ اس کے راوی ابن اسحٰق ہیں۔

بنو جرہم کی طرف سے کنواں بھرنے کے بعد آہستہ آہستہ لوگوں کو بھول گیا کہ باری تعالیٰ نے اس مقدس گھر میں ایک خاص کنواں جاری کیا تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کو اعزاز عطا کیا کہ وہ کنواں دریافت کریں تا کہ لوگ دنیا کے اس مقدس ترین پانی کو پی کر پھر سے اپنی پیاس بجھا سکیں۔

Marfat.com

کعبہ ـــــ کائنات کا مرکز

قرآن حکیم میں کعبہ شریف کو دنیا کا پہلا گھر قرار دیا گیا ہے جو عبادت کے لیے بنایا گیا۔ سائنسی حقائق بھی بتاتے ہیں کہ یہ خشکی کا پہلا ٹکڑا تھا جو معرض وجود میں آیا۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت پہلے ہی گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے پانی پیدا کیا۔ پانی کو ہوا پر ٹھہرایا پھر باری تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا بھیجی جس سے پانی میں ہلچل پیدا ہوگئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بیت اللہ والی جگہ قبلہ نما ٹیلہ پیدا کر دیا جہاں دو ہزار سال بعد بیت اللہ تعمیر کیا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ ہی کی روایت کے مطابق حضور پاک کا ارشاد ہے کہ پہلا ٹکڑا جسے اللہ رب العزت نے زمین میں سے پیدا کیا وہ بیت اللہ کی جگہ ہے۔ ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب زمین و آسمان بنائے جا رہے تھے تو پانی کی سطح میں سے سب سے پہلے نکلنے والا خشکی کا ٹکڑا یہی تھا جس پر یہ (متبرک گھر) واقع ہے۔ پھر اس کے نیچے سے بقیہ زمین کو پھیلایا گیا۔

جریدہ ''آرکائیو انٹرنیشنل'' میں ایک تحقیقی مضمون شائع ہوا ہے۔ مضمون میں لکھا گیا ہے کہ بگ بینگ نے جب پگھلے ہوئے لاوے اور چٹانی مواد کو اوپر دھکیلا تو سیاہ بسالٹ چٹانوں کی ایک پہاڑی وجود میں آئی۔ سائنسی تحقیق کے مطابق یہ دنیا کے قدیم ترین پتھر ہیں اور یہیں سے زمین کو پھیلایا گیا۔

المجلہ العربی کے اگست 1978ء کے شمارے میں ریاض یونیورسٹی کے شعبہ انجینئرنگ کے پروفیسر حسین کمال الدین کی تحقیق شائع ہوئی ہے۔ وہ مختلف شہروں سے قبلہ کی سمت معلوم کر رہے تھے۔ انہوں نے تمام براعظموں کے بارے میں ایک چارٹ بنایا۔ جو مکہ معظمہ سے فاصلے اور محل وقوع کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا تھا۔ پھر طول بلد اور عرض بلد کے حساب سے یکساں خطوط کھینچے۔ دیگر معلومات کے لیے انتہائی پیچیدہ اور جدید کمپیوٹر سافٹ ویئر استعمال کیا۔ دو سال کی لگاتار محنت کے بعد ان پر انکشاف ہوا کہ مکہ ہی کرۂ ارض کا مرکز ہے۔ گذشتہ صدی کے آخر میں حاصل کی گئی سیٹلائیٹ تصاویر سے بھی اس کو تقویت ملتی ہے۔ زمین کی پلیٹیں (Tectonic Plates) اپنی انتہائی لمبی جغرافیائی عمر کے وقت سے ہی باقاعدگی کے ساتھ عریبین پلیٹ کے گرد گھوم رہی ہیں گویا کہ یہ ان کا مرکز ہے۔

مصری نیشنل ریسرچ سنٹر کے ڈاکٹر عبدالباسط نے 16 جنوری 2005ء کو سعودی المجد ٹی وی کو انٹرویو دیا جس میں انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ نیل آرمسٹرانگ جب زمین سے خلا کی جانب جا رہے تھے تو

Marfat.com

انہوں نے زمین کی تصاویر لیں جن سے معلوم ہوا کہ یہ ایک معلق سیاہ کرہ ہے۔ ان کا خود سے سوال تھا کہ اسے کس نے معلق کیا ہے؟ ذہن نے جواب دیا کہ یہ باری تعالیٰ ہی ہے۔ پھر انہوں نے زمین سے نکلتی ہوئی کچھ شعائیں دیکھیں۔ جب کیمروں کو ان شعاؤں کی جانب فوکس کیا گیا تو وہ مکہ کی سرزمین تھی۔ خلا میں پہنچ کر انہوں نے پھر جائزہ لیا تو یہ شعائیں مسلسل آگے جا رہی تھیں۔ ناسا نے یہ معلومات اپنی ویب سائیٹ پر جاری کر دیں مگر 21 دن بعد ہی انہیں ہٹا لیا گیا۔ ان شعاؤں کا منبع اور مرکز کعبہ تھا۔ ڈاکٹر باسط کا کہنا ہے کہ یہ شعائیں زمینی کعبہ سے آسمانی کعبہ (بیت مامور) کی جانب جاتی ہیں۔

کعبہ زمین کے اس مقام پر ہے جہاں زمینی مقناطیسی قوتیں صفر ہیں۔ یہاں قطب نما رکھ دیا جائے تو اس کی سوئی حرکت نہیں کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ میں رہنے یا مکہ کی طرف سفر کرنے والا لمبی عمر پاتا ہے اور صحت مند رہتا ہے۔ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے بھی آپ اپنے اندر توانائی داخل ہوتے ہوئے محسوس کرتے ہیں کیونکہ آپ زمینی مقناطیسی قوت سے باہر ہوتے ہیں۔

مختلف احادیث اور روایات بتاتی ہیں کہ آسمانی کعبہ زمینی کعبہ کی بالکل سیدھ میں ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ کعبہ زمین کا ہی نہیں پوری کائنات کا مرکز ہے۔ قرآن پاک میں مکہ معظمہ کو ''ام القریٰ'' یعنی شہروں کی ماں کہا گیا ہے اور خاندان میں ماں کی حیثیت مرکزی ہوتی ہے لہٰذا شہروں میں یہی حیثیت مکہ کی ہے اور سب شہر اسی مرکز سے پھیلے ہیں۔

بیت اللہ شریف کا طواف اینٹی کلاک وائز (گھڑی کی مخالف سمت) کیا جاتا ہے۔ کائنات میں ایٹم سے لے کر کہکشاؤں تک ہر چیز اپنے رب کے حکم سے اینٹی کلاک وائز ہی متحرک ہے۔ زمین کی تمام پلیٹیں عریبین پلیٹ کے گرد اسی طرح حرکت میں ہیں۔ انسانی خون اپنے مرکز سے اینٹی کلاک وائز حرکت کرتا ہے۔ پروٹین مالی کیولز کی حرکت بھی ایسے ہی ہے۔ ماں کے رحم میں بیضا جب کہ مادہ تولید میں جرثومہ اپنے ہی گرد گھڑی کی مخالف سمت حرکت کرتے ہوئے بیضئ انثی تک پہنچتا ہے۔ زمین اپنے گرد اور سورج کے گرد —— سورج اپنے گرد اور تمام کہکشاؤں کے مرکز کے گرد اسی طرح متحرک ہے۔

قطر کی ایک کانفرنس میں قرار دیا گیا کہ گرینچ کا معیاری وقت برطانیہ کا مسلط کردہ ہے۔ دنیا کا مرکز چونکہ مکہ ہے لہٰذا اس کے وقت کو معیاری قرار دیا جائے۔ ویسے بھی اس مقدس ترین شہر کو دنیا کے تمام شہروں پر فضیلت کا حق ملنا چاہیے۔

آخر میں کیرن آرمسٹرانگ کی کتاب خدا کے لیے جنگ (The Battle For God) سے ایک مختصر سا اقتباس جو مذکورہ مضمون کا حصہ نہیں۔ وہ لکھتی ہیں کعبہ کی ساخت پر ماہر نفسیات سی۔ جی۔ ژونگ

Marfat.com

(1875-1961) کا جیومیٹریکل پیٹرن کا نظریہ صادق آتا ہے۔ پلوٹارک، اووڈ اور ڈائیونیسیس جیسے کلاسیکی مصنفین نے عبادت گاہوں کو گول یا چوکور بیان کیا تھا۔ جو کہ ان کے خیال کے مطابق کائنات کے بنیادی ڈھانچے کی عکاسی کرتی تھیں۔ ان کے خیال کے مطابق کوئی عبادت گاہ کائنات کو انتشار سے نکال لانے اور اسے ایک حقیقت کا روپ دینے کی ترجمانی کرتی ہے۔ ژونگ کا خیال تھا کہ جیومیٹریکل ہیئت کائناتی نظام کی عکاس ہے اور ہر حقیقت کی اساس ایک دائرے میں ایک مربع ہے۔

Marfat.com

مسجد حرام ــــ ماضی اور حال

مسجد حرام کیا ہے ــــ؟ خانہ کعبہ پر موجود مسجد کو مسجد حرام یعنی حرمت والی مسجد کا نام خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہی نام مسجد نبویؐ کے حصے میں آیا ہے تاہم موضوع بیت اللہ شریف کی مسجد ہے۔ بعض لوگ اس سے مراد خانہ کعبہ کو لیتے ہیں۔ علماء کا ایک گروہ کعبہ کے اردگرد کی جگہ کو یہ مقام دیتا ہے غالباً ان کا مطلب خانہ کعبہ کے گرد موجود صحن (مطاف) ہے۔ کچھ کے نزدیک اس میں پورا مکہ شہر شامل ہے۔ تاہم ایک گروہ اس پورے علاقے کو مسجد قرار دیتا ہے جہاں تک شکار کھیلنا منع ہے۔ یہ پورا علاقہ حرم کی حد ہے۔ ان میں سے ہر گروہ کے پاس اپنے موقف اور استدلال کو سچ ثابت کرنے کے لیے حوالے موجود ہیں۔

ان میں سے کون صحیح اور کون غلط ــــ؟ ہمیں اس بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پیشِ نظر اس وقت بیت اللہ کے گرد موجود مسجد ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی وسیع ہو جائے۔ مسجد حرام ہی کہلائے گی اور توسیع شدہ علاقے یا عمارت کا شمار بھی مسجد ہی میں ہوگا۔ رسول اللہ کی زندگی میں یہ جگہ بہت محدود اور بیت اللہ شریف کے اردگرد لوگوں کے گھر تھے۔ آج یہ مسجد ماشااللہ اتنی وسیع ہو چکی ہے کہ لاکھوں فرزندان اسلام بیک وقت اس میں سما جاتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔ مستقبل کے منصوبوں میں اس کی مزید توسیع زیادہ دور کی بات نہیں۔ مسجد نبویؐ کے بارے میں نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ میری مسجد میں توسیع ہوتی رہے گی۔ اس فرمان کی رو سے توسیع شدہ حصہ بھی مسجد نبویؐ ہی کہلائے گا۔ بیت اللہ شریف کے بارے میں بھی صورتحال مختلف نہیں ہو سکتی۔

عہد نبویؐ اور عہد صدیقیؓ میں مسجد حرام محض بیت اللہ شریف کے صحن تک محدود تھی مگر اس میں بھی رہائش گاہیں تھیں۔ مشرقی جانب چاہِ زم زم اور باب شیبہ دوسری سمتوں میں ایک ایک سبز ستون تھا۔ ان ستونوں پر چراغ لٹکائے جاتے تھے۔ یعنی مسجد کی حد موجود مطاف (صحن) سے بھی کم تھی اور لوگوں کے گھر ایک طرح سے اس کی چار دیواری تھے۔

سب سے پہلی توسیع خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ نے 17ھ میں کرائی۔ آپؓ نے مالکان کو قیمت ادا کر کے اردگرد کے مکان خریدے انہیں گرایا اور ان کی جگہ باقاعدہ چار دیواری بنا دی۔ پہلی توسیع کے بعد مختلف ادوار میں توسیع ہوتی رہی۔ حضرت عمرؓ کے بعد خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ نے 26ھ میں مزید گھر خریدے اور انہیں گرا کر مسجد میں شامل کر دیا تیسری توسیع حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تھی۔ انہوں نے یمنی اور

Marfat.com

سامی رکن یعنی مشرق کی سمت کو وسیع کیا۔ 26 برس بعد 91ھ میں ولید بن عبدالملک نے مسجد کو مزید آگے بڑھایا۔ پانچویں بار اضافہ دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے 137ھ میں کیا جس سے مسجد ڈیڑھ گنا ہوگئی۔

ابوجعفر منصور کے بیٹے مہدی عباس نے 160ھ اور پھر 167ھ میں دوبار توسیع کی۔ اصل میں اس پر کام تو پہلے ہی شروع ہوگیا تھا مگر اس کی تکمیل مہدی عباس کے بیٹے ہادی کے دور میں ہوئی۔ مہدی عباس نے مال وزر کی پروا نہیں کی اور اپنے والد کی توسیع کے آگے دو برآمدے تعمیر کرائے۔ اس نے مسجد حرام کو مربع شکل دی تاکہ کعبہ شریف درمیان میں رہے۔

قریباً سوا سو سال تک مسجد اسی طرح رہی۔ معتمد باللہ عباسی برسراقتدار آئے تو انہوں نے 281ھ میں کام شروع کر دیا جو 284ھ میں مکمل ہوا۔ اب دارالندوہ بھی مسجد کا حصہ بن گیا۔ اس میں محراب، برآمدے اور ستون بنائے گئے۔ چھت پر جنگلا اور مینار 360ھ میں بنا۔ خلیفہ مقتدر باللہ نے باب الخیاطین اور باب بنی جمع کے درمیان واقع صحن کو مسجد میں شامل کیا اور دونوں دروازوں کی جگہ ایک بڑا دروازہ باب ابراہم بنایا۔ یہ دروازہ حضرت ابراہیمؑ کے نام پر نہیں تھا۔ اصل قصہ یوں ہے کہ اس کے سامنے ابراہیم نامی ایک درزی بیٹھا کرتا تھا۔ اس دروازے کو اسی کے نام سے شہرت مل گئی۔

پھر کئی سو سال تک شاید کسی کو توسیع کا خیال نہیں آیا۔ 802ھ میں مصر کے بادشاہ برقوق کے دور میں مسجد میں آگ لگ گئی۔ جس سے عمارت کو بہت نقصان پہنچا۔ لہٰذا بادشاہ نے عمارت دوبارہ تعمیر کرائی اور ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈلوا دی۔ کئی بار کی مرمت کے باوجود اس میں ٹوٹ پھوٹ کو روکا نہ جاسکا۔ قریباً پونے دو سو سال بعد سلطان سلیم نے موجودہ عمارت کو گرا کر نئی عمارت بنانے کا حکم دیا۔ جس پر لکڑی کی چھت نہیں ڈالی گئی بلکہ اسے گنبدوں کی شکل میں تعمیر کیا گیا۔ یہ تعمیر 979ھ میں شروع ہوئی مگر سلطان سلیم اللہ کو پیارے ہوئے اور یہ کام ان کے بیٹے سلطان مراد کے دور میں 984ھ میں مکمل ہوا تاہم اسے بھی توسیع نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ عمارت کی تعمیر نو تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ مقتدر باللہ کے دور کے بعد مسجد کی حدود میں ایک ہزار اناہتر برس تک اضافہ نہیں ہوا۔ جب کہ نمازیوں کی تعداد کئی گنا بڑھ چکی تھی۔ دوسری طرف مسجد کے اردگرد عمارتیں شتر بے مہار کی طرح سر اٹھا رہی تھیں۔ صفا، مروہ کے درمیان تو بہت تھوڑی سی جگہ بچی جس سے سعی کرنے والوں کو بہت دشواری پیش آتی۔ اس جگہ کے اردگرد دکانیں بھی تھیں جو مزید پریشانی کا باعث بنتیں لیکن کسی حکمران یا کسی بادشاہ نے توجہ دینے کی ضرورت نہ سمجھی۔

موجودہ حکمران خاندان کے شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے اس کا احساس کرتے ہوئے فوری

Marfat.com

اقدامات کیے۔ سب سے پہلے 1370ھ میں مسجد نبوی میں توسیع شروع کرائی گئی۔ 5 محرم 1375ھ کو یہاں کام پورا ہوا تو مسجد نبوی میں استعمال ہونے والی مشینری مسجد حرام پہنچ گئی چنانچہ مسجد کی مرمت ہوئی سفید سنگِ مرمر کا فرش بنایا گیا۔ سعی والی جگہ پر فرش کے ساتھ ساتھ پختہ سائبان بنا۔ اس جگہ چند عشرے قبل شاہ شریف حسین بن علی نے بھی سائبان لگوایا تھا۔

تاریخ کچھ آگے بڑھتی ہے اور شاہ سعود بن عبدالعزیز کا دور آتا ہے۔ انہوں نے سعی والی جگہ کے اردگرد گھر گرا دیئے اور اسے نہ صرف دو منزلہ تعمیر کیا بلکہ صفا اور مروہ آنے جانے کے لیے الگ الگ راستے بنا دیئے۔ جنوبی سمت میں عمارتوں کو منہدم کر کے دو منزلہ برآمدہ معرضِ وجود میں آیا۔ پرانے ساتوں میناروں کی جگہ نئے مینار بنائے گئے۔ دروازوں کی تعداد بڑھا کر 51 کر دی گئی۔ پوری مسجد کے نیچے تہہ خانہ تعمیر ہوا۔ اس توسیع سے پہلے مسجد حرام کا رقبہ 27850 مربع میٹر تھا جو اب 180850 مربع میٹر ہو گیا۔ یعنی مسجد پہلے کی نسبت چھ گنا بڑی ہو گئی اور اسے خوبصورت بنانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔

پھر شاہ فہد برسرِ اقتدار آتے ہیں۔ ان کا دور حرمین الشریفین کے لیے سنہری حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں باب عمرہ اور باب عبدالعزیز پر دوسری منزل تعمیر کی گئی۔ اور ایک نیا بڑا دروازہ باب فہد بنایا گیا۔ 1991ء میں ہمیں حج کی سعادت نصیب ہوئی تو اس وقت یہ ساری جگہ زیرِ تعمیر تھی جو جلد ہی تکمیل کے مراحل طے کر گئی۔ صرف یہی نہیں مسجد کی چھت کی مرمت کر کے وہاں نماز کا بندوبست کیا گیا اور اوپر جانے کے لیے مختلف مقامات پر تین خودکار برقی سیڑھیاں بنائی گئیں۔

باب فہد کے علاوہ مزید 14 دروازے تعمیر ہوئے اس حصے کے تہہ خانے میں جانے کے لیے سنگِ مرمر کی سیڑھیاں بنائی گئیں۔ مسجد کے تہہ خانوں کے لیے چار راستے پہلے ہی موجود تھے۔ شاہ فہد نے میناروں کی تعداد بھی سات سے نو کر دی یہ دو اضافی مینار باب فہد پر تعمیر کیے گئے۔ ان سعودی توسیعات سے مسجد پہلے کی نسبت نو گنا بڑی ہو گئی ہے کیونکہ یہ توسیع ستر ہزار مربع میٹر ہے۔

مسجد کی عمارت کے باہر وسیع و عریض صحن بنائے گئے ہیں نمازی زیادہ ہوں تو صحن میں بھی صفیں بنا لی جاتی ہیں اور ایسا قریباً ہر نماز کے وقت ہوتا ہے بلکہ اب تو یہ صحن بھی بھرے رہتے ہیں۔

ایک دور تھا کہ مسجد نبوی کی طرح مسجد حرام میں بھی مسالک اربع کے پیروکار الگ الگ اماموں کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ایک اذان کے بعد سب سے پہلے امام حنبلؒ، پھر امام شافعیؒ، ان کے بعد امام مالکؒ اور سب سے آخر میں امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار نماز ادا کرتے۔ یہ سلسلہ عثمانی دور سے جاری تھا مگر شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے اسے ختم کر کے ایک اذان کے علاوہ ایک امام کا حکم جاری کیا۔ یہ حکم یقیناً اسلام

Marfat.com

کی حقیقی روح کے مطابق تھا اور اب ''محمود وایاز'' سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔

مسجد حرام میں توسیع و تعمیر کا عمل ابھی مکمل نہیں ہوا مسلسل جاری ہے اور دن رات میں کسی بھی وقت کام رکتا نہیں۔ اب یہ کام با قاعدہ سائنسی بنیادوں پر کیا جا رہا ہے اور اس کام کے لیے الگ سے کارخانے قائم ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی ماہرین کی جماعتیں بھی شب و روز مصروف رہتی ہیں۔

مذکورہ توسیعات کے علاوہ مزید منصوبوں پر بھی کام ہو رہا ہے۔ جن میں سب سے اہم موجودہ عمارت کو کچھ پیچھے لے جا کر مزید جگہ نکل آئے گی۔ جب کہ پہلی منزل پر معذور اور بزرگ افراد کے لیے متحرک بیلٹ لگانے کا منصوبہ ہے تا کہ وہیل چیئر کی بجائے یہ حضرات بیلٹ پر کھڑے ہو جائیں اور طواف کرتے رہیں۔ اس طرح انہیں چلنا نہیں پڑے گا۔

اس وقت مسجد حرام میں ایک ملین سے زیادہ نمازیوں کی گنجائش ہے مگر 2020ء میں منصوبہ مکمل ہونے پر یہ گنجائش قریباً پانچ ملین یا پچاس لاکھ ہو جائے گی۔ پھر محرابوں کے ساتھ ساتھ عمارت اس طرح بنائی جائے گی کہ ہر محراب سے بیت اللہ شریف نظروں کے سامنے ہوگا اور اس جگہ کی اصل روح بھی یہی ہے۔

حج اور عمرہ کرنے والوں کے رہائشی مسائل پر بھی توجہ دی جا رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے پانچ سو عمارتیں خریدی گئی ہیں۔ اس جگہ دوسرے منصوبوں کے علاوہ مسجد حرام کے اردگرد بلند و بالا عمارتیں بنائی جا رہی ہیں۔ جب کہ ٹرانسپورٹ کے نظام پر بھی توجہ دی گئی ہے۔

○

نوٹ: اوپر دارالندوہ کا ذکر آیا ہے۔ مکہ والوں کی ''اسمبلی'' کی یہ عمارت آخر کار حضرت حکیم بن حزامؓ کی ملکیت میں آئی۔ حکیم بن حزامؓ وہ خوش نصیب ہیں جن کی پیدائش بیت اللہ کے اندر ہوئی۔ انہوں نے امیر معاویہؓ کے دور میں یہ عمارت ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دی۔ امیر معاویہؓ نے طعنہ دیا کہ تو نے اپنے بزرگوں کے عز و شرف کو بیچ ڈالا۔ حکیم بن حزامؓ نے کہا عزتوں کے معیار تو اب ختم ہو چکے ہیں۔ اب یہ معیار صرف تقویٰ ہے۔ میں نے زمانہ جاہلیت میں اسے محض شراب کی ایک مشک کے عوض خریدا تھا۔ اب ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔ میں یہ رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں۔ اب آپ لوگ فیصلہ کریں کہ گھاٹے میں کون رہا ہے۔

Marfat.com

زم زم

ذکر اللہ تعالیٰ کے پہلے گھر کا ہو اور زمزم کا نام نہ آئے۔ یہ کس طرح ممکن ہے۔

آج ہم بیت اللہ شریف جاتے ہیں تو چاہ زمزم کی زیارت سے محروم رہتے ہیں کیونکہ اس کے اوپر چھت ڈال دی گئی ہے اور یہ زیرِ زمین چلا گیا ہے۔ یہ کنواں حضرت ابراہیمؑ کے دور سے جاری ہے اور اس وقت تک فرزندان اسلام کی شکم سیری کرتا رہے گا جب تک قیامت نہیں آ جاتی اور روئے زمین پر خلق خدا کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ پانی میدانوں، صحراؤں اور پہاڑی علاقوں کا دو سو میل تک کا سفر طے کرتے ہوئے بیت اللہ شریف تک پہنچتا ہے جہاں ہم اسے پورے تقدس کے ساتھ قبلہ رخ ہو کر نوش کرتے ہیں۔ اس پانی کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ ہیں لیکن سب سے اہم کہ یہ دوا بھی ہے اور غذا بھی۔ اسے جس نیک مقصد کی خاطر پیا جائے وہ اس کے لیے کفایت کرتا ہے اس میں ایسے قدرتی اجزا موجود ہیں کہ یہ بھوک اور پیاس دونوں کو مٹاتا ہے۔ اسے پینے کے بعد کچھ کھانے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ انسان پہلے سے زیادہ صحت منداور تندرست و توانا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ کا ایک واقعہ آپ کے گوش گزار کر دیں۔ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہؐ سے عرض کی کہ میں تیس دن اور راتوں سے یہاں (بیت اللہ شریف) رہ رہا ہوں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ تو کہاں سے کھاتا پیتا رہا۔ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہؐ زمزم کے پانی کے سوا کوئی خوراک نہیں تھی پھر بھی میں فربہ ہو گیا ہوں کہ میرے پیٹ پر بل پڑنے لگے ہیں اور مجھے تھوڑی سی کمزوری بھی محسوس نہیں ہوتی جس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ بابرکت پانی ہے اور خوراک کی جگہ بھی کفایت کرتا ہے۔

بے شمار واقعات ہیں کہ باری تعالیٰ نے اس پانی کے ذریعے بہت سے ایسے بیماروں کو شفا عطا کی ہے جو میڈیکل سائنس کی رو سے لاعلاج تھے اور ان کی بیماری کا خاتمہ موت ہی کر سکتی تھی۔ حضور اکرمؐ نے اسے روئے زمین پر بہترین پانی قرار دیا ہے۔ حضرت عباسؓ نے رسول خداؐ کا یہ فرمان بھی روایت کیا ہے کہ بخار جہنم کا جوش ہے اسے زمزم سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔ حضرت عباسؓ کا کہنا ہے کہ یہ پانی ختم ہو سکتا ہے اور نہ کم۔

ہم اسے عموماً آب زمزم کہتے ہیں جب کہ آب فارسی لفظ ہے اور عربی میں پانی میاہ کہلاتا ہے۔ چاہ بھی عربی لفظ نہیں بلکہ کنوئیں کے لیے بئر کا لفظ موجود ہے مگر ہم نے اسے فارسی الفاظ کے ساتھ ملا کر اپنا کام چلا

Marfat.com

لیا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ نے پانی نکلنے پر اردگرد منڈیر بنادی تھی اسی لیے اس کو زمزم کہا گیا ہے۔

عرب کثرت اور اجتماع کو زمزمہ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ پانی بہت بڑی مقدار میں تھا اس لیے بھی اس کو زمزم کہا جاتا ہے۔ زمزم کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ ہم زمزم کو شباعہ یعنی سیر کر دینے والا کہتے تھے۔ یہ پانی برہ، طیبہ، بشریٰ، عونہ، صافیہ، شراب الابرار اور مقنونہ بھی کہلایا۔ اتنے زیادہ نام اس کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔

اس پانی کے تقدس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے دوبار آپؐ کے قلب مبارک کو زمزم سے دھویا۔ حج یا عمرہ پر جانے والے اپنے بھائی، بہنوں اور بزرگوں سے گزارش ہے کہ وہ مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ میں ''پیور واٹر'' یا ''کولڈ ڈرنک'' استعمال نہ کیا کریں بلکہ زمزم جیسی نعمت سے استفادہ کریں جسے حضورؐ نے بہترین پانی قرار دیا ہے۔ اگر کوئی اور پانی اس سے افضل ہوتا تو قلب مصطفویؐ کو اسی سے دھویا جاتا۔ پھر یہ حدیث بھی پیش نظر رہے کہ زمزم کا پانی اور دوزخ کی آگ ایک شکم میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

ہر مسلمان کو علم ہے کہ زمزم کس طرح وجود میں آیا۔ پھر امتدادِ زمانہ سے یہ کنواں ناپید ہو گیا۔ کچھ مورخین بارشوں اور سیلابوں کو اس کی وجہ قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بنو جرہم جب مکہ سے نکالے گئے تو انہوں نے جاتے جاتے زمزم کے کنویں کو مٹی سے بھر دیا اور اس کا نشان تک مٹادیا۔ پھر صدیاں گذر گئیں اور کسی کو یاد بھی نہ رہا کہ یہاں ایک کنواں ہوا کرتا تھا حالانکہ بیت اللہ شریف اس وقت بھی موجود تھا اور لوگوں کے لیے محترم اور مقدس تھا۔

آخرکار مولا کریم نے یہ اعزاز اپنے محبوبؐ کے بزرگوں کو دیا کہ کنواں دوبارہ منظر عام پر آجائے۔ یہ کس طرح ہوا؟ مختصر واقعہ ایک دوسری جگہ بھی موجود ہے تاہم یہاں تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے سیرت کی کتابوں کے مطابق سردار عبدالمطلب کو حاجیوں کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے عہدے ملے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا ہے۔ ''طیبہ کھودو''

پوچھنے لگے۔ طیبہ کیا ہے؟

اگلے دن پھر خواب میں دیکھا کہ کہا گیا ''برہ (بہت زیادہ نفع بخش) کھودو''

پوچھا۔ برہ کیا ہے؟

تیسرے دن پھر خواب میں دیکھا کہ کہا گیا ''مضنونہ کھودو''

پوچھا ''مضنونہ کیا ہے؟''

تو کہا گیا ''زمزم کھودو۔''

Marfat.com

پوچھا ''زمزم کیا ہے۔''

کہا گیا کھودو۔ اس سے تجھے اور تیری اولاد کو عزت حاصل ہوگی۔ وہ کبھی سوکھے گا نہ اس کا پانی کم ہوگا۔ وہ خون اور گوبر کے درمیان ہے جہاں سفید کوا (جس کے پروں میں کچھ سفیدی ہوتی ہے) چونچ مارتا ہے۔ یہ کوا عموماً ذبح والی جگہ پر خون اور گوبر کے قریب ہی رہتا ہے۔ یہ اشارہ تھا کہ جہاں جانور ذبح ہوتے ہیں وہاں کھودو۔

سردار عبدالمطلب صبح اٹھے تو اپنے بیٹے حارث کے ساتھ کدال اور کسی لے کر وہاں پہنچ گئے۔ ان دنوں حارث کے سوا ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ تین دن کھودتے رہے آخر کنوئیں کے آثار نظر آئے۔ خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا ''یہ ہے اسمٰعیل کا کنواں''

قریش کہنے لگے ہمیں بھی اس سعادت میں شریک کرو۔

فرمایا میں نہیں کروں گا۔ یہ میری خصوصی فضیلت ہے۔ جسے چاہو فیصل مان لو اس سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔

انہوں نے بنی سعد کی کاہنہ کا نام لیا۔ پھر سب اس کی طرف چل پڑے مگر راستے میں اتنی پیاس لگی کہ قریب المرگ ہوگئے۔

سردار عبدالمطلب کہنے لگے اس طرح چپ چاپ بیٹھ رہنا تو نکما پن ہے۔ کیوں نہ ادھر ادھر پانی تلاش کریں لہٰذا وہ چلے۔ سردار عبدالمطلب بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب اونٹنی اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ سردار عبدالمطلب اور دوسرے ساتھیوں نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر وہ سردار عبدالمطلب سے کہنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے (یہ چشمہ جاری کر کے) آپ کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم آپ سے اس معاملہ میں کبھی جھگڑا نہیں کریں گے۔

وہ واپس آ گئے اور زمزم کھودنے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔

○

اس وقت سے یہ پانی مسلسل جاری وساری ہے اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ''قیامت تک اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوگی۔''

خلیفہ منصور اور مامون الرشید کے عہد میں اس کی صفائی کی گئی۔ موجودہ سعودی حکومت نے چند سال

Marfat.com

قبل جدید مشینری سے اس کی صفائی کرائی۔ فرمانروا شاہ خالد کے حکم سے غوطہ خوروں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی انسان اس چشمہ کے اندر داخل ہوا۔ نگران انجینئر یحییٰ کوشک نے بتایا کہ چشمے کے اندر پتھر کی چٹانوں سے پانی پھوٹتا ہے۔ ایک بڑی چٹان پر ''باذن اللہ'' لکھا ہے۔ ان چٹانوں پر رنگ برنگی مٹی کی تہیں جمی ہوئی ہیں جن سے قدرتی طور پر اس کی فلٹریشن ہوتی رہتی ہے۔

پانی کا ذائقہ خوشگوار اور ہر طرح کے جراثیم سے پاک ہے۔ ایک مصری نے سائنٹفک اصولوں پر پانی کا کیمیائی تجزیہ کیا اور اس کے بے شمار فوائد بیان کیے کہ یہ سڑتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے۔ جدید تحقیق سے ثابت ہوگیا ہے کہ عام پانی کو زمزم میں شامل کر دیا جائے تو وہ بھی اسی کی تاثیر حاصل کر لیتا ہے۔

یحییٰ کوشک ہی کی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ زمزم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ کی ولادت باسعادت سے 2572 سال قبل ہوا۔ یہ اس وقت سے آج تک بہہ رہا ہے اور تا قیامت بہتا رہے گا۔

حضرت عباسؓ کا فرمان ہے کہ عیالدار لوگ صبح کے وقت اپنے اہل و عیال کے ساتھ آتے اور آب زم زم پیتے تو یہ ان کے لیے صبح کا ناشتہ ہوتا اور ہم اسے عیالداروں کے لیے مالی اعانت شمار کرتے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ زمزم سیر ہو کر پینا نفاق سے برات کا موجب ہے۔

یہ پانی مرگی کو زائل کر دینے والا ہے۔ اس میں جھانکنا بصارت کو جلا دیتا ہے۔ صداع یعنی سر درد کو زائل کرتا ہے۔ رسول اللہ کا فرمان ہے کہ زمزم میں نظر ڈالنا عبادت ہے اور یہ خطاؤں کو زائل کر دیتا ہے۔ زم زم سے سر تین بار لیپا جائے تو ذلت کا سامنا نہ ہوگا۔ تاریخ مکہ المکرمہ کے مطابق اس میں شامل نمکیات اور دوسرے اجزا گونا گوں فوائد اور خواص کے حامل ہیں۔

اس باب کے آخر میں بتا دیں کہ اس کنوئیں کی گہرائی 1814 فٹ ہے۔ اس میں لگی موٹریں دن رات پانی نکالتی رہتی ہیں۔ اس سے روزانہ کتنا پانی نکلتا ہے۔۔۔؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگالیں کہ ایک سیکنڈ میں آٹھ ہزار لٹر پانی نکالا جاتا ہے یعنی ایک منٹ میں دو لاکھ چالیس ہزار لیٹر۔ کمال یہ ہے کہ کنواں گیارہ منٹ میں دوبارہ بھر جاتا ہے۔

Marfat.com

تاریخ مکہ مکرمہ

اس شہر یعنی مکہ کی شان اور مقام کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ باری تعالیٰ نے اسے اپنے محبوب ؐ نبی آخرالزماں ؐ کی جائے پیدائش کے لیے منتخب کیا اور پھر کلام اللہ میں اس شہر کی قسم کھائی گئی ہے۔ سورۃ البلد میں ہے: ''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں'' — اور پھر سورۃ التین میں فرمان ربی ہے: ''تین اور زیتون کی (قسم) اور اس امن والے شہر (مکہ) کی (قسم جہاں امین آیا اور جس نے اسے مامون بنا دیا۔)''

باری تعالیٰ نے اسے امن والا شہر قرار دیا ہے اور پھر یہاں تین سو انبیاء بھی دفن ہیں۔ یہی وہ شہر ہے جس کو خدائے قدوس نے اپنے گھر یعنی بیت اللہ شریف کے لیے منتخب کیا اور یہ انتخاب بھی روایات کے مطابق اس وقت سے دو ہزار سال پہلے ہو چکا تھا جب انسان اوّل یعنی حضرت آدمؑ نے اس زمین پر قدم رکھا۔ انہی وجوہات کی بنا پر یہ شہر دنیا جہاں کے شہروں سے افضل اور برتر ہے۔

باری تعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مکہ معظمہ کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ البلد اور التین کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اسے سورۃ الفتح میں مکہ، آل عمران میں بکہ، سورۃ النحل میں القریہ اور سورۃ الانعام میں ام القریٰ قرار دیا گیا ہے۔

مکہ لفظ مک سے مشتق ہے جس کے معنی دھکیلنے اور جذب کرنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ شہر میں طواف کے دوران بہت زیادہ ہجوم کی بنا پر ایک دوسرے کو دھکیلا جاتا ہے جب کہ گناہوں کو جذب کر لینا بھی اس کی صفات میں شامل ہے۔ مکہ مقناطیسی قوت والی جگہ کو بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں اس شہر میں بڑے بڑے جابروں کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ ہر بڑائی والا یہاں پست ہو جاتا ہے۔ یہ ہر وقت بھرا رہتا ہے۔ لوگ یہاں خلط ملط ہو جاتے ہیں کبھی عورتیں آگے نماز پڑھتی اور مردان کے پیچھے ہوتے ہیں جو اور کہیں نہیں ہوتا۔

مکہ کے اور بھی نام ہیں یعنی بیت العتیق، بیت الحرام، بلد المامون، ام رحم، صلاح، عرش، قادس، مقدس، ناسیہ، ناسسہ، حاطمہ، راس، حرم، باسہ معاذ اور کوتی وغیرہ۔ اس شہر کو پچاس مختلف ناموں سے پکارا

Marfat.com

گیا ہے۔

یہ شہر زمانہ جاہلیت میں بھی امن والا رہا ہے اور باپ کے قاتل تک کو یہاں نہیں چھیڑتے تھے۔ فتح مکہ کے وقت حضورؐ نے فرمایا تھا جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے تب سے اس شہر کو حرمت و عزت والا بنایا ہے۔ اب یہ قیامت تک حرمت و عزت والا ہی رہے گا۔ اس میں جنگ و قتال کسی کو حلال نہیں۔ میرے لیے بھی صرف آج کے دن ذرا سی دیر کے لیے حلال تھا۔ اب وہ حرام ہی حرام ہے۔ سنو! اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں، اس کا شکار نہ بھگایا جائے۔ اس میں کسی کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے۔ جو پہنچائی جائے اس کے لیے اٹھانا جائز ہے۔ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ (بخاری و مسلم)

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عباسؓ کے سوال پر آپؐ نے اذخر نامی گھاس کے کاٹنے کی اجازت دے دی تھی۔

مکہ کی شان اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور پاکؐ نے اس شہر کے بازار حزورہ میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے مکہ! تو اللہ تعالیٰ کو ساری زمین سے بہتر اور پیارا ہے۔ اگر میں زبردستی تجھ سے نہ نکالا جاتا تو ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔

جامع الترمذی میں ہے "اے مکہ تو کتنا ذی شان شہر ہے" اور سنن ابن ماجہ میں ہے "اے مکہ! خدا کی قسم تو اللہ کی بہترین زمین ہے" آپؐ کو یہاں سے ہجرت کا بھی قلق تھا۔ ہجرت کے دوران جب آپؐ کے دل میں مکہ کے بارے میں شوق بڑھا تو حضرت جبرئیلؑ نے سورۃ القصص کی وہ آیت کریم تلاوت فرمائی جس میں آپؐ کو پہلی جگہ لے جانے کی بشارت دی گئی ہے۔

مکہ کی اس بستی میں آبادی کی مدت کئی ہزار سال پر محیط ہے۔ قدیم دور میں یہاں کوئی مستقل آبادی نہیں تھی بلکہ شام، یمن اور فلسطین سے آنے والے قافلے پڑاؤ کرتے کیونکہ انہیں پانی مل جاتا تھا۔ قریباً دو ہزار سال قبل مسیح حضرت ہاجرہؑ نے یہاں سر چھپانے کی جگہ بنالی تھی۔ اور پھر حضرت اسمٰعیلؑ نے اسے مستقل قیام گاہ بنایا تو ایک وقت آیا کہ یہی جگہ تجارتی منڈی بن گئی۔ تجارتی قافلے آتے، یہاں رکتے اور خرید و فروخت شروع ہو جاتی ــــ آہستہ آہستہ یہاں کئی عرب قبیلے آباد ہو گئے۔ قبیلہ جرہم کے بارے میں یہ روایت بھی ہے کہ وہ یہاں پہلے سے آباد تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کا پہلا اور پھر دوسرا عقد اسی قبیلہ میں ہوا۔ آپؑ کی دوسری زوجہ رعلۃ کے بطن سے بارہ بیٹوں نے جنم لیا۔ ان بیٹوں میں دادا اور والد کی نسبت سے عبرانی، دادی کی نسبت سے مصری اور والدہ کی نسبت سے عربی خون شامل تھا۔ لہٰذا یہ قوت و شجاعت میں بے مثال تھے۔

Marfat.com

حضرت اسمٰعیلؑ کو نبوت کب عطا ہوئی یا ان کے کسی بیٹے کو نبوت عطا کی گئی؟ اس بارے میں تاریخ اور الہامی کتابیں خاموش ہیں حضرت اسمٰعیلؑ کے بارے میں ابن اسحٰق کا قول ہے کہ انہوں نے 130 برس عمر پائی اور وہ مقام حجر (حطیم) پر اپنی والدہ ہاجرہؓ کے پاس دفن کیے گئے۔ زیاد بن عبداللہ بکائی نے محمد بن اسحٰق مطلبی کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ کے بارہ لڑکوں میں سے ثابت سب سے بڑا تھا۔ اور رسول اللہؐ انہی کی اولاد میں سے ہیں بعض روایتوں میں یہ اعزاز قیدار کو حاصل ہے۔ باقی کے نام ازبل، مبشا، منسمعا، ماشی، دتا، اذر، طیما، یطور، نبش اور قیدما تھے۔ تاہم ان ناموں میں اختلاف موجود ہے۔ ان بیٹوں کی ماں یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کی بیوی رعلتہ، مضاض بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھیں۔ جرہم قحطان کا بیٹا تھا۔ قحطان تمام یمن والوں کا جدِ اعلیٰ ہے۔ سب کا نسب اسی سے جا ملتا ہے اور وہ عامر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوحؑ کا بیٹا تھا۔

ابن ہشام کے مطابق عرب تمام کے تمام اسمٰعیلؑ اور قحطان کی اولاد ہیں۔

حضورؐ کا فرمان ہے مدرہ کے کالے کلوٹے گھنگریالے بالوں والے ذمیوں (حبشیوں) کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ان سے (میرا) نسب کا رشتہ بھی ہے اور سمدھیانہ بھی۔

غفرہ کے مولیٰ عمر نے کہا ان سے نسبت اس طرح ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ انہی (حبشیوں) کے خاندان سے تھیں اور سمدھیانہ اس طرح کہ ان کی اولادوں میں سے ایک خاتون رسول اللہؐ کے تصرف میں آئیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہؓ ام العرب نام کی ایک بستی کی رہنے والی تھیں جو مصر میں الفرمار کے سامنے واقع ہے۔ الفرمار قدیم مصر کا شہر اور پورٹ سعید کے مشرق میں تھوڑے فاصلے پر ہے۔ پہلے اسے پیلوہم کہتے تھے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ مکہ شہر حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں ہی آباد ہو گیا تاہم یہ آبادی حرم کعبہ سے کچھ ہی فاصلے تک تھی۔

بیت اللہ شریف میں بت پرستی کی لعنت کس طرح داخل ہو گئی؟ اس بارے میں کوئی واضح جواب تو موجود نہیں لیکن اس لعنت کا بانی عمرو بن لحی بتایا جاتا ہے۔ اس وقت قبیلہ بنو جرہم مکہ پر حکمرانی کر رہا تھا لیکن عمرو نے لڑائی کے بعد اس قبیلے کو مکہ سے نکال دیا اور حکمرانی اس کے پاس آ گئی لہٰذا وہ کعبے کا متولی بن گیا۔ ایک بیماری میں مبتلا ہو کر شام گیا۔ جہاں ایک چشمے سے غسل کے نتیجے میں اسے شفا حاصل ہو گئی۔ وہیں اس نے بت پرستی دیکھی تو چند بت ساتھ لے آیا اور انہیں بیت اللہ شریف کے اردگرد نصب کر دیا اور یوں اس مقدس ترین مقام پر اس نے کفر و شرک کا آغاز کر دیا۔

Marfat.com

ملا واحدی دہلوی نے ''حیاتِ سرورِ کائنات'' میں ایک نوٹ دیا جو درج ذیل ہے:

ان بتوں کا قصہ یہ تھا کہ مکہ پر جب یمنی قبیلہ بنو خزاعہ کا تسلط ہو گیا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کو کچھ عرصہ کے لیے وہاں سے نکلنا پڑا اور مختلف مقامات پر آباد ہونا پڑا تو وہ برکت کے خیال سے کعبہ کا ایک ایک پتھر ساتھ لے گئے۔ ان کی اگلی نسلوں نے سمجھا کہ پتھر عبادت کی چیز ہیں۔ تراش خراش کر کے انہیں پوجنا شروع کر دیا۔ پھر بنی خزاعہ کا ایک شخص عمرو بن لحی خزاعی جو اس وقت کعبہ کا متولی تھا ا۔ا لوگوں میں جا پہنچا اور اس نے چند بت وہاں سے لا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیئے اور اہل مکہ میں بھی بتوں کی پرستش کا رواج چل نکلا۔ عرب بتوں کو خدا نہیں کہتے تھے خدا سے مدد دلوانے والا کہتے تھے۔

ایک اور نوٹ میں لکھا ہے:

''اوس اور خزرج (مدینہ کے قبیلے) دونوں کے اجداد دراصل ملک یمن کے رہنے والے تھے۔ یمن میں کسی چشمہ کا بند ٹوٹ جانے سے ایک تباہ کن سیلاب آیا۔ وہ یمن کے بہت سے قبیلوں کو حجاز بہا لایا۔ اور کوئی کہیں آباد ہو گیا اور کوئی کہیں۔ مکہ میں یمن کا قبیلہ بنی خزاعہ پہنچا جسے پھر قصیٰ بن کلاب اور دوسرے قدیم عربوں نے مکہ سے نکال دیا تھا۔

یوں حضرت اسمٰعیلؑ کا گمشدہ اقتدار قصیٰ بن کلاب نے ہی واپس لیا۔ قصی حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹے ثابت یا قیدار کی 92ویں پشت میں سے ہیں۔ انہیں قصی القرشی بھی کہا جاتا تھا۔ قریش عربی میں وہیل مچھلی کو کہتے ہیں۔ قریش یا قرشی کہلانے کا مطلب تھا وہیل مچھلی جیسا طاقتور۔ یہ لقب سب سے پہلے قصی کے جدِ امجد فہر نے اختیار کیا۔

تاہم یہ معاملہ اس وقت موضوع بحث نہیں۔ بات عربوں میں بتوں کی پرستش کے رواج پانے کی تھی جو بنو خزاعہ کی وجہ سے مکہ میں پہنچے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں یہ لعنت 37 نسلوں کے بعد آئی۔ عربوں کے مزاج میں چونکہ غصہ شامل ہے اس لیے بتوں کی پرستش کے ساتھ جب ان کی حاجت پوری نہ ہوتی تو وہ انہیں برا بھلا ہی نہ کہتے بعض اوقات مار پیٹ سے بھی دریغ نہ کرتے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ مکہ کی بستی آباد ہو گئی تو عمالقہ کی سرداری تھی پھر قبیلہ جرہم نے عمالقہ کو شکست دی اور مکہ ان کے قبضے میں آ گیا۔ جرہم کا دور مضاض تک قائم رہا۔ وہ آرام طلبی ختم کرنے کے لیے دہائی دیتا رہتا مگر کسی نے اس کی نہ سنی لہٰذا اسے بنو جرہم کو لے کر مکہ سے نکلنا پڑا جب کہ مکہ پر بنو خزاعہ کا تصرف ہو گیا جو قصیٰ بن کلاب تک رہا۔

Marfat.com

قصی کا دور 440ء کے قریب بتایا گیا ہے۔ قصی حضورؐ کی پانچویں پشت میں سے ہیں۔ انہیں ایک طرح سے مکہ مکرمہ کے مطلق العنان بادشاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ قریش تھے اور قریش نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونے کے تفاخر کے ساتھ ایک نیا دین منتخب کر لیا جو ''دینِ قریش'' کہلاتا تھا۔ جب کہ حج میں بھی بہت سی بدعتیں شامل کر لی گئیں۔ وہ حج کے دوران میدان عرفات نہیں جاتے تھے لیکن غیر قریشیوں کے لیے وہاں جانا لازمی قرار دے دیا گیا تھا۔

قصی نے جنگل صاف کرایا اور قریش کو حرم کعبہ کے اردگرد آباد کیا۔ اس نے دارالندوہ بھی قائم کیا جو ایک طرح سے مکہ کی قومی اسمبلی تھی جہاں مشاورت کے علاوہ بھی تمام فیصلے کیے جاتے۔

قصی نے مختلف عہدے اپنے بیٹوں میں بانٹ دیئے اور جب اس کا انتقال ہوا تو مکہ پر فرد واحد کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اسے یہ حکومت کیسے ملی ___؟

قصی نے بنو خزاعہ کے حلیل بن خبیشہ کی صاحبزادی سے شادی کر لی۔ اس وقت کعبہ کا انتظام و انصرام انہی کے پاس تھا۔ آخری عمر میں اس نے کلید کعبہ اپنی حبی نام کی صاحبزادی کے لیے وصیت کر دی۔ حبی نے یہ فرض خود نبھانے کی بجائے ابوغبشان خزاعی کے سپرد کر دیا۔ جو شراب کا رسیا تھا اور اس نے ایک مشکیزہ شراب کے عوض یہ سعادت قصیٰ بن کلاب کو دے دی۔ اس موقعہ پر قبائلی جنگ ہوئی۔ آخر کار ایک منصف کے ذریعے فیصلہ ہوا، بنو خزاعہ شہر چھوڑ گئے اور حکومت قصیٰ کا حق قرار پائی۔

قصی نے اپنے بعد کلید اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو دی۔ اس کے چھوٹے بھائی عبد مناف کے چار بیٹے ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل تھے۔ انہوں نے عبدالدار سے کلید لینے پر اصرار کیا تو قریش کے دو گروہ ہو گئے۔ جنگ ہونے کے قریب تھی کہ کچھ صاحب فہم لوگوں نے ان میں مصالحت کرا دی۔ جس کے نتیجے میں بنو عبدالدار کو کلید کعبہ، علم اور ندوہ کی سربراہی مل گئی اور بنو عبد مناف کے حصے میں سقایت و رفادت کے عہدے آئے۔

حاجیوں کو پانی پلانے اور غریب و نادار حجاج کی خدمت کا فرض ہاشم نے سنبھال لیا کیونکہ وہ چاروں بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ انہوں نے جی جان سے خدمت کی اور اپنا دستر خوان فراخ رکھا۔ اسی دوران چاروں بھائیوں نے قیصر و کسریٰ، نجاشی اور اردگرد کے سرداروں اور امرا سے معاہدے کر لیے لہٰذا مکہ کی نہ صرف اہمیت بڑھ گئی بلکہ چاروں طرف سے تاجر یہاں مال تجارت لے کر آنے لگے۔ ہاشم کی عمر کی گھڑیاں بہت آگے جا چکی تھیں کہ ان ہی کے بھتیجے امیہ نے انہیں معزول کر دیا مگر اسے کاروبار حکومت سنبھالنے میں ناکامی ہوئی اور آخر کار شام فرار ہونا پڑا۔

Marfat.com

ہاشم کے انتقال کے بعد ان کے ہاں ایک بیٹے شیبہ (عبدالمطلب) کی پیدائش ہوئی۔ لہٰذا ان کے چچا مطلب ان کی والدہ کی اجازت سے انہیں مکہ لے آئے۔

دوسرے چچا نوفل شیبہ کو ان کے باپ کا ترکہ دینے پر آمادہ نہیں تھے۔ مگر شیبہ یعنی عبدالمطلب نے مدینہ سے مدد منگوائی جب وہاں سے ان کی والدہ کے قبیلہ خزرج کے نوجوان موت کا عہد کر کے آ گئے تو نوفل نے لڑنے کی بجائے عبدالمطلب کو حق دے دیا۔ چچا مطلب کی وفات کے بعد دونوں اعزازات بھی عبدالمطلب کو منتقل ہو گئے۔

شیبہ سے عبدالمطلب بننے۔ دس بیٹوں کی دعا اور پھر اس حوالے سے حضور پاکؐ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی قربانی کا واقعہ دوسرے ابواب میں موجود ہے۔

مکہ کو جو تقدس اور عظمت حاصل تھی وہ بعض والیان ریاست کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ لہٰذا کچھ نے اس کے مقابلے میں عبادت گاہیں تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا تا کہ لوگ بیت اللہ کی بجائے ان کی عبادت گاہوں کا حج اور طواف کریں۔ قبیلہ غسان کے ابرہہ نے حیرہ اور یمن میں شاندار عمارتیں بنوائیں۔ ابرہہ نے اپنی عمارت کو خوبصورت بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ملکہ بلقیس کے محل کے کھنڈرات قریب ہی تھے اس نے ان کھنڈرات سے منقش پتھر منگوائے تا کہ اپنی عمارت کی زیب و زینت کر سکے۔ پھر اس نے قیمتی پتھروں، زر و جواہر غرض ہر اس چیز کو وافر مقدار اور تعداد میں منگوا لیا جس سے عمارت کی شان میں اضافہ ہو سکتا تھا۔ عمارت تیار ہوئی تو واقعی اس کی سج دھج دیکھنے کے قابل تھی مگر اس کا کیا کیا جائے کہ بار بار کے اعلانات کے باوجود اس کی اپنی قوم میں سے بھی کوئی وہاں حج کے لیے تیار نہ تھا۔ چنانچہ ابرہہ نے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ اور 570ء میں حملہ کے لیے آ گیا۔ اس کی فوج میں ہاتھی بھی تھے۔ قریش خود میں اس سے مقابلے کی طاقت نہ پاتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے لوگوں کو شہر سے نکال کر پہاڑیوں پر بھیج دیا۔ اس دوران ابرہہ کا پیغام آیا کہ اہل مکہ اس کی راہ میں حائل نہ ہوں تو وہ کعبہ کو پامال کر کے چلا جائے گا۔

عبدالمطلب اور ان کے کچھ ساتھی بیت اللہ شریف میں حاضر ہوئے۔ وہاں دعا کی اور خود بھی شہر سے نکل گئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبدالمطلب اپنے وہ سو اونٹ لینے کے لیے ابرہہ کے پاس گئے جو اس کی فوج نے پکڑ لیے تھے۔ ابرہہ سمجھا مکہ کا سردار اس کے پاس جنگ کے حوالے سے آیا ہے۔ اس نے بڑی تعظیم کی جب اسے پتہ چلا کہ عبدالمطلب اپنے اونٹ لینے آئے ہیں تو وہ بڑا مایوس ہوا۔ عبدالمطلب نے ابرہہ سے کہا مجھے میرے اونٹ واپس کر دو جن کا میں مالک ہوں۔ خانہ کعبہ کی حفاظت وہ خود کرے گا جس کا وہ گھر ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبدالمطلب بت پرست نہیں تھے

Marfat.com

اس کے بعد ابرہہ کی فوج کا کیا حشر ہوا؟ اس کو ساری دنیا جانتی ہے قرآن پاک میں اس حوالے سے فرمان ربی ہے:

اصحاب فیل کا انجام دیکھو، تمہارے خدا نے کس طرح ان کی تدبیریں ناکام بنا دیں۔ ان پر ابابیل پرندوں سے ایسی کنکریوں کی بوچھاڑ کرائی جن میں سے ایک ایک کنکری نشان زدہ تھی۔ جس کی زد سے ان کا لشکر خشک گھاس کی طرح پامال ہو گیا۔ (سورۃ الفیل)

اور پھر دیکھئے باری تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کس طرح کی۔ بڑے بڑے ہاتھیوں سے جو اہلِ مکہ نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ننھے منے پرندوں ابابیل کا مقابلہ کرایا۔ ان پرندوں کے غول کے غول منہ میں کنکریاں دبائے نمودار ہوئے اور وہ کنکریاں ابرہہ کی فوج پر برسا دیں۔ ہاتھی الٹے پیر ہو گئے اور کنکریوں نے فوج کا جو حشر کیا وہ رہتی دنیا تک مثال رہے گا۔ ان کے جسموں پر اس طرح کے دانے نکلے کہ جسم گلنے سڑنے لگے اور یوں اللہ کا گھر برباد کرنے کے لیے آنے والے خود تباہ و برباد ہو گئے۔

اللہ کی یہ قدرت دیکھنے کے بعد واجب تو یہ تھا کہ مکہ والے بت پرستی کی بجائے خدائے واحد پر ایمان لاتے لیکن انہوں نے اسے بھی اپنے بتوں کا کارنامہ جانا اور ان میں عیش و عشرت بڑھ گئی۔ ناؤنوش کی محفلیں نہ صرف عام ہونے لگیں بلکہ کعبۃ اللہ کے سامنے ہی سجنے لگیں اور پھر بدمست مشرک ہر وہ حرکت کر گزرتے جس کا کسی بھی معاشرے کا اخلاق اجازت نہیں دیتا۔

مکہ مکرمہ میں اس وقت عزت و وقار کے اعتبار سے آبادی تین حصوں میں تقسیم تھی۔ قریش سب سے برتر سمجھے جاتے اور ان کے گھر بیت اللہ شریف کے بالکل ساتھ تھے۔ قریش کے بعد ذی وقار قبائل نے قریش کے گھروں کے بعد اپنے گھر بنا لیے۔ پھر یہودی، نصرانی تھے، ان کے ساتھ مزدور پیشہ اور غلام بھی تھے۔ یہ سب لوگ ذرا دور شہر کے قریباً باہر آباد تھے۔ ان کا زیادہ تر بسیرا جھونپڑیوں میں تھا۔

مکہ میں یہودی کب آئے ــــ؟ یہودیوں کی کتابوں میں رسول عربی ﷺ کی آمد کا ذکر موجود تھا۔ انہیں یہ بھی علم تھا کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں ہوگی اور پھر اپنی قوم کے ہاتھوں ستائے جانے کے بعد آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں گے۔ لہٰذا روایات کے مطابق کچھ یہودی مکہ اور مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے تا کہ جب آخری رسول ﷺ تشریف لائیں تو وہ ان کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہیں۔ اولف کیرو نے اپنی کتاب ''The Pathans'' میں لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلمانؑ کے دور سے کچھ صدیاں بعد جب بخت نصر کا نام اس داستان میں آیا تو یہودی تتر بتر ہو گئے (بخت نصر نے یہودیوں کا قتل عام کیا تھا)

Marfat.com

کیرولکھتا ہے ان میں سے کچھ اپنے ہمسائے مکہ اور مدینہ میں چلے گئے۔

مکہ میں طبقاتی تقسیم کے بعد نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ قریش حق اور سچ کی کوئی بات سننا نہیں چاہتے تھے۔ حتیٰ کہ جب نصرانی راہبوں نے نبی پاکؐ کی آمد کے بارے میں باتیں کیں تو ابوسفیان ان پر بہت برہم ہو گئے۔

قریش کی بھی کئی شاخیں تھیں لیکن اپنی رہائش کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم تھیں۔ مکہ کی پشت پر آباد قریش الظواہر کہلاتے جب کہ حرم شریف کے گردونواح میں ''قریش البطاح'' آباد تھے۔

قریش الظواہر سیماب صفت تھے اور بدویانہ طرز بودوباش کے ساتھ کسی جگہ مستقل قیام نہیں رکھتے تھے۔ ان میں زیادہ مشہور بنومہارب بن فہر بغیض بن عامر بن لوی، بنوالادوم بن غالب بن فہر تھے۔ دوسری جانب قریش البطاح کھاتے پیتے لوگ تھے ان میں زیادہ تر کا پیشہ تجارت تھا۔ ان کی سماجی حیثیت بھی مضبوط اور مستحکم تھی۔

ان میں زیادہ مشہور قبائل بنوعبد مناف، بنوعبد قصیٰ، بنوعبدالدار، بنوعدی بن کیف، بنو ہاشم بن عبد مناف، بنومطلب بن عبد مناف، بنونوفل بن عبد مناف اور بنوامیہ بن عبد شمس ہیں۔

لیکن قریش میں طرح طرح کی بدعتیں گھر کر چکی تھیں اور ان کی حالت یہ تھی کہ احرام میں ہوتے تو اپنے یا کسی کے گھر میں بھی سامنے کے دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ عقبی دیواروں میں سوراخ کر کے جگہ بناتے اور گھروں میں داخل ہوتے۔ حدود حرم سے باہر رہنے والوں پر جو پابندیاں تھیں ان کا بھی کوئی منطقی یا عقلی جواز نظر نہیں آتا۔ وہ حدود حرم کے اندر داخل ہوتے تو اپنے ساتھ لایا ہوا لباس پہن سکتے تھے اور نہ اپنا کھانا کھا سکتے تھے۔ وہ مقامیوں سے کپڑے لیتے یا برہنہ طواف کرتے۔ اس سلسلے میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ انہوں نے اپنے الفاظ گھڑ لیے اور یہ الفاظ تلبیہ میں شامل کر لیے گئے۔

بیت اللہ شریف میں مختلف قبائل کے تین سو ساٹھ بتوں کے علاوہ بعض روایتوں کے مطابق دیواروں پر تصاویر بھی آویزاں تھیں۔ تصویروں کے معاملے میں انہوں نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو بھی نہیں بخشا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت سے دو ہزار تین سو سال قبل کعبۃ اللہ اور دین حنیف کی بنیاد رکھی، مگر قریش نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔ بت پرستی باقاعدہ قریش کے مذہب کی شکل اختیار کر چکی تھی دنیائے عرب میں قریش کی قدر و منزلت اور عزت کی وجہ سے یہی ''مذہب قریش'' اپنے وقت کا سب سے بڑا مذہب تھا۔ قریش نے دینِ حق میں جو تبدیلیاں کیں قریباً سارے عرب میں ان کو تسلیم کر لیا گیا۔

اس بات کا کہیں ذکر نہیں ملتا کہ حضرت عبدالمطلب بھی بتوں کو پوجتے تھے —— ایسا ہوتا بھی کیسے! ان کی پیشانی پر تو ''نور محمدیؐ'' چمکتا رہتا تھا۔ وہ بڑے جہاندیدہ، زبردست فہم و فراست اور پاکیزہ خیالات سے

Marfat.com

مالا مال تھے۔لوگ آپ کی ان صفات کے قائل تھے۔کہا جاتا ہے کہ ان کے بدن سے دل موہ لینے والی خوشبو آتی رہتی۔وہ حسن و جمال اور عظمت وجلال کا پیکر تھے۔زرقانیؒ کے مطابق ابرہہ کے حملے کے وقت انہوں نے پہاڑ پر پہنچ کر جو دعا کی وہ بھی اس بات کی مظہر ہے کہ وہ ایک اللہ کو مانتے تھے۔انہوں نے کہا اے اللہ! ہر بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر۔کل تیری قوت وطاقت پر ان کی قوت اور صلیب ہرگز غالب نہ آئے۔صلیب کے پجاریوں اور ماننے والوں پر آج اپنے بندوں کی مدد فرما۔''

حضرت عبدالمطلب کے بعد بیت اللہ شریف کے حوالے سے دونوں عہدے حضورؐ کے پیارے چچا حضرت ابوطالب کے سپرد ہو گئے۔حضرت ابوطالب وہ ہستی ہیں جنہوں نے قدم قدم پر اپنے یتیم بھتیجے کی دستگیری کی اور انہیں کفار ومشرکین کے ظلم وستم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن جناب ابوطالب مالی طور پر مستحکم نہیں تھے لہٰذا انہوں نے یہ مناصب اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو سونپ دیئے۔

مکہ مکرمہ کی اس کے بعد کی تاریخ مختلف ابواب میں موجود ہے۔ویسے بھی یہاں سے اس تاریخ کا حضور پاکؐ کے ساتھ بنیادی تعلق ہے۔لہٰذا اس کے خطوط آپ کی حیات مقدسہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔جن لوگوں نے مکہ مکرمہ جانے کی سعادت حاصل کر رکھی ہے انہیں بہت اچھی طرح علم ہوگا کہ حضورؐ سے پہلے اور حضورؐ کے دور کے مکہ مکرمہ اور آج کے مکہ مکرمہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔اس وقت کا مکہ بیت اللہ کے اردگرد سمٹا ہوا تھا۔آج یہ وسیع وعریض شہر ہے۔اس وقت یہاں کچے پکے مکانات اور آج بلند و بالا عمارتیں ہیں۔آنحضرتؐ نے قربِ قیامت کی جو نشانیاں بتائی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ بدو بلند عمارتیں تعمیر کرنے میں سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔اس وقت کا یہ شہر بے آب وگیا تھا۔آج نہ صرف مکہ شہر بلکہ چٹیل میدان عرفات میں ہریالی کا راج ہے اور یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔اس زمانے کے مقابلے میں آج بیت اللہ کے طواف اور مسجد حرام میں نماز کے وقت تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی۔اب ہمارے سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے دلوں میں ایمان کی اتنی ہی حرارت موجود ہے جتنی اولین دور کے مسلمانوں میں تھی؟ ہم غارِ حرا اور غارِ ثور کا دیدار بڑے شوق سے کرتے ہیں لیکن کیا ہم ان غاروں میں سختیاں اور تکالیف برداشت کرنے والی ہستی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں؟ کوہ ثور کے دامن میں مختلف زبانوں میں بڑے بڑے بورڈ لگے ہیں کہ پہاڑی پر چڑھنا اور غار تک جانا مشروع نہیں۔ہم پھر بھی اوپر جا پہنچتے ہیں۔یہ اپنے اپنے عقیدے کی بات ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان امور کے علاوہ بھی ہم اسوۂ رسولؐ کی تقلید کر رہے ہیں؟ تھوڑی دیر کے لیے ضرور غور کریں اس کا جواب خود آپ کا دل، ذہن اور ضمیر آپ کو دے گا۔

Marfat.com

مکہ کے کچھ اہم مقامات

مکہ مکرمہ میں بہت سے اہم اور تاریخی مقامات ہیں ـــ یہ مقامات اپنی جگہ مگر خود مکہ شہر کو جو فضیلت حاصل ہے روئے زمین پر کوئی اور جگہ اور مقام اس کے قریب قریب نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہاں اللہ کے گھر کی موجودگی ہے ـــ اللہ کا اپنا گھر ـــ جسے اس دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

بیت اللہ شریف کے ساتھ ہی ایک اور چھوٹی سی خوبصورت عمارت ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت آج ایک پبلک لائبریری ہے لیکن 14 صدیاں گزری ہیں اس عمارت میں ایک ایسا نور جلوہ فگن ہوا کہ زمانے کی تاریخ ہی بدل کر رہ گئی۔ یہ عمارت مولدِ رسولؐ ہے۔ اس عمارت میں اللہ کے حبیب اور سردار البشرؐ کی پیدائش ہوئی تھی لہٰذا اندازہ لگالیں کہ اس عمارت کو کیا مقام حاصل ہوگا۔ اس عمارت کا بہتر نظارہ صفا و مروہ پہاڑیوں یعنی سعی کے مقام کے بیرونی صحن سے کیا جاسکتا ہے۔ دور سے ہی یہ مکان نگاہوں میں ایک ٹھنڈک سی پیدا کر دیتا ہے۔ کیوں نہ ہو ـــ یہاں ایک نور جو اترا تھا۔

اس عمارت سے ذرا پہلے غسل خانے ہیں۔ کئی سال قبل یہ چھتے ہوئے بازار سے پہلے باب عمرہ اور باب فتح کے درمیان تھے۔ اس وقت یہ عین اس مقام پر بنائے گئے جہاں دشمن دیں ابوجہل کا مکان تھا۔ بالکل ٹھیک سلوک ہوا اس جگہ کے ساتھ ـــ! اب یہ غسل خانے توڑ دیئے گئے ہیں۔ معلوم نہیں یہاں کیا بنے گا۔

ایک اور تاریخی مقام کا ذکر کرتے چلیں جس کے بارے میں بہت کم لوگ جان پاتے ہیں۔ یہ مقام ویسے بھی بہت مختصر اور غیر نمایاں انداز میں ہے۔ یہ ''مسجد ہجرہ'' ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہؐ نے جب ہجرت کرتے وقت مکہ مکرمہ کو الوداع کہا تو اس جگہ نماز ادا کی تھی۔ یہ مسجد ایک چھوٹے سے ہال پر مشتمل ہے جو ہجرہ روڈ پر واقع ہے اور یہ سڑک سابقہ کبوتر چوک سے شروع ہو کر شاہراہ ابراہیم خلیل کے متوازی اوور ہیڈ برج تک جاتی ہے حرم شریف کے اردگرد کے علاقے کی تعمیر نو کے لیے جو توڑ پھوڑ کی جارہی ہے۔ اس میں کبوتر چوک تو ختم ہو چکا۔ اب دیکھتے ہیں کہ مسجد ہجرہ بھی باقی رہتی ہے یا نہیں۔

مکہ کی ہر ہر جگہ تاریخی اور دینی لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے لیکن یہاں سب کا ذکر ممکن نہیں۔ صرف چند ایک کو احاطۂ تحریر میں لایا جارہا ہے۔ یہ امر یقینی طور پر دلچسپی کا باعث ہوگا کہ مکہ مکرمہ کی زیادہ تر آبادی

Marfat.com

پہاڑیوں پر ہے۔ یا پھر ان پہاڑیوں کو توڑ کر سطح زمین کے برابر کر دیا گیا ہے اور ان پر مختصر یا بلند و بالا عمارتیں بنا لی گئی ہیں۔ مثلاً کچھ سال پہلے تک باب عبدالعزیز کے باہر جبل علی تھی اور اس پر قلعہ علی کے نام سے ایک چھوٹی سی عمارت تھی جواب حصہ ماضی بن چکی ہے۔ عمارت تو ایک طرف اب وہ پہاڑی ہی صفحۂ ہستی سے اپنا وجود کھو چکی ہے۔ اس طرح باب فہد اور باب عمرہ کے درمیانی علاقے میں صحن سے ذرا آگے جبل عمر تھی اسے 2010ء میں توڑا جا رہا تھا اور اگلے ہی سال اس جگہ ایک بڑی عمارت کی بنیادیں اٹھا دی گئیں ـــــ اب اس شہر میں پہاڑیوں کا وجود مٹ رہا ہے جنہیں زمین کی میخیں قرار دیا گیا ہے۔

حرمِ پاک کی اپنی لائبریری ہے جو بہت پرانی اور اسلامی علوم کے شائقین کی پیاس بجھاتی ہے۔ یہ لائبریری حرم کے اندر نہیں بلکہ ذرا فاصلے پر ہے جہاں بڑی تعداد میں دینی کتب اور نادر مخطوطات موجود ہیں۔ حرم شریف کے پاس ہی ایک اور لائبریری بھی ہے۔ جو مکہ لائبریری کہلاتی ہے۔ یہ چھوٹا کتب خانہ ہے جس میں منتخب کتابیں، مخطوطات اور دوسرا مواد رکھا گیا ہے۔ مولد مبارک کو بھی لائبریری کا درجہ دے دیا گیا ہے جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ تاہم اب یہ لائبریری بند ہے۔

مدینہ منورہ میں قبرستان جنت البقیع جب کہ مکہ مکرمہ میں قبرستان جنت المعلیٰ ہے۔ اس کی چار دیواری کے اندر اسلام کی بہت سی معزز و محترم ہستیاں آرام فرما رہی ہیں۔ امہات المومنینؓ میں سے صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اس قبرستان میں ابدی نیند میں ہیں۔ آنحضرتؐ سے آپؐ کے صاحبزادے بھی اسی قبرستان میں ہیں کیونکہ ان کا اوائل عمری میں مکہ ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں ہزاروں کی تعداد میں صحابۂ کرامؓ، ولی اللہ، فقہا، علماء اور دوسری ہستیاں مدفون ہیں۔

قبرستان سے تھوڑے فاصلے پر مسجد جن ہے مکہ میں لوگ اس مسجد کے حوالے سے کئی روایات بیان کرتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ جون کے کنارے شعب ابی طالب کے قریب اس مقام پر جنات کو قرآن سنایا کرتے تھے۔

مسجد جن کے قریب مسجد شجر ہے۔ اس کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں۔ مکہ کے اکثر لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے آنحضرتؐ سے کہا میں اس صورت میں آپؐ کی رسالت کو مانوں گا کہ وہاں موجود ایک درخت آپؐ کی تصدیق کرے۔ آپؐ نے یہودی سے فرمایا کہ جاؤ اور درخت کو میرا اسلام بولو۔ چنانچہ وہ درخت خود بخود اکھڑ گیا اور اس نے آ کر حضورؐ کی قدم بوسی کی لیکن اس کی صحیح روایت سے تصدیق نہیں ہوتی۔

مسجد تنعیم یا مسجد عائشہ حرم پاک سے ساڑھے سات کلومیٹر دور مدینہ جانے والی شاہراہ ہجرہ پر ایک

Marfat.com

خوبصورت مسجد ہے۔ یہ اسلامی طرزِ تعمیر کا ایک حسین نمونہ ہے۔ خصوصاً رات کے وقت اس پر کی جانے والی روشنیوں کا منظر انتہائی دلفریب ہوتا ہے۔ عموماً لوگ اس مسجد سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرتے ہیں۔

مسجد خیف مکہ کی قدیم ترین مساجد میں سے ہے۔ اس کی فضیلت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حجتہ الوداع کے موقع پر خود نبی کریمؐ نے اس میں نمازیں ادا کیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ اس مسجد میں ستر (70) انبیائے کرام نے نماز ادا کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا فرمان ہے کہ اگر میں مکہ میں قیام پذیر ہوتا تو جمعہ اس مسجد میں ادا کیا کرتا۔

مسجد خیف کے قریب ہی ایک اور مسجد بھی ہے جو حال ہی میں دریافت ہوئی ہے اور بہت کم لوگوں کو اس کے بارے میں علم ہے۔ اس مسجد میں بھی آنحضرتؐ نے نمازیں ادا کی ہیں۔ دراصل جمرات یعنی شیطانوں والی جگہ کو جدید بنیادوں پر تعمیر کرتے وقت کھدائی کی گئی تو یہاں سے ایک مسجد برآمد ہوئی۔ اس مسجد کی بیرونی دیواروں پر خلیفہ معتصم باللہ کے دور کی تختیاں نصب ہیں۔ پتھر کی ان تختیوں پر خطِ کوفی میں لکھائی کی گئی ہے اور انہی میں بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے یہاں نمازیں ادا کی ہیں۔ آپؐ کے علاوہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ بھی اس مسجد میں نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ بغیر چھت کی اس مسجد کی دیواریں قریباً اڑھائی تین فٹ چوڑی ہیں اور اس میں کئی ایک ستون بھی ایستادہ ہیں۔ جن سے لگتا ہے کہ مسجد پر کھجور وغیرہ کی ٹہنیوں سے چھت ڈالی گئی ہوگی۔

مکہ مکرمہ سے طائف جانے والی سڑک پر اٹھارہ بیس کلومیٹر دور جعرانہ کے مقام پر ایک خوبصورت مسجد ہے۔ جو میقات بھی ہے اور یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کے لیے جانا افضل خیال کیا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے غزوہ حنین سے واپسی پر اس جگہ قیام کیا۔ آپؐ جمعرات 5 ذوالقعدہ کو اس جگہ پہنچے اور بدھ 18 ذوالقعدہ کو احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ کچھ بزرگ کہتے ہیں کہ آپؐ نے وادی کے عقب میں نصب ایک پتھر کے پاس احرام باندھا تھا۔

جعرانہ ایک کنوئیں کا نام ہے اور اس کے نام پر یہ علاقہ مشہور ہوگیا۔ اس سے چند کلومیٹر دور وہ سرسبز علاقہ ہے جہاں طائف سے واپسی پر حضورؐ نے قیام فرمایا تھا۔ یہ آپؐ کی مکی زندگی کا واقعہ ہے۔ آپؐ تلاوت کلام پاک فرمارہے تھے کہ جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا وہ تلاوت سن کر اتنے مسحور ہوئے کہ اسلام قبول کر لیا اور اپنے قبیلے میں جا کر اس کی تبلیغ بھی کی۔

غارِ حرا اور غارِ ثور کے بغیر مکہ کے اہم مقامات کا ذکر مکمل نہیں ہوتا۔ جبل حرا یا جبل نور پر موجودہ غارِ حرا وہ مقام ہے جہاں حضورؐ بعثت سے قبل بھی تشریف لے جایا کرتے اور کئی کئی دن وہاں غور وفکر میں گزار دیتے۔

Marfat.com

حضرت جبرائیلؑ پہلی بار یہیں تشریف لائے اور یہیں سے وحی کے نزول کا آغاز ہوا۔ جبل حرا کے سامنے اب بہت سی کثیر منزلہ عمارتیں بن چکی ہیں اور دور سے اس کا نظارہ نہیں کیا جاسکتا۔ غار حرا بظاہر بہت قریب نظر آتی ہے مگر چڑھنے لگیں تو اس کی بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔

جبل ثور مکہ کے جنوب میں نشیب کی جانب واقع ہے۔ اس نام کا ایک پہاڑ مدینہ منورہ میں بھی موجود ہے مگر مکہ کے جبلِ ثور میں وہ تاریخ ساز غار ہے جس میں مدینہ ہجرت سے قبل آنحضرتؐ اور جناب ابوبکر صدیقؓ تین دن تک چھپے رہے۔ اسی حوالے سے جناب ابوبکر صدیقؓ کے لیے یارِ غار کا لقب ضرب المثل بن چکا ہے۔ غار پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور غارِ حرا کی نسبت اس کا فاصلہ زیادہ اور راستہ بھی دشوار ہے۔

Marfat.com

منیٰ ۔۔۔ عرفات ۔۔۔ مزدلفہ

منیٰ، عرفات اور مزدلفہ تقدس کے اعتبار سے انتہائی بلند مقام کے حامل ہیں۔ یہی وہ مقامات ہیں جہاں جائے بغیر کوئی مسلمان حج کی سعادت حاصل نہیں کر سکتا۔

حجاج کرام سب سے پہلے منیٰ جاتے ہیں جس کی حد وادیٔ محسر سے آخری شیطان یعنی جمرہ عقبہ سے قریبی وادی تک ہے۔ تمام حاجی 8 ذوالحجہ کو منیٰ پہنچتے ہیں اور رات وہاں قیام کے بعد اگلی صبح عرفہ کے دن میدان عرفات کی جانب کوچ کر جاتے ہیں جو زیادہ دور نہیں مگر ٹرانسپورٹ کے مسائل کی وجہ سے بعض اوقات پریشانی ہوتی ہے۔ اب تو ان تینوں علاقوں میں فلائی اوور پر خوبصورت ٹرینیں بھی دوڑتی نظر آتی ہیں۔

حجاج کرام اس سے اگلے روز یعنی 10 ذوالحجہ کو منیٰ میں ہی واپس آتے ہیں۔ قربانی اور سر منڈوانے کے بعد احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ ایام تشریق میں اسی جگہ قیام کیا جاتا ہے اور شیطانوں کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ یہ تین شیطان یعنی جمرہ اولیٰ، جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبہ کو ستونوں کی علامت دی گئی ہے۔ چند سال پہلے تک کوئی نہ کوئی حادثہ ہو جاتا تھا۔ اب اس جگہ کو کثیر منزلہ بنا دیا گیا ہے اور آنے جانے کے لیے الگ راستے ہیں جس سے بڑی سہولت ہو گئی ہے۔ سارے پراجیکٹ کو جس مہارت سے تیار کیا گیا ہے اس نے اسے انجینئرنگ کا ایک باکمال نمونہ بنا دیا ہے۔ شیطانوں کی یہ علامت حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے حضرت اسمٰعیلؑ کو قربانی کے لیے لے جانے کی یاد میں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند کو اسی جگہ لے کر آئے تھے اور یہیں شیطانوں نے آپؑ کو بہکانے کی کوشش کی۔ قربانی کی جگہ کو ایک مینار سے نمایاں کیا گیا ہے۔

جمرۂ عقبہ کے قریب ہی ایک مقام پر انصار مدینہ نے نبی کریمؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کا ساتھ دینے کا عزم کیا۔ یہی بیعت آپؐ کی مدینہ ہجرت کا باعث بنی۔ منیٰ کے علاقے میں تھوڑی سی آبادی ہے۔ یہ سارا سال خالی رہتا ہے لیکن حج کے دنوں میں یہاں خوب گہما گہمی ہوتی ہے چند سال قبل کپڑے کے خیموں کی جگہ فائر پروف خیمے بنا دیئے گئے ہیں۔ سفید رنگ کے گنبد نما خیمے مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ دور ہی

Marfat.com

سے ان خیموں کی بہار بڑا دلفریب منظر پیش کرتی ہے۔ پورے علاقے میں اب سڑکوں اور روشنیوں کے لیے کھمبوں کا جال بچھا ہوا ہے لیکن یہ حرفِ آخر نہیں بلکہ یہاں آئے دن کام ہوتا رہتا ہے۔

حجاج کرام 9 ذوالحجہ کی صبح نماز فجر کے بعد میدانِ عرفات کو کوچ کر جاتے ہیں اور وہاں وقوف کرتے ہیں جو حج کا رکن اعظم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دوران کوئی پرندہ اس میدان پر سے پرواز کر جائے تو اس کا بھی حج ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''وقوف عرفہ کا نام حج ہے۔'' یعنی جو شخص اس جگہ وقوف نہ کر سکے اس کا حج نہیں ہوگا۔ میدان عرفات میں ہی جبل رحمت ہے جہاں نبی کریمؐ نے خطبہ حج دیا۔

جبلِ رحمت سے کچھ ہی فاصلے پر مسجد نمرہ ہے یہ دنیا کی واحد مسجد ہے جہاں سال میں صرف ایک بار نماز پڑھی جاتی ہے باقی سال یہ مسجد بند رہتی ہے۔ وہ حج کا دن ہوتا ہے۔ امام حج اسی مسجد میں خطبہ دیتے اور پھر ظہر و عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھاتے ہیں۔

کسی بھی دن شیطان اتنا چھوٹا، ذلیل، حقیر اور ناراض نہیں ہوتا جتنا عرفہ کے دن ہوتا ہے۔ کیونکہ اس دن اللہ کی رحمت کثرت کے ساتھ نازل ہوتی ہے اور باری تعالیٰ بڑے بڑے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

عرفہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ دن آئندہ اور گزشتہ برسوں کے گناہ ختم کر دیتا ہے۔ اس دن کے روزے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

تیسرا مقام وادئ مزدلفہ ہے جو عرفات اور وادئ محسر کے دو تنگ پہاڑی راستوں میں واقع ہے۔ اس علاقے کا نام مضیق یا جمع بھی ہے۔ حجاج کرام یوم عرفہ یعنی 9 ذوالحجہ کو غروبِ آفتاب کے فوری بعد وہاں مغرب کی نماز ادا کیے بغیر مزدلفہ کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں جہاں پہنچ کر مغرب اور عشا کی نمازیں اکٹھی ادا کی جاتی ہیں اور رات اسی وادی میں قیام کیا جاتا ہے۔ شیطانوں کو مارنے کے لیے کنکریاں بھی مزدلفہ سے ہی لی جاتی ہیں۔ قرآن پاک میں عرفات سے واپسی کے بعد مشعرِ حرام میں ٹھہر کر اللہ کے ذکر کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ مشعر حرام سارا مزدلفہ نہیں بلکہ اس کا کوئی مخصوص مقام ہے۔ مزدلفہ میں رات گزارنا ضروری ہے۔ اگر رات نہ گزاری جائے تو ایک قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

مزدلفہ سے روانہ ہوں تو منیٰ سے پہلے وادئ محسر ہے۔ یہ وادئ مہلل بھی کہلاتی ہے۔ سنت رسولؐ ہے کہ اس وادی سے تکبیر پڑھتے ہوئے تیزی کے ساتھ گزر جائے کیونکہ نبی اکرمؐ نے اس وادی کو شیاطین کا ٹھکانہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

مکہ مکرمہ میں اور بے شمار اہم مقامات ہیں جن میں سے ہر ایک کا ذکر ممکن نہیں۔ گزشتہ دو ابواب میں جن مقامات کا ذکر کیا گیا ہے وہ حج اور عمرہ پر جانے والوں کی رہنمائی کے لیے ہیں تا کہ وہ ان مقامات سے استفادہ کریں اور ان کی زیارت کرسکیں۔

Marfat.com

حصّہ دوم

مکی زندگی

Marfat.com

Marfat.com

نبی کریمؐ کا شجرۂ نسب

نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ میں ناجائز طریقے سے نہیں بلکہ نکاح سے ظاہر ہوا ہوں۔ آدمؑ سے لے کر اس وقت تک جب کہ میرے والدین کے ہاں میری پیدائش ہوئی دورِ جاہلیت کی کوئی غلط چیز مجھے چھو کر بھی نہیں گذری۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ ایک نبی سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپؐ کی والدہ ماجدہ نے آپؐ کو جنا۔

حضورؐ نے ایک بار اپنا تعارف اس طرح کرایا کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ کے مطابق رسولِ کریمؐ کا فرمان ہے کہ باری تعالیٰ نے اولاد ابراہیمؑ میں سے اسمٰعیلؑ کو چنا۔ اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے کنانہ، کنانہ کے قبیلے سے قریش اور ان سے بنی ہاشم کو چنا، جب کہ بنی ہاشم سے مجھے چنا گیا۔

مذکورہ احادیث مبارکہ کے بیان کا مقصد ایک غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو عمومی طور پر پائی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ایک بت تراش کی اولاد تھے لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ درست نہیں۔ آنحضرتؐ کے شجرہ نسب میں کوئی مشرک، بت تراش یا بت فروش داخل ہو ہی نہیں سکتا۔ کافر بت تراش حضرت ابراہیمؑ کا باپ نہیں چچا تھا۔ آپؑ چچا کے پاس رہتے تھے۔ عربی میں چچا کو بھی باپ کے مثل ہی سمجھا جاتا ہے۔ کتب تاریخ کے مطابق آپؑ کے والد مشرک نہیں تھے۔ آپؑ کا شجرۂ نسبت حضرت نوحؑ سے جا ملتا ہے جو اس طرح سے ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے والد تارخ، ناحور کے بیٹے تھے۔ جن کے باپ ساروغ تھے۔ وہ ارغوا کے بیٹے، پھر ارغوا کا باپ فالغ ان کا باپ عابر، ان کا باپ شالخ، ان کا باپ قینان تھا جو ارفخشذ کے بیٹے تھے اور وہ حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی اولاد تھے۔

اب ہم شاہ پیغمبرانؐ کے شجرۂ نسب کی جانب آتے ہیں۔ بہت سی روایت میں آپؐ کا شجرۂ نسب حضرت آدمؑ تک بیان کیا گیا ہے لیکن اصل بات وہی ہے جو آپؐ بیان کیا کرتے تھے۔ اور وہ عدنان تک کا شجرۂ نسب ہے لہٰذا اس کی صحت میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ حضرت عمرؓ کا بھی فرمان ہے کہ ہمیں عدنان تک کا شجرۂ نسبت معلوم ہے۔ وہاں سے حضرت اسمٰعیلؑ تک شجرۂ نسب کے بارے میں اہل انساب میں اختلاف

Marfat.com

ہے لہٰذا مناسب ہوگا کہ جناب عدنان تک بات کی جائے۔ جو اس طرح سے ہے۔

حضور احمد مجتبیٰؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مغر بن نزار بن معد بن عدنان۔

آنخضرتؐ کے شجرہ نسب میں جو اسمائے مبارکہ بیان کیے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی مشرک نہیں اور مشرک ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ان کے سلب میں حبیب کبریاؐ کی روح موجود تھی۔ ذیل میں ان محترم بزرگوں کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کو ان کے بارے میں آگاہی حاصل ہو سکے۔

عدنان: جناب عدنان بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک اہم کردار بخت نصر کے دور میں عربوں کے مسلمہ سردار تھے۔ یہ بخت نصر وہی ہے جنہوں نے پیغمبر حضرت ارمیاؑ اور حضرت برخیاؑ کے زمانے میں حملہ کر کے بنی اسرائیل کا قتل عام کیا۔ عربوں نے جناب عدنان کی سپہ سالاری میں ذات العرق کے مقام پر بخت نصر کا مقابلہ کیا مگر حکم ربی کے تحت فتح بخت نصر کے نصیب میں لکھی گئی۔ فرمان الٰہی کے مطابق ہی مذکورہ پیغمبر جناب عدنان کے بارہ سالہ بیٹے معد کو براق پر ساتھ لے گئے اور ان کی تعلیم و تربیت کی۔ کچھ عرصہ گزرا کہ جناب عدنان اس دنیا سے چل بسے۔ ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ بیت اللہ شریف پر سب سے پہلا غلاف انہوں نے چڑھایا۔ تاہم اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

معد: بخت نصر نے جناب معد کو قتل کرنا چاہا تو مذکورہ دونوں پیغمبروں نے اسے منع کیا اور بتایا کہ ان کی نسل سے ایک جلیل القدر نبی پیدا ہونے والا ہے۔ معد پہلی شخصیت تھے جنہوں نے بنی اسمٰعیل کے لیے قلعہ تعمیر کیا اور تہامہ فتح کیا۔ ان کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے قریب تر بتایا جاتا ہے۔

نزار: یہ یگانہ روزگار تھے اسی لیے ان کو نزار کا لقب دیا گیا۔ ان کی پیدائش ہوئی تو نور محمدیؐ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان چمک رہا تھا۔ جس پر باپ کی خوشی دیدنی تھی نزار اس زمانے کے تمام لوگوں سے زیادہ دانشمند اور حسین تھے۔ آپ جس دربار میں تشریف لے جاتے وہاں کا بادشاہ ان کا بہت احترام کرتا۔

مضر: باری تعالیٰ نے جناب مضر کو سیرت اور صورت دونوں عطا کی تھیں چہرے پر نور مصطفویؐ جلوہ گر تھا۔ عالم عرب میں حدی خوانی کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی۔ یہ وہ گیت ہے جو اونٹوں کو سفر میں تیز چلانے کے لیے گایا جاتا ہے۔ اللہ نے حکمت و دانش بھی عطا کی تھی اور سارے عرب ان کی عزت کرتے تھے آنخضرتؐ کا فرمان ہے کہ مضر کو برا مت کہو وہ اسمٰعیلؑ کے دین پر تھا۔

الیاس: جناب الیاس اپنے قبائل کے سردار تھے، ان کی بہت زیادہ عزت کی جاتی تھی ان کا فرمایا ہوا

Marfat.com

حرف آخر ہوتا۔ حدیث مبارکہ میں بھی ہے کہ الیاس کی مثال ایسی تھی جس طرح لقمان حکیم کی اپنی قوم میں تھی۔ روایات کے مطابق حج اور عمرہ کے موقع پر پڑھے جانے والے تلبیہہ کی آواز وہ اپنی پشت سے سنتے تھے۔

مدرکہ: آپ کا اصل نام عمرو تھا لیکن ایک دن بھاگ جانے والے اونٹ پکڑ کر لانے پر باپ نے آپ کو مدرکہ کا خطاب دے دیا۔ والدہ لیلیٰ بن حلوان یمنی خاتون تھیں۔ خندف کے نام سے جانی جاتی تھیں۔ اپنے اوصاف کی بنا پر انہیں بڑی عزت و تکریم دی جاتی۔ حتیٰ کہ اولاد بھی انہی کے نام سے پہچانی گئی۔

خزیمہ: انتہائی خوبیوں کے مالک تھے لوگوں پر ان کے احسانات بے شمار تھے امام محمد بن یوسف الصالحی کے مطابق آپ کی وفات ملت ابراہیم پر ہوئی۔

کنانہ: حضرت واثلہؓ کی روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیلؑ سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو منتخب فرما لیا تھا۔''

جناب کنانہ کے بیٹے نضر کی اولاد کو قریش کہا گیا اور یہیں سے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور باری تعالیٰ نے نبی آخرالزمانؐ کے ظہور کے لیے قریش کو منتخب فرما لیا۔ امام محمد بن یوسف کے مطابق کنانہ حطیم میں محو خواب تھے کہ انہیں خواب میں کہا گیا گھوڑے، اونٹ، تعمیرات اور دائمی عزت میں سے کسی ایک کو چن لو۔ آپ نے ان تمام چیزوں کے لیے درخواست کر دی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ ساری نعمتیں قریش کو عطا فرما دیں۔

نضر: آپ کا حسن و جمال ہر ایک کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا لیتا اور چہرے پر ایک خاص چمک تھی اس لیے آپ کو نضر کہا جاتا تھا جب کہ آپ کا اصل نام قیس تھا۔ یہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ قریش کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔

مالک: آپ کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ آپ گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے اور لوگوں کے بہت کام آیا کرتے تھے۔

فہر: جب یمن کے حکمران حسان بن عبدالکلال الحمیری نے بیت اللہ کو ڈھا کر اس کے پتھر لے جانے کے لیے حملہ کیا تو تمام عرب قبائل نے فہر کی قیادت میں دشمن کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دی جب کہ حسان جنگی قیدی بنا۔ آپ مکہ اور اردگرد بسنے والے تمام قبائل کے سردار تھے۔

غالب: بنوتیم کی ابتدا غالب کے بیٹے تیم سے ہوئی۔ اس لیے آپ کو ابوتیم بھی کہا جاتا تھا۔

لوی: یہ وہ شخصیت تھے جنہیں باری تعالیٰ نے حکمت اور حلم کی خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ آپ ابھی چھوٹے تھے کہ ایسے جملے کہہ جاتے جنہیں ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہو جاتی۔ لوی اس پلے ہوئے جنگلی بیل

Marfat.com

کو کہا جاتا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا وہ اپنی قوت اور طاقت کے بل بوتے پر اپنے مقابل کا حشر کر دیتے تھے۔

کعب: جناب کعب عرب میں ممتاز مقام اور حیثیت کے حامل تھے۔ جنہیں علم تھا کہ نبی آخر الزماںؐ تشریف لانے والے ہیں اور وہ ان کے خاندان میں سے ہوں گے۔ ان کو بڑی حسرت تھی کہ کاش وہ اس نبی کا زمانہ پالیں اور پھر ان کے دشمنوں کے سامنے چٹان کی طرح کھڑے ہو جائیں۔ انہیں یہ بھی علم تھا کہ نبی کریمؐ کا اپنا خاندان بھی انہیں چھوڑ جائے گا۔ ان کی وفات نبی کریمؐ کی بعثت سے 560 برس قبل ہوگئی۔ جناب کعب ہر جمعہ کو قریش کو خطبہ دیتے اور تلقین کیا کرتے تھے کہ تم جونہی آخری نبیؐ کو پاؤ فوراً ان کی اتباع کرلو۔ جناب کعب وہ ہستی ہیں جن پر جا کر حضرت عمر فاروقؓ کا نسب نبی کریمؐ کے نسبِ پاک سے مل جاتا ہے آپ حضرت عمرؓ کے آٹھویں دادا تھے۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عرب کعب کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور ان کے یوم وفات سے اپنی سن تاریخ کا آغاز کیا جو عام الفیل (ابرہہ کے حملہ) تک جاری رہا۔ آپ اپنے خطبۂ حج میں لوگوں کو نبی کریمؐ کی آمد کی خبر دیا کرتے تھے۔

فرہ: جناب فرہ پر نبی کریمؐ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت امام مالکؒ کا نسب ایک ہو جاتا ہے۔ آپ نہ صرف آنحضرتؐ بلکہ حضرت ابو بکرؓ کے بھی چھٹے دادا تھے۔ فرہ انتہائی کڑوی چیز کو کہا جاتا ہے کہ وہ دشمنوں کے لیے واقعی بہت کڑوے تھے۔ ان پر دہشت طاری کر دیتے تھے۔ تلخ اور سخت مزاج کے باعث دشمن ان کے سامنے آنے سے گھبراتے تھے۔

کلاب: جناب کلاب کا نام عروہ یا حکیم بتایا گیا ہے جب کہ آپ کی کنیت ابوزہرہ تھی۔ کتوں کے شوق کی وجہ سے ہی انہیں کلاب کا نام دیا گیا۔ کلب چیڑ پھاڑ کرنے والے کتے کو کہتے ہیں اور کلاب اس کی جمع ہے۔ جناب کلاب پر آ کر آنحضرتؐ کے والد گرامی اور والدہ محترمہ کا شجرہ نسب ایک ہو جاتا ہے کیونکہ آپ حضرت آمنہ کے تیسرے دادا تھے۔ یہ روایت بھی ہے کہ موجودہ عربی مہینوں کے نام جناب کلاب نے رکھے۔

قصیٰ: جناب قصی وہ پہلے قریشی سردار تھے جنہوں نے باقاعدہ حکومت قائم کی اور اس کے سربراہ بنے۔ دار الندوہ بھی انہوں نے ہی بنایا جہاں نہ صرف تنازعات کے فیصلے ہوتے بلکہ ظلم کا ازالہ کیا جاتا۔ جنگ ہوتی تو اسی جگہ سے جھنڈا لہرایا جاتا۔ حتیٰ کہ نکاح بھی اسی جگہ ہوتے تھے۔ یہ ایک طرح سے اس دور کی اسمبلی کی حیثیت رکھتی تھی۔

آپ کا اصل نام زید تھا اور آپ 400ء کے قریب پیدا ہوئے جب کہ آپ نے باقاعدہ حکومت

Marfat.com

قریباً چالیس برس کی عمر میں یعنی 440ء میں قائم کی۔ان کی کنیت ابو مغیرہ بتائی جاتی ہے۔قصی کا مطلب ''دور دراز'' ہے۔دراصل آپ والدہ سے اجازت لے کر حاجیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آ گئے تھے چونکہ دور سے آئے تھے اس لیے آپ کا نام قصی پڑ گیا۔آپ کے چار بیٹے عبد الدار، عبد مناف، عبد العزیٰ اور عبد قصی تھے۔کعبہ کی تولیت آپ کے سسر کے پاس تھی مگر بڑھاپے کی وجہ سے انہوں نے یہ ذمہ داری بیٹی کے حوالے کر دی جو خاتون ہونے کی وجہ سے اسے پوری نہیں کر سکتی تھیں۔اس نے اپنے ایک اور بیٹے ابو غبشان کو تولیت دے دی۔ مگر اس نالائق نے محض ایک سارنگی اور ایک مشکیزہ شراب کے عوض تولیت قصی کو بیچ دی۔آپ نے بنو خزاعہ کو مکہ سے نکال دیا۔اب قصی نے باقاعدہ تولیت قائم کر کے بکھرے ہوئے قریش کو جمع کیا۔مکہ کو چار حصوں میں تقسیم کر کے زمین مختلف قبیلوں میں بانٹ دی تاکہ وہ گھر وغیرہ بنا سکیں۔یوں حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کو قریباً سوا دو سو سال بعد ایک بار پھر امن وسکون سے رہنا نصیب ہوا۔آپ بھی اکثر ایک نبی کی آمد کا ذکر کرتے تھے اور جمعہ کے دن قوم کو جمع کر کے بیت اللہ کی عزت وتکریم اور تعظیم کی ہدایت کیا کرتے تھے۔آپ نے بیت اللہ سے متعلق تمام امور خود سنبھال لیے اور مختلف امور کی تقسیم کر دی جن میں حجابہ، رفادہ، سقایہ، ندوہ اور لواء شامل ہیں۔

حجابہ کعبہ شریف کی خدمت کا منصب تھا۔جسے یہ منصب ملتا وہ کعبہ کا کلید بردار امانتوں اور تحائف کی حفاظت کرتا۔رفادہ حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام تھا جس کے لیے باقاعدہ فنڈ قائم کیا گیا۔یہ انتظام صدیوں تک قائم رہا۔سقایہ حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب تھا۔قریش پانی میں کشمش ڈال کر اسے حاجیوں کو پلاتے تھے۔ندوہ کے بارے میں وضاحت ہو چکی ہے۔لواء کا منصب دفاعی نوعیت کا ہے۔کعبہ کی عمارت بہت بوسیدہ ہو گئی تو قصی نے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کرایا اور بہتر میٹریل استعمال کیا۔

جناب قصی کی وفات کے بعد انہیں بیت اللہ سے کچھ فاصلے پر حجون میں دفن کیا گیا۔آج کے دور کا قبرستان جنت المعلیٰ یہی ہے جس میں ہزاروں نامور ہستیاں دفن ہیں۔

عبد مناف: جناب قصی کے بیٹوں میں عبد الدار سب سے بڑے تھے ان کے پاس رفادہ اور سقایہ کا انتظام تھا۔ان کی پیشانی پر نور محمدیؐ چمکتا تھا۔اپنے حسن وجمال کی وجہ سے انہیں قمر البطحا یعنی بطحا کا چاند کہا جاتا تھا ان کا اصل نام مغیرہ بتایا گیا ہے۔آپ بتوں سے بغض رکھتے تھے۔ایک شاعر کا کلام ہے کہ قریش ایک انڈے کی مانند ہیں جسے پھوڑا جائے تو عبد مناف اس کا مغز اور جوہر ہوں گے۔عبد مناف حضرت عثمان غنیؓ کے چوتھے دادا تھے چنانچہ یہاں سے آپؓ کا نسب آنحضرتؐ سے جا ملتا ہے۔وہ امام شافعیؒ کے بھی انانویں دادا تھے۔

Marfat.com

ہاشم: خوبصورت تھے، حسین تھے، چہرے پر نور محمدیؐ عیاں تھا، مکہ کی لڑکیوں کے دلوں کی دھڑکن تھے۔ کچھ خوبصورتی کی وجہ سے رشتہ جوڑنا چاہتی تھیں اور کچھ نے اس نور کو پہچان لیا تھا جس کے ظاہر ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں تھی۔ حتیٰ کہ سلطنت روما کے بادشاہ ہرقل نے انجیل مقدس کی پیشگوئیوں کے حوالے سے جان لیا کہ آپ ہی نبی آخرت الزمانؐ کے جدِ امجد ہوں گے۔ اس نے پیغام بھیجا کہ میری ایک خوبصورت بیٹی ہے فوراً چلے آئیں میں اس کا نکاح آپ سے کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ نور تو مدینہ میں بنونجار کے سردار عمرو بن لبید کی بیٹی سلمیٰ کا مقدر بن چکا تھا۔ شادی کے بعد جناب ہاشم نے اگلے سفر پر اہلیہ کو ساتھ لیا اور ان کے میکے میں چھوڑ کر خود تجارتی کارواں کے ساتھ آگے چلے گئے مگر یہ ان کی زندگی کا آخری سفر ثابت ہوا۔ پچیس برس کی عمر میں غزہ میں انتقال کیا اور وہیں دفن کر دیئے گے۔ آپ کے بیٹے شیبہ (عبدالمطلب) کی پیدائش آپ کی وفات کے بعد ہوئی۔ آپ ہر وقت سخاوت کے لیے تیار رہتے۔ ایک قحط میں آپ نے کچھ اونٹ ذبح کیے۔ ثرید تیار کر کے بھوکوں کی دعوت عام کی گئی۔ اسی دعوت کی وجہ سے آپ کا نام ہاشم پڑ گیا ورنہ آپ کا اصل نام عمرو تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد انہوں نے رفادہ اور سقایہ کا انتظام سنبھالا اور حسن انتظام کی وجہ سے شہرت پائی۔ امیہ بن عبد شمس جو جناب ہاشم کا بھتیجا تھا۔ سخت حسد میں مبتلا ہو گیا اور مناظرے کی دعوت دے دی۔ اس میں شکست کے بعد دس برس کے لیے جلاوطن کر دیا گیا۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں اس کے بعد مستقل نزاع کی صورت بن گئی۔ دراصل جناب ہاشم اور عبد شمس جڑواں بھائی تھے۔ پیدائش کے وقت جناب ہاشم کے پاؤں کا انگوٹھا عبد شمس کے سر کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ جسے تیز دھار آلے سے الگ کیا گیا تو خون ٹپکا۔ جس پر لوگوں نے قیافہ لگایا کہ ان کی اولاد میں خونریزی ہوگی۔

عبدالمطلب: جناب ہاشم کی وفات کے بعد ان کی اہلیہ سلمیٰ نے یثرب (مدینہ منورہ) میں ایک بیٹے کو جنم دیا جس کے سر میں چند سفید بال تھے چنانچہ اس بچے کو شیبہ (بوڑھے) کا نام دیا گیا۔ بچے کی پیدائش کو سات سال کا عرصہ گزر گیا۔ یہ بچہ تیراندازی میں بہت ماہر تھا۔ ہر بار جیت اسی کی ہوتی۔ فتح پر اپنے خوبصورت اور معصوم چہرے کے ساتھ نعرہ لگاتا۔ ''میں ہاشم کا بیٹا، بطحا کی وادی کے سردار کی اولاد ہوں۔'' ایسا ہی ایک وقت تھا کہ بنو حرث بن عبد مناف کے ایک شخص کا وہاں سے گذر ہوا۔ اس نے یہ نعرہ سنا تو گرہ میں باندھ لیا اور مکہ واپس آ گیا۔ وہ آتے ہی ہاشم کے بھائی مطلب کے پاس گیا جو ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ اس نے انہیں حقیقت حال بتائی تو مطلب نے فوراً تیاری کی اور مدینہ چلے گئے۔ اور بیوہ بھاوج کو بھتیجے سمیت مکہ چلنے کی درخواست کی۔ والدہ خود تو نہ آئی مگر شیبہ کو بھیج دیا۔ سفر سے بچے کے کپڑے اور جسم میلا ہو گیا۔ بیوی نے استفسار کیا تو آپ نے کہا میرا غلام ہے۔ اس طرح وہ شیبہ کی بجائے عبدالمطلب یعنی مطلب کے غلام ہو

Marfat.com

گئے۔ انہوں نے بچے کو نہلا کر لباس بدلوایا اور لوگوں کو بتایا کہ یہ شیبہ ہاشم کا فرزند ہے۔ مگر شیبہ کی بجائے عبدالمطلب ہی لوگوں کی زبان پر چڑھ چکا تھا۔ جوان ہوئے تو چچا نے باپ کی جائیداد کے علاوہ رفادہ، سقایہ کی ذمہ داری بھی ان کے سپرد کر دی۔

سید محمود شکری الالوسی لکھتے ہیں:

جناب عبدالمطلب کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔ آپ کے خدوخال سے خیر و برکت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی تھی۔ آپ نے اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا۔ وہ سب سے پہلی شخصیت ہیں جو غار حرا میں چلے جاتے اور وہاں خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ کے جسمِ مبارک سے ہمیشہ کستوری کی خوشبو آتی رہتی تھی۔ قریش جب قحط کا شکار ہوتے تو آپ کے وسیلے سے بارش مانگتے اور باری تعالیٰ موسلادھار بارش برسا دیتا تھا۔ (بلوغ الادب جلد دوم)

جناب عبداللہ: وہ ہستی جو نور محمدیؐ کی آخری نگہبان تھی جناب عبداللہ تھے۔ جناب عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے، اپنے دادا جناب ہاشم کا سا مقدر لے کر آئے تھے۔ انہی کی طرح جناب عبداللہ بھی شادی کے بعد صرف چند روز مکہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ قیام کر سکے اور پھر سفر تجارت پر روانہ ہو گئے۔ جو آپ کی زندگی کو تمام کرنے کا سفر بھی ثابت ہوا لیکن دادا اور پوتے کے سفر آخرت میں فرق تھا۔ دادا نے نور محمدیؐ اپنے بعد آنے والے بیٹے تک منتقل کر دیا تھا۔ مگر اللہ نے وہ نور ایسے شکم میں منتقل کیا جہاں سے اسے مجسم ہو کر اس دنیا میں آنا اور پھر ایمان کا نور پھیلانا تھا۔ باپ اگرچہ نہ دیکھ سکا لیکن باپ کی روح اس نورِ مجسم کو دیکھ کر کس قدر مسرور اور شاداں فرحاں ہوتی ہوگی۔ جناب عبداللہ کے بارے میں تفصیل اگلے باب میں موجود ہے۔

Marfat.com

جنابِ عبداللہ ـــــ مانندِ یوسفؑ

چاہ زمزم کی کھدائی کے دوران جناب عبدالمطلب کا ایک ہی بیٹا حارث ان کا مددگار تھا۔ آپ کا کوئی اور بیٹا نہیں تھا اور لوگ آپ کو اس کا طعنہ بھی دیا کرتے تھے اس موقع پر آپ نے رب کے حضور دعا کی کہ مجھے دس بیٹے عطا کر دیئے جائیں تو میں ایک تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔ آپ کی یہ دعا قبول ہوگئی اور باری تعالیٰ نے آپ کو دس بیٹے عطا کر دیئے۔ تمام بیٹے سرداروں کی طرح بارعب اور دراز قد تھے۔ صحت مند اور طاقتور بھی تھے۔ جب جوان ہوئے تو ایک دن حضرت عبدالمطلب نے سب کو بلایا اور اپنی نیت کا ذکر کیا۔ بیٹے سعادت مند تھے۔ سب نے باپ کے سامنے گردنیں خم کر دیں۔ چنانچہ قرعہ ڈالنے والے کو بلایا گیا۔ تمام بیٹے ایک قطار میں کھڑے ہو گئے اور ان کی بہنیں پچھلی قطار میں تھیں۔ اگلی قطار میں جناب عباس، حمزہ، ابوطالب، حارث، ابولہب، ضرار، مقوم، زبیر، غیراق اور جناب عبداللہ تھے۔ سب کی نظریں قرعہ ڈالنے والے پر تھیں۔ پچھلی قطار میں بہنیں پریشان کھڑی تھیں۔ حضرت صفیہ، ام حکیم، عاتکہ، امیمہ، اروی اور برہ کے دل دھڑکنا بھول گئے تھے۔ معلوم نہیں آج کون سا پیارا بھائی ان سے جدا ہو جائے ـــ اور وہ جناب عبداللہ تھے۔ سب سے چھوٹے بیٹے اور سب سے چھوٹے بھائی۔ باپ ہی نہیں تمام بھائیوں اور بہنوں کی جیسے جان ہی نکل گئی ہو۔

دوسری جانب قریشی سرداروں کو علم ہوا تو وہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آئے اور انہیں بیٹے کی قربانی سے منع کیا۔ ان سرداروں کا موقف تھا کہ آپ کی جانب سے یہ ریت چل نکلی تو پھر بند نہیں ہوگی۔ لہٰذا حجاز کی ایک کاہنہ عرافہ کے پاس جانے کی تجویز ٹھہری۔ عرافہ نے بتایا کہ ایک طرف دس اونٹ اور دوسری طرف جناب عبداللہ کو کھڑا کر دینا اور فال نکالنا۔ قرعہ اونٹوں پر آئے تو انہیں ذبح کر دینا ورنہ ہر بار دس اونٹ بڑھاتے جانا۔ جتنے اونٹوں پر قرعہ نکلے وہ ذبح کر دیئے جائیں انہوں نے مکہ واپس آ کر ایسا ہی کیا آخر سو اونٹوں پر قرعہ نکل آیا۔ یہ قرعہ تین بار نکالا گیا اور ہر بار اونٹ ہی سامنے آئے۔ باری تعالیٰ اس ہستی کو کیسے ذبح ہونے دیتا جس کے ماتھے پر نور سرمدی چمک رہا تھا۔ لہٰذا سو اونٹ قربان کیے گئے اور جناب عبداللہ کو کوئی گزند نہ پہنچی۔

جناب عبداللہ کی عمر اس وقت قریباً بیس برس تھی حسنِ سیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ

Marfat.com

حسن صورت بھی عطا کیا تھا۔ ایک طرح سے وہ حضرت یوسفؑ کی مانند تھے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ قریش کی اکثر لڑکیاں جناب عبداللہ کی محبت میں گرفتار تھیں۔ ایسی ہی صورتحال تھی جو حضرت یوسفؑ کو عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے پیش آئی تھی کچھ نے تو اپنے حسن وشباب کو ان کے قدموں میں ڈالنے تک کا اظہار کر دیا۔ درحقیقت جناب عبداللہ کا چہرہ جس نور کا حامل تھا وہ نور اب رہتی دنیا تک کسی اور شخصیت کے حصے میں نہیں آ سکتا تھا۔ آپ چہرے پر شرم وحیا سجائے، جھکی جھکی نگاہوں کے ساتھ شرافت کا لبادہ اوڑھے بڑی بے نیازی سے آگے بڑھ جاتے اور اس قسم کی کسی بھی کوشش یا پیشکش کی حوصلہ افزائی نہ فرماتے آپ حلال کے قائل تھے اور حرام کی نسبت موت کو بہتر سمجھتے تھے۔ باری تعالیٰ کے حکم سے انہیں اپنی عزت وحرمت کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا تھی۔

اپنے پیارے بیٹے کی قربانی سے بچ جانے پر حضرت عبدالمطلب انتہائی مسرور تھے۔ اپنی اس خوشی کے اظہار کے لیے انہوں نے ان کی شادی کا سوچنا شروع کر دیا۔ یہ سوچ باہر نکلی تو بنوعبد مناف، بنوعبد شمس، بنومخزوم اور دیگر قریشی قبائل کی دوشیزائیوں کے دل دھڑک اٹھے اور کئی دلوں کی آواز زبان پر بھی آ گئی۔ ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔ ایک عالم وفاضل اور پاکباز خاتون قتیلہ بنت نوفل (بعض فاطمہ بنت مر بتاتے ہیں) جناب عبداللہ سے یوں گویا ہوئی کہ آپ کے فدیہ میں سو اونٹ قربانی ہوئے۔ آپ مجھ سے نکاح کر لیں میں بھی اتنے ہی اونٹ دینے کے لیے تیار ہوں مگر حضرت عبداللہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ آپ کی شادی کے بعد ایک دن اس خاتون نے وضاحت کی کہ میں کوئی بدقماش عورت نہیں بلکہ مجھے آپ کی پیشانی پر نور محمدیؐ کی روشنی نظر آتی تھی۔ اس لیے میں نے یہ پیشکش کی۔

ایک اور واقعہ کے راوی جناب عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ایک روز حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ تورات وانجیل اور دیگر کتب کی عالمہ ایک کاہنہ فاطمہ شمعیہ کے پاس سے گزرے تو اس نے حضرت عبداللہ کو نکاح کی دعوت دے دی جسے آپ نے مسترد کر دیا۔ پھر آپ کی شادی ہوگئی اور آپ کا ایک بار پھر اسی کاہنہ کے پاس سے گذر ہوا تو اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ جناب عبداللہ کھڑے ہو گئے اور استفسار کیا کہ اس وقت تم نے مجھے نکاح کی دعوت دی تھی اور آج تم توجہ تک نہیں دے رہی ہو۔ اس کاہنہ کا جواب تھا کہ جس نور کی وجہ سے میں نے آپ کو پیشکش کی تھی وہ تو کوئی اور خوش نصیب لے گئی لہٰذا اب مجھے آپ سے شادی کی خواہش نہیں۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد یمن گئے۔ ہم ایک دانا، قیافہ شناس اور پرانی کتب کے عالم یہودی کے پاس ٹھہرے۔ وہ جناب عبدالمطلب سے مخاطب ہوا اور پوچھا تم کون ہو؟

Marfat.com

عبدالمطلب کا جواب تھا کہ میں قریشی ہوں۔ تو اس نے قریش کی شاخ دریافت کی۔ بنوہاشم بتانے پر وہ چونک اٹھا اور کہا کیا آپ مجھے اپنی ناک دیکھنے دیں گے۔ جس پر عبدالمطلب نے کہا ہاں! دیکھ لو۔ اس نے دونوں نتھنوں کو دیکھا اور بتایا کہ تمہارے ایک ہاتھ میں حکومت جب کہ دوسرے میں نبوت ہے۔ اور یہ دونوں صفتیں قبیلہ بنوزہرہ میں اکٹھی ہو جائیں گی۔ اگر آپ نے ابھی اس قبیلہ سے رشتہ قائم نہیں کیا تو میری رائے اور نصیحت ہے کہ یہ کام کرلو۔

بنوزہرہ قریش ہی کی ایک شاخ ہے اور یثرب (مدینہ) میں رہائش پذیر تھا۔ جناب عبدالمطلب کی نظر بنوزہرہ کے سردار وہب بن عبدمناف کے گھر پر ٹک گئی جس کی بیٹی آمنہ ان خوبیوں پر پوری اترتی تھیں جو حضرت عبدالمطلب کے ذہن میں تھیں۔ وہب کا انتقال ہو گیا تھا اور اب ان کے بھائی وہیب سردار تھے اور حضرت آمنہ چچا کی کفالت میں ہی تھیں۔ مگر اب ان کا نصیب جس عروج کو چھونے والا تھا وہاں کوئی اور ہستی نہیں پہنچ سکتی تھی۔

حضرت عبدالمطلب نے سردار وہیب کی دہلیز پر قدم رکھا اور ان سے اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے رشتہ مانگ لیا۔ بنوزہرہ کے سردار کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی تھی کہ بنوہاشم کا سردار بھتیجی کا رشتہ مانگنے اس کے در پر چلا آیا ہے۔ دراصل یہ رشتہ تو اوپر طے پا چکا تھا اور دونوں سردار حکم ربی پر عمل کر رہے تھے۔

نکاح کے بعد حضرت آمنہ اپنے شوہر اور سسر کی معیت میں یثرب سے طویل سفر طے کر کے مکہ آ گئیں ان کا قیام جناب عبدالمطلب کے اس مکان میں ٹھہرا جسے سردار البشر کی جائے پیدائش یا مولد مبارک کا اعزاز حاصل ہونا تھا۔

حضرت آمنہ کو رہائش کے لیے مکان کی اوپری منزل دی گئی اور حضرت برکہ ان کی خدمت اور دلداری کے لیے ہمہ وقت موجود رہتیں۔ یہ وہی برکہ ہیں جو ام ایمنؓ کے نام نامی سے معروف ہیں۔ آپؓ حضرت زید بن حارثہؓ کی زوجہ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کی والدہ تھیں۔ یہ آپؓ کا اعزاز ہے کہ حضور اکرمؐ کی پیدائش آپ کے سامنے ہوئی۔ آپؓ نے یہ دکھ بھی برداشت کیا کہ جناب رسول اللہؐ کی رحلت بھی آپ کی حیات میں ہوئی۔

یہاں ایک اور امر سے آپ کو آگاہ کر دیں کہ جناب عبدالمطلب نے بھی ایک اور دلہن کا انتخاب کر لیا۔ اس طرح ساس، بہو ـــ دونوں نئی نویلی دلہنیں ایک ساتھ اس گھر میں تشریف لائیں جب کہ حضرت عبدالمطلب کا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔ سردار وہیب کی سگی بیٹی ہالہ حضرت عبدالمطلب کے نکاح میں آئی تھیں۔

Marfat.com

اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مسرت و انبساط کے یہ دن عارضی تھے۔ بے پناہ محبت کرنے والے شوہر کا ساتھ بس اب کچھ ہی عرصہ کی بات تھی۔ پھر جدائی کی طویل اور کربناک گھڑیاں سامنے ہوتیں۔

حضرت عبدالمطلب تاجر تھے۔ اس بار قافلہ شام روانہ ہونے والا تھا۔ اس کے اونٹوں کی مہار والد محترم نے جناب عبداللہ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ قافلہ روانہ ہوا تو حضرت آمنہ اداس ہو گئیں اور ان کی واپسی کے لیے دن گننے لگیں۔ دوسری جانب جناب عبداللہ بھی گھر آنے کے لیے بیقرار تھے۔ انہوں نے شام پہنچ کر سامان تجارت فروخت کیا۔ نیا سامان خریدا اور واپسی کی راہ لی۔ وہ قدم گن رہے تھے کہ کب مکہ کی عمارتیں نظر آئیں ـــ ایک صبح قافلہ واپس آ گیا۔ حضرت آمنہ مکان کی کھڑکی سے جھانکنے لگیں لیکن انہیں اپنے شوہر کی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ بہت کوشش کی مگر ناکام رہیں۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے گھر کرنے لگے ـــ آخر وہ خبر سنائی دے گئی کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ یوں کہا جائے کہ دنیا اندھیر ہو گئی تو زیادہ مناسب ہوگا۔

حضرت عبداللہ شام سے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں بیماری نے انہیں آن لیا۔ اس دوران قافلہ یثرب پہنچ گیا لیکن ان کی طبیعت نہ سنبھل سکی۔ جناب عبداللہ یثرب میں ہی اگلے جہاں کو چل دیئے اور وہیں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔

اپنے محبوب خاوند کے انتقال کی خبر کسی قیامت سے کم نہیں تھی سسر نے بہت محبت دی۔ ام ایمنؓ دلداری کرتی رہیں مگر غم تھا کہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر کار انہیں احساس ہوا کہ اب وہ ایک نہیں دو وجودوں کی حامل ہیں۔ حبیب کبریاؐ رسول رحمتؐ اور سردار البشر بھی کوکھ مادر میں تھے۔ جناب عبداللہ کی یہ قیمتی اور انمول نشانی تو ان کے ساتھ اور ان کے پاس ہے۔

وہ ہستی پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئی۔ یہ دکھ حضرت آمنہ اور جناب عبدالمطلب کا ہی نہیں۔ آسمان پر فرشتوں نے بھی اس کرب کو محسوس کیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کی وفات پر فرشتوں نے بارگاہ ایزدی میں گزارش کی کہ تیرے نبی کا باپ چل بسا اور وہ یتیم ہو گیا۔ جس پر باری تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس کے محافظ اور مددگار ہم ہیں ـــ میں اس کا دوست، نگہبان، مددگار، پروردگار، اس کی مدد کرنے اور اسے رزق دینے والا ہوں۔ میں اس کے لیے کافی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم اس پر درود بھیجا کرو اور اسکے نام سے برکت حاصل کیا کرو۔

Marfat.com

وہ سہانی صبح

جناب عبدالمطلب حطیم کعبہ میں تھے کہ ان کی آنکھ لگ گئی۔ انہوں نے خواب میں اپنی پشت پر اتنے بڑے درخت کو اگتے دیکھا جس کی شاخیں آسمان کو چھو رہی تھیں۔ اس سے پھوٹنے والا نور فضاؤں کو منور کرنے لگا۔ قریش کے لوگ وہاں آ گئے۔ ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ وہ درخت کی شاخوں کے ساتھ لٹک گئے لیکن کچھ لوگ غصہ میں بپھر گئے تھے اور چاہتے تھے کہ اس درخت کو کاٹ ڈالیں۔ اسی وقت ایک خوبصورت اور باوقار نوجوان آیا اور بپھرے لوگوں کی مار پیٹ شروع کر دی۔ جس پر وہ بیدار ہو گئے۔ یہ جناب عبدالمطلب کے ہاں پوتے کی پیدائش سے کچھ دن پہلے کا واقعہ ہے۔ ایک کاہنہ کے پاس گئے۔ اس نے تعبیر بتائی کہ تمہاری نسل میں پیدا ہونے والے ایک شخص کے عظمت وکمال اور جاہ وجلال کی پوری دنیا میں دھوم مچ جائے گی۔

اور پھر اندھیرے مٹانے والا آ گیا۔ اس روز بھی جناب عبدالمطلب صبح سویرے صحن کعبہ میں موجود تھے کہ وہاں رکھے گئے تمام بت اوندھے منہ گر پڑے اور حرم کعبہ کی دیواریں پکار اٹھیں کہ مختار و مصطفیٰ پیدا ہو گئے ہیں۔

وہ صبح صادق کا وقت تھا مکہ میں چار بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ آج اس شہر کی شان ہی نرالی تھی۔ فرشتے سوق اللیل کے مکان کے گرد قطار اندر قطار کھڑے تھے۔ دوسری جانب شیاطین پریشان تھے کہ آج دنیا میں کیا انقلاب رونما ہو گیا ہے۔ ان کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ حتیٰ کہ کسریٰ کے محل کے کنگرے تک گر گئے۔

پھر اطلاع دینے والا حرم کعبہ میں آیا اور جناب عبدالمطلب سے یوں گویا ہوا کہ باری تعالیٰ نے آپ کو پوتے سے نوازا ہے۔ بوڑھے دادا کا چہرہ کھل اٹھا۔ پوتے کی صورت میں بیٹے کی نشانی مل گئی۔ نشانی بھی ایسی کہ جس قدر ناز کیا جائے کم ہو گا۔ اگلی صبح حضرت عبدالمطلب اس یہودی راہب کے پاس گئے جو آپ کو اس عظیم بچے کی پیدائش کی خبر دیا کرتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے بولنے سے پہلے ہی وہ گویا ہوا کہ حضرت موسیٰ جس ستارے کی خبر دیا کرتے تھے وہ طلوع ہو چکا ہے۔ جس عظیم بچے کا میں تم سے ذکر کیا کرتا تھا وہ شبِ گزشتہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس نے جناب عبدالمطلب کو زبان بند رکھنے کی ہدایت کرتے ہوئے بتایا کہ

Marfat.com

پریشانی کی بات نہیں اس بچے کی عمر ساٹھ ستر سال ہوگی۔ پورے مکہ میں یہودی اعلان کر رہے تھے رات اس امت کا آخری نبی پیدا ہو گیا ہے اور وہ قریش میں سے ہے۔

قریش ایک اور یہودی عالم کے پاس گئے۔ وہ بولا میں بچہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ لوگ اسے حضرت عبدالمطلب کے گھر لے گئے۔ اس نے بچے کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی تو قریباً بے ہوش ہو گیا اور پکار اٹھا:

خدا کی قسم نبوت بنی اسرائیل کے گھر سے رخصت ہو گئی۔

ہاں! اس کی یہ بات سو فیصد درست تھی۔ اس صبح پوتے کی اطلاع ملنے پر جب حضرت عبدالمطلب گھر گئے تو بیوہ آمنہ نے جو کچھ دیکھا جو ہدایات و بشارات انہیں ملی تھیں، سب کچھ اپنے سسر کے گوش گزار کر دیا۔ سیدہ آمنہ یوں گویا ہوئیں:

میں نے قبیلہ عبد مناف کی عورتوں جیسی لمبی عورتوں کو دیکھا جو کھجور کی طرح تھیں۔ میں نے اس سے پہلے اتنے روشن چہرے والی عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ وہ میرے گرد کھڑی ہوگئیں پھر ان میں سے ایک عورت میری جانب بڑھی۔ میں نے اس سے ٹیک لگا دی پھر دوسری نے مجھے دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ شیریں پاک مشروب پیش کیا۔ اس نے پیار بھرے انداز میں کہا اسے پی لو۔ لہٰذا میں اسے پی گئی۔ پھر دوسری نے اور پینے کے لیے کہا تو میں نے اور بھی پی لیا۔ میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو۔ ان کے جواب سے مجھے پتہ چلا کہ وہ حضرت آسیہؓ اور حضرت مریمؑ ہیں اور ان کے ساتھ جنت کی حوریں ہیں۔

سیدہ آمنہ بتاتی ہیں کہ میں نے یوں محسوس کیا جیسے ولادت کے وقت مجھ سے ایک نور خارج ہوا ہے۔ اس کی روشنی اس قدر تھی کہ شام کے محلات تک نظر آنے لگے۔ میں نے دیکھا تین جھنڈے گڑے ہوئے ہیں۔ ایک جھنڈا مشرق، ایک مغرب اور ایک کعبۃ اللہ کی چھت پر لہرا رہا ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ)

وہ کیا منظر ہوگا جب ہر سو نور ہی نور تھا۔ اس کی ضیا پاشیوں کا کوئی حساب ہی نہیں تھا۔ انوار و تجلیات نے اس مکان کا ہی نہیں پورے عالم کا احاطہ کر لیا تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ ظلمتیں چھٹنے والی ہیں۔ اس عظیم ماں کو بڑا شرف ملا ہے۔ جو نور حضرت آدمؑ کی پشت سے نسل در نسل منتقل ہوتا آیا ہے اسے نورانی شکل و صورت میں جنم دینے کا اعزاز سیدہ آمنہ کو حاصل ہوا۔

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی والدہ ماجدہ حضرت شفاء بنت عمرو کو یہ سعادت حاصل ہے کہ رسول اللہؐ کی پیدائش کے وقت سیدہ آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریمؐ کی ولادت ہوئی تو وہ سب سے پہلے میرے ہاتھوں میں تشریف لائے اور آواز نکالی۔ میں نے اس وقت سنا کوئی کہہ رہا تھا آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے۔ آپ کا رب آپ پر رحمت کے پھول برسائے ـــ مشرق اور مغرب کے درمیان جو کچھ بھی تھا وہ میرے سامنے روشن ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں نے روم کے کچھ محلات بھی دیکھ لیے۔ پھر میں نے آپؐ کو لباس پہنا کر لٹا دیا لیکن اچانک مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی اور آپؐ کا رعب چھا گیا۔ یہ صورتحال میرے دائیں جانب تھی۔ اس دوران روشنی بھی کم ہوگئی۔ میں نے ایک آواز سنی جو یوں گویا تھی کہ انہیں کہاں لے گئے ہیں۔ جواب دینے والے نے کہا کہ مغرب کی جانب لے گئے ہیں۔ پھر روشنی پھیل گئی لیکن اس کے بعد پھر مجھ پر رعب طاری ہوا میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور پھر تاریکی پھیل گئی۔ اس بار یہ کیفیت میرے بائیں جانب تھی۔ میں اس کیفیت کو بھلا نہیں پائی۔ یہاں تک کہ چالیس سال گذر گئے اور رسول کریمؐ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ میں مسلمان ہوگئی اور میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھی۔

جناب عثمان بن ابی العاص کی والدہ بھی ایسے وقت میں سیدہ آمنہ کے پاس تھیں۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ بتاتی ہیں کہ میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا اس میں نور ہی نور پایا۔ میں نے دیکھا ستارے قریب آتے جا رہے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کہیں یہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔ حضرت آمنہ نے آنحضرتؐ کو جنم دیا تو ان سے ایک نور نکلا جس نے گھر کو منور کر دیا۔

حضرت عمرو بن قتیبہؓ کے والد ایک عالم تھے۔ ابونعیم حضرت عمروؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے کہا جب سیدہ آمنہ کے ہاں ولادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو۔ باری تعالیٰ نے فرشتوں کو وہاں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ سب وہاں اترے اور ایک دوسرے کو بشارتیں دینے لگے۔ دنیا میں پہاڑ فخر سے بلند ہو گئے اور سمندروں میں موجیں اٹھنے لگیں۔ اہلِ زمین میں بھی مبارک سلامت کا سلسلہ چل نکلا۔ شیطان کو ستر زنجیروں میں جکڑ کر بحر اخضر میں الٹا لٹکا دیا گیا۔ دوسرے شیطانوں کو بھی طوق وسلاسل کا پابند کر دیا گیا۔ یہ وہ دن تھا جب سورج کو نور کی چادر اوڑھا دی گئی۔ فضا میں ستر ہزار حوریں کھڑی ولادت نبویؐ کا انتظار کر رہی تھیں۔ حکم خداوندی کے تحت اس سال دنیا بھر کی عورتوں نے لڑکوں کو جنم دیا۔ حضورؐ پیدا ہوئے تو ہر آسمان میں یاقوت اور زبرجد کا ایک ستون قائم کر دیا گیا۔ ان ستونوں نے ہر شے کو روشن کر دیا۔ آنحضرتؐ نے معراج کی رات ان تمام ستونوں کو دیکھا جو آسمانوں

Marfat.com

پر بہت شہرت رکھتے ہیں۔ آپ ؐ کی ولادت کی شب باری تعالیٰ نے حوضِ کوثر کے گرد کستوری کے ستر ہزار درخت لگائے جو اہلِ جنت کے لیے خوشبو کا کام دیں گے۔ اس رات آسمان والے باری تعالیٰ کے حضور سلامتی کی دعائیں مانگتے رہے۔ بت اوندھے گر گئے۔ لات وعزیٰ کے شیطان اپنے استھان سے باہر نکل کر دہائی دے رہے تھے کہ قریش کو کچھ پتہ نہیں۔ صادق وامین آ گئے ہیں۔ کعبۃ اللہ کے اندر سے کئی روز تک آواز آتی رہی کہ اب میرا نور مجھے واپس کر دیا جائے گا۔ مجھے جاہلیت کی نجاستوں سے پاک کر دیا جائے گا اور میری زیارت کرنے والے پھر سے آنے لگیں گے۔ اے عزیٰ! اب تیری موت کا وقت آن پہنچا ہے۔ بیت اللہ شریف پر مسلسل تین روز تک لرزہ طاری رہا۔ نبی کریم ؐ کی اس دنیا میں تشریف لانے کی یہ پہلی علامت تھی جس کا قریش نے مشاہدہ کیا۔

''الخصائص الکبریٰ'' کے مطابق سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب حمل مبارک کو چھ ماہ گزر گئے تو میرے خواب میں ایک ہستی تشریف لائی۔ اس نے مجھے اپنے پاؤں کے ساتھ چھوا اور یوں گویا ہوئی:

> ''اے آمنہ! کائنات کی افضل ترین ہستی تیرے پیٹ میں موجود ہے جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا''۔

سیدہ آمنہ نے ولادت باسعادت کے بعد ایک موقعہ پر فرمایا جب وہ لمحہ قریب آیا اور وہ کیفیت طاری ہوئی جو ایسے مواقع پر خواتین پر طاری ہوتی ہے۔ اس وقت میرے پاس کوئی نہیں تھا۔ میں نے اچانک ایک گونج دار آواز سنی جس نے مجھ پر خوف طاری کر دیا۔ پھر جیسے کسی نے سفید پرندے کے پر جیسی کوئی چیز میرے سینے پر پھیری۔ اس سے نہ صرف میرا خوف جاتا رہا بلکہ میری تکلیف بھی زائل ہو گئی۔ مجھے پیاس لگ رہی تھی۔ اس وقت مجھے دودھ جیسا کوئی مشروب دیا گیا۔ اس سے ایسا لگا جیسے مجھ سے نور پھوٹ رہا ہے اور ہر چیز منور ہو گئی ہے۔ میں نے کھجور کے درختوں جیسی طویل قامت عورتیں دیکھیں۔ وہ عبدمناف کی بیٹیاں لگ رہی تھیں۔ ان خواتین نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔ ان سب باتوں سے میں تعجب میں تھی کہ اچانک میری نظر ایک ریشمی لباس پر پڑی جو زمین وآسمان کے درمیان تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا اس مبارک نومولود کو لے لو اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دو۔ پھر میں نے ہوا میں کھڑے ہوئے کچھ لوگ دیکھے جس کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں تھیں۔ میں نے پرندوں کی طرح کی ایک ڈار بھی دیکھی جس نے میرے مکان کو ڈھانپ لیا۔ یہ پرندے ایسے تھے جن کی چونچیں زبرجد اور پر یاقوت کے تھے۔ باری تعالیٰ نے میری نگاہوں کے سامنے سے تمام پردے ہٹا دیئے۔ میں نے مشرق ومغرب کو دیکھا اور تین جھنڈے بھی دیکھے۔ جب تولید کا عمل مکمل ہوا تو

Marfat.com

میں نے اس بے مثل نومولود کو دیکھا جو سجدہ کی حالت میں تھا۔اس نے اپنی انگلی اس طرح اوپر اٹھائی ہوئی تھی جیسے کوئی بہت خضوع وخشوع کے ساتھ دعا کر رہا ہو۔ پھر ایک سفید بادل نیچے اترا اور اس نے نومولود کو چھپا لیا۔ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے ایک ندا سنی کہ محمدؐ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں میں بھی لے جاؤ تاکہ سب ان کے نام اور صفات کو پہچان لیں۔ وہ یہ بھی جان لیں کہ ان کا نام نامی ماحی (مٹانے والا) بھی ہے۔ یہ شرک کی تمام نشانیاں مٹا ڈالیں گے۔ وہ دوبارہ میری نگاہوں کے سامنے آئے تو سفید صوف کے لباس میں تھے۔ ان کے نیچے سبز رنگ کا ریشم بچھا تھا اور مٹھی میں موتیوں سے بنی تین چابیاں تھیں۔ آواز آ رہی تھی کہ محمدؐ نے نبوت، فتح ونصرت اور ہواؤں کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ پھر ایک اور بادل نمودار ہوا جس میں سے پرندوں کے پھڑ پھڑانے اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس بادل نے بھی انہیں چھپا لیا۔ کوئی آواز دے رہا تھا محمدؐ کو مشرق و مغرب اور انبیاء کرام کی ولادت کے مقامات پر لے جاؤ۔ جن وانس، پرندوں، درندوں اور ہر قسم کی روحانی مخلوق سے ان کا تعارف کراؤ۔ انہیں حضرت آدمؑ کی صفات، حضرت نوحؑ کی رقت اور گریہ زاری، حضرت ابراہیمؑ کی دوستی، حضرت اسمٰعیلؑ کی زبان، حضرت یعقوبؑ کی بشارت، حضرت یوسفؑ کا حسن، حضرت داؤدؑ کی آواز، حضرت ایوبؑ کا صبر، حضرت یحییٰؑ کا زہد اور حضرت عیسیٰؑ کی سخاوت عطا کر دو۔ انہیں انبیاءؑ کے اخلاق سے معمور کر دو۔ آپؐ پھر میری نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ اس وقت آپؐ کی مٹھی میں ریشم کا سبز کپڑا تھا۔ آواز آئی۔ مبارک ہو! محمدؐ نے پوری دنیا پر قبضہ کر لیا ہے اور ساری مخلوق ان کی غلامی میں آ گئی ہے۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں پھر مجھے تین افراد نظر آئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی اور دوسرے کے پاس سفید ریشم کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس نے ٹکڑے کو کھولا تو اس میں سے ایک مہر نکلی جو انتہائی چمکدار تھی۔ مہر کو صراحی میں موجود پانی سے سات بار دھویا گیا۔ اسے آپؐ کے دونوں کاندھوں کے درمیان لگا دیا اور ریشم کے کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔ ان لوگوں نے آپؐ کو کچھ دیر کے لیے اپنے پروں میں چھپا لیا اور پھر میرے حوالے کر دیا۔

یہی وہ وقت تھا جب حضرت عبدالمطلب حرم کعبہ میں موجود تھے۔ جس کی دیواروں سے خوبصورت آواز آ رہی تھی کہ وہ مختار و مصطفیٰؐ پیدا ہو گئے ہیں جن کے ہاتھوں کفار شکست کھا جائیں گے۔

نبی کریمؐ کی ولادت کے سال کو ''فتح و مسرت'' کے سال کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اس سال عرب بدترین قحط کا شکار تھے اور لوگ غربت و افلاس میں مبتلا ہو چکے تھے لیکن آپؐ کی ولادت کے ساتھ ہی اس سرزمین نے ایک نیا رنگ دیکھا۔ ویرانوں کی جگہ سبزے اور ہریالی نے لے لی۔ درختوں پر پتے اور پھل نکل

Marfat.com

آئے اور ہر طرف سے خوشحالی کی خبریں ملنے لگیں۔

یہ مسرت اور فتح کا سال تھا تو اس ماں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے پھول کیوں نہ کھلتے جس نے شادی کی تھوڑی ہی مدت بعد اپنے محبوب شوہر کو کھو دیا تھا۔ اس کا لعل پوری دنیا کی زنجیریں توڑنے آیا تھا۔ کفر و شرک کی زنجیریں ــــ ہوا و ہوس کی زنجیریں ــــ ظلم و ستم کی زنجیریں ــــ جن میں پوری انسانیت جکڑی ہوئی تھی۔

اس نور کے مجسم ہوتے ہی تمام بت منہ کے بل گر پڑے۔ شیاطین جکڑے گئے ــــ کسریٰ کے خواب کے عین مطابق ایسا زلزلہ آیا کہ اس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے ــــ فارس کا مرکزی آتش کدہ ٹھنڈا پڑ گیا جس میں ایک ہزار سال سے آگ بھڑک رہی تھی اور ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں بجھی تھی ــــ

ایسے میں حضرت عبدالمطلب نے کعبہ میں دعائیں مانگتے ہوئے فی البدیہہ اشعار کہے تو اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں تھی۔ ابن واقد کے مطابق حضرت عبدالمطلب یوں گویا ہوئے:

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے یہ پاک آستینوں والا بچہ عطا فرمایا۔

یہ ابھی پنگھوڑے میں ہے مگر سارے بچوں کا سردار ہے۔ میں اس بچے کو کعبۃ اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

میں اسے ہر دشمن، ہر حاسد اور ہر ایک کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں یہاں تک کہ یہ طاقتور اور توانا ہو جائے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب جناب عبدالمطلب کو معلوم ہوا بچے کی ناف کٹی ہوئی ہے اور وہ مختون ہے تو انہیں بڑا تعجب ہوا اور ان کی زبان سے یہ کلمات جاری ہو گئے کہ

"میرے اس بچے کی بہت بڑی شان ہوگی۔"

ہاں! یہ بچہ واقعی سب سے بڑی شان والا تھا اور اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

نبی کریمؐ کے مبارک نام

یوں تو نبی کریمؐ کو بے شمار ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ننانوے نام تو عام ہیں لیکن بعض نے تین سو اور بعض نے ایک ہزار نام گنوائے ہیں۔ تاہم آپؐ کے ذاتی نام صرف دو ہیں جیسے باری تعالیٰ کے کئی مبارک اور پاک نام ہیں لیکن ذاتی نام صرف اللہ ہے۔ اس طرح نبی رحمتؐ کے دو ذاتی نام محمدؐ اور احمدؐ ہیں۔ محمدؐ آپؐ کی والدہ ماجدہ نے احمدؐ دادا محترم نے رکھا۔ یہ نام یوں ہی نہیں رکھ دیئے گئے بلکہ ان دونوں ہستیوں کو اس کی

Marfat.com

ہدایت کی گئی تھی۔ نبی کریمؐ کی ولادت کے وقت سیدہ آمنہ کو بتایا گیا کہ نومولود کا نام محمدؐ رکھنا۔ اس طرح جناب عبدالمطلب نے دیکھا کہ فاران کی پہاڑیوں پر احمدؐ لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا آپؐ کے یہ دونوں نام رکھ دیئے گئے جو عرب میں بالکل نئے نام تھے اور قریش نے ان پر تعجب کا اظہار بھی کیا لیکن ان کا فیصلہ تو آسمانوں پر ہو چکا تھا لہٰذا ان ناموں کو تا ابد رہنا تھا۔

قرآن پاک میں اسم محمدؐ کا کئی جگہ ذکر ہے مگر اسم احمدؐ صرف ایک بار سورۃ الصف میں آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی قوم کو آگاہ کیا تھا کہ ''اور میرے بعد جو رسولؐ آنے والے ہیں۔ ان کا اسم (مبارک) احمدؐ ہوگا۔ میں ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

نبی کریمؐ کا زمین پر نام محمدؐ اور آسمانوں پر احمدؐ ہے۔ یہ نام آپؐ کی تعریف وتوصیف کا اظہار کرتے ہیں۔ کائنات کی تمام مخلوقات اور فرشتے تو آپؐ کی تعریف کرتے ہی ہیں، خود باری تعالیٰ بھی تعریف فرماتے رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ اور ملائکہ آپؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایمان والوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ آپؐ پر درود اور سلام بھیجا کریں۔

Marfat.com

مقام اور تاریخ پیدائش

حضرت عریاض بن ساریہؓ کی روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے اپنی والدہ محترمہ کے ایک خواب کو بیان کیا جو انہوں نے آپؐ کی ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور فرمایا کہ میری والدہ نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس کے سبب شام کے محلات روشن ہو گئے۔

یہ نور کس جگہ ظاہر ہوا ___؟

مقام سعی کے باہر سنگ مرمر لگا ہوا ایک کھلا میدان نظر آتا ہے۔ اس میدان کے اختتام پر ایک پہاڑی ہے اور پہاڑی کے دامن میں ایک خوبصورت سفید عمارت ہے جس پر ''مکتبہ مکہ المکرّمہ'' کا بورڈ لگا ہوا ہے ___ محلّہ بنی ہاشم کے سوق اللیل میں یہی وہ جگہ ہے جہاں یہ نور طلوع ہوا۔ اس جگہ پر کئی دور آئے، کئی رنگ بدلے گئے مگر آج بھی یہ جگہ اور یہ عمارت ابھی تک پوری آب و تاب سے موجود ہے۔ 1343ھ میں سعودی حکومت نے اسے شہید کر دیا تھا اور شہادت کا یہ خطرہ ایک بار پھر منڈلا رہا ہے۔

عمارت میں اس مقام کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جہاں یہ نور رحمِ مادر سے اس دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ ایک محراب کے قریب قریباً ساڑھے تین مربع فٹ کے ایک گڑھے میں سبز رنگ کا پتھر نصب ہے اور اوپر جنگلا موجود ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جسے نبیوں کے سردارؐ کی جائے پیدائش کا شرف حاصل ہے۔

عمارت پر گزرنے والے مختلف ادوار کا ذکر کرنے سے پہلے اسکے طول و عرض کا ذکر کر دیا جائے۔ اس کے داخلی دروازے والی دیوار یعنی فرنٹ کی پیمائش اڑتیس (38) فٹ سے کچھ زیادہ جب کہ عقبی حصہ انتالیس (39) فٹ اور لمبائی انہتر (69) فٹ ہے۔ اس لحاظ سے یہ کوئی بڑی عمارت نہیں لیکن مقام و مرتبہ کے حوالے سے دنیا کی بڑی بڑی، شاندار اور بلند و بالا عمارتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

یہ مکان نبی کریمؐ کو وراثت میں ملا جو انہوں نے ہجرت کے دوران اپنے چچازاد بھائی جناب عقیل بن ابوطالب کو ہبہ کر دیا۔ ان کی اولاد سے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف نے خرید لیا اور ایک لاکھ دینار دے کر اپنے مکان کے ساتھ شامل کر لیا۔ اس وقت اسے سفید عمارت کا نام ملا تھا یہ آج بھی سفید ہی ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ مکہ آئیں تو انہوں نے مولدِ مبارک کو پھر اس مکان سے علیحدہ کر دیا اور اس پر

Marfat.com

مسجد تعمیر کردی بعد میں ہارون الرشید کی اہلیہ زبیدہ نے مسجد کی تجدید کی۔ مسجد کی تعمیر سے قبل یہاں کے رہائشیوں کا کہنا تھا کہ اس جگہ ہمیں کسی مشکل کا سامنا نہیں ہوا مگر یہاں سے نکلتے ہی ہم مشکلات میں گھر گئے۔

خلفاء، بادشاہ اور حکمران اس کی تعمیر کرتے رہے۔ 576ھ میں خلیفہ ناصر عباسی، 666ھ میں یمن کے بادشاہ مظفر، 740ھ میں اس کے پوتے مجاہد، 758ھ میں مصر کے امیر شیخون، مصر ہی کے الخاصکی نے 766ھ اور شاہ الظاہر نے 801ھ میں اس کی تعمیر نو کی۔ سلطان سلمان خان نے 935ھ اور 963ھ میں اس کے گنبد کو نئے سرے سے بنوایا اور سونے کا ایک قندیل آویزاں کیا۔ سلطان مراد کے بیٹے سلطان محمد خان نے 1009ھ میں از سر نو تعمیر کے علاوہ اس پر ایک بڑا گنبد اور مینار بنوایا۔ ایک مسجد بھی بنائی گئی اور اس کے لیے سالانہ آمدنی وقف کردی گئی۔ سلطان محمود خان نے 1232ھ میں محمد علی پاشا کو حکم دیا کہ اس کو پھر سے تعمیر کرایا جائے۔ بعد میں یہ کام سلطان عبدالمجید خان نے بھی کیا۔ 1343ھ میں انہدام کے بعد 1370ھ میں مقامات مقدسہ کے محافظ شیخ عباس بن یوسف القطان نے شاہ عبدالعزیز کی اجازت سے اس کی تعمیر شروع کرائی اور پبلک لائبریری کا درجہ دے دیا تاہم ان کے انتقال کے باعث ان کے بیٹے نے اسے مکمل کرایا۔ بعد میں شیخ کامل بن ماجد الکروی نے اپنے مکتبہ ماجدیہ کو مولد مبارک میں منتقل کردیا جب کہ لائبریری سمیت یہ تین سال سے بند ہے۔ حرم کی توسیع کے ضمن میں اب پھر اس کی شہادت کا خطرہ ہے۔ اب اس پر کوئی گنبد یا مینار نہیں بلکہ اس کی صورت ایک مکان کی سی ہے۔

ابن جبیر اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ مولد مبارک کو ربیع الاوّل اور پیر کے دن عام لوگوں کی زیارت کے لیے کھول دیا جاتا ہے۔ لوگ اس میں داخل ہو کر برکت حاصل کرتے ہیں۔ امام قطب الدین الحنفی کے مطابق حضورؐ کے مولد مبارک پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یہ مقام بہت مشہور ہے جس کی آج تک زیارت کی جاتی ہے۔

اب آنحضرتؐ کی تاریخ پیدائش کی طرف آتے ہیں۔ مختلف بزرگوں نے پیدائش کی تاریخ بیان کی ہے اور بزرگوں کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ یہ پیر کا دن اور 12 ربیع الاول عام الفیل تھا۔ عیسوی اعتبار سے 22 اپریل 571ء جب کہ بکرمی کیلنڈر کے مطابق تاریخ یکم جیٹھ 628 تھی۔ یعنی گرمی کا موسم شروع ہو چکا تھا اور مکے میں تو ویسے بھی اپریل میں بہت زیادہ گرمی شروع ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم میں ابی قتادہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرتؐ سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا تو نبی کریمؐ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں میری پیدائش ہوئی۔ یہی وہ دن ہے جس میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ امام ابن کثیر ''سیرۃ النبویہ'' میں

Marfat.com

یہ حدیث بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضورؐ کی ولادتِ پیر کے دن ہوئی۔ بعثت پیر کے دن ہوئی، مکہ سے ہجرت اور مدینہ طیبہ میں آمد کا دن بھی پیر ہے جب کہ آنحضرتؐ اس دارفانی سے رخصت بھی پیر کو ہوئے۔ بعثت سے پہلے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت حجرِ اسود رکھنے کا واقعہ بھی پیر کو ہوا۔ حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ واقعہ معراج کا دن بھی پیر ہے۔ یہ دونوں بزرگ تاریخ پیدائش دوشنبہ (پیر) 12 ربیع الاول ہی بتاتے ہیں۔

Marfat.com

تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

سورۃ آل عمران میں ہے ''اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت سے سرفراز کروں۔ پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس رسول پر ایمان لانا اور لازماً اس کی مدد کرنا ___ کیا تم سب نے اقرار کیا اور کیا یہ بھاری ذمہ داری تم نے اٹھائی ہے؟ سب انبیاءؑ نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کرلیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم سب ایک دوسرے پر گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں (81)

باری تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدیؐ تخلیق کیا۔ پھر جانے کتنی مدت کے بعد دوسرے انبیاء کی ارواح کی تخلیق ہوئی تو نور محمدیؐ کو اس جگہ منتقل کر کے شرفِ نبوت بخشا گیا اور تمام انبیاء کی ارواح سے نہ صرف ان کی تصدیق کرائی گئی بلکہ انہیں نبوت کے درجے پر فائز کر دیا گیا۔ ان انبیاء سے نبی کریمؐ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔ آج کی زبان میں ہم اسے تقریب حلف وفاداری کہہ سکتے ہیں۔ نور محمدیؐ کی تخلیق کی مدت کا تعین بھی ممکن نہیں۔ صرف ایک روایت میں نبی کریمؐ نے ایک مخصوص مدت کا تعین کیا ہے مگر اس مدت سے بھی درست اندازہ نہیں ہوسکتا جس کا ذکر آگے آئے گا۔ بزرگانِ دین اور سیرت نگاروں نے مختلف روایات سے مختلف حوالے دیئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدیؐ تخلیق آدمؑ سے بھی بہت پہلے وجود میں آ گیا تھا بلکہ آپؐ کو خاتم النبین کا درجہ ایسے وقت میں دے دیا گیا تھا جب حضرت آدمؑ ابھی تکمیلِ خاکی کے مرحلے میں تھے۔ اس روایت کے راوی حضرت عریاض بن ساریہؓ ہیں اور یہ مسند احمد بن حنبلؒ میں بھی موجود ہے۔

امام بخاری، امام حنبل اور امام حاکم ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں کہ ''میں خلقت کے اعتبار سے تمام نبیوں سے پہلا نبی ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخری نبی ہوں۔'' یہی حدیث آپؐ کو خاتم النبین قرار دیتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی بیان کردہ اس حدیث سے نور محمدیؐ کی تخلیق کی طویل ترین مدت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں جبرائیلؑ نے فرمایا۔ اپنی عمر کے بارے میں مجھے ٹھیک طور پر معلوم نہیں لیکن اتنا معلوم ہے کہ (تخلیق کائنات سے قبل باری تعالیٰ کے حجاباتِ عظمت میں سے) چوتھے پردہ عظمت میں سے

Marfat.com

ایک ستارہ روشن ہوا کرتا تھا۔ وہ ستارہ ستر ہزار برس کے بعد ایک بار طلوع ہوتا اور میں نے اس چمکدار ستارے کو اپنی زندگی میں 72 ہزار بار دیکھا ہے۔ آنحضرتؐ (نے تبسم فرمایا) فرمانے لگے کہ جبرائیل مجھے اپنے ربِ ذوالجلال کی عزت کی قسم وہ (ستارہ) میں ہی ہوں۔

امام عبدالرزاق نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی روایت سے حدیث بیان کی ہے۔ نبی رحمتؐ سے عرض کیا گیا ''یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کون سی چیز پیدا کی۔ آپؐ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور (کے فیض) سے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اور اللہ تعالیٰ کو جہاں بھی منظور ہوا وہ نور سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، بہشت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، چاند، سورج، جن وانس کچھ بھی نہیں تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو میرے نور کے چار حصے کر دیئے۔ ایک حصے سے قلم، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے فرش پیدا کیا۔ چوتھے حصے کے مزید چار حصے کیے۔ ان میں سے ایک سے حاملان عرش، دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پیدا کیے۔ اس کے چوتھے حصے کے مزید چار حصے کر کے ان سے زمین و آسمان اور جنت و دوزخ بنائے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کائنات میں جو کچھ بھی ہے نور محمدیؐ کا اعجاز ہے اور باری تعالیٰ کی ہر تخلیق میں نورِ محمدیؐ موجود ہے۔ اور ساری تقسیم اسی ایک نور کا فیض ہے۔ حدیث پاک میں جن حاملانِ عرش کا ذکر ہے۔ بزرگان دین کے مطابق ان کی تعداد آٹھ ہے۔ اس وقت ان میں سے چار ملائکہ نے عرش اٹھا رکھا ہے مگر قیامت کے دن یہ آٹھ کے آٹھ حاضر ہوں گے۔

ترمذی کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ نے آنحضرت سے عرض کی کہ یارسول اللہؐ! آپؐ کے لیے نبوت کس وقت واجب اور ثابت کر دی گئی تھی۔ جس پر آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ اس وقت جب کہ آدمؑ ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یعنی ان کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت آدمؑ کے روح اور جسم میں ہونے کے مرحلے پر حدیث کی حضرت ابن عباسؓ بھی روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی الجدعاءؓ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں حضرت آدمؑ کی تخلیق سے چودہ ہزار برس پہلے نور کی صورت میں اپنے رب کی بارگاہ میں موجود تھا۔ بہت سی روایات بتاتی ہیں کہ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد جب انہوں نے جنت اور عرش الٰہی کے دیدار کے لیے نگاہ اٹھائی تو انہیں وہاں اسم محمدؐ لکھا ہوا نظر آیا۔

Marfat.com

حضرت میسرہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوتؐ میں عرض کی کہ حضورؐ! آپؐ کو شرف نبوت کب حاصل ہوا تھا؟ اس گذارش پر نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا۔ آسمانوں کی تخلیق کا ارادہ کیا اور ان کے سات طبقات بنائے۔ ان سے پہلے عرش کو بنایا اس کے پائے پر محمد رسول اللہؐ خاتم الانبیاء لکھا۔ جنت کو پیدا کیا، حضرت آدمؑ اور اماں حوا کو پیدا کرنے کا قصد کیا۔ میرا نام جنت کے دروازوں پر ہی نہیں اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں پر لکھا۔ اس وقت تک حضرت آدمؑ کے جسم اور روح میں باہمی تعلق قائم نہیں ہوا تھا۔ جب حضرت آدمؑ کے جسم میں روح کو داخل کر کے انہیں زندگی عطا کی تو انہوں نے نگاہ اٹھائی اور عرش کی جانب دیکھا تو وہاں میرا نام لکھا ہوا تھا۔ جس پر باری تعالیٰ نے انہیں آگاہ کیا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب شیطان نے انہیں دھوکہ دیا اور بارگاہ الٰہی میں توبہ کی تو انہوں نے میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی۔

ایک حدیث پاک ہے کہ باری تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ابو محمد کی کنیت کے ساتھ مخاطب کیا۔ حضرت آدمؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ میری یہ کنیت کس طرح سے ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سر اوپر اٹھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے سر اٹھایا تو دیکھتے ہیں کہ عرش پر نور محمدیؐ موجود تھا۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا کہ یہ کس کا نور ہے۔ باری تعالیٰ نے جواب دیا یہ محمدؐ کا نور ہے اور یہ تیری اولاد میں سے ہوں گے۔ آسمانوں پر ان کا نام احمد اور زمین پر محمدؐ ہے۔ اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو نہ تم پیدا کیے جاتے اور نہ زمین و آسمان بنائے جاتے۔

حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ حضرت آدمؑ نے محمدؐ کے واسطے سے توبہ طلب کی جس پر باری نے فرمایا کہ تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا۔ ابھی تو انہیں دنیا میں پیدا بھی نہیں کیا گیا۔ حضرت آدمؑ نے کہا کہ باری تعالیٰ میرے اندر روح پھونکی گئی اور میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ نام آپ کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ عزیز اور پیارا ہو گا۔ حق تعالیٰ نے اس کا اثبات میں جواب دیتے ہوئے ان کی توبہ قبول کی اور فرمایا کہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

ایک اور حدیث کے راوی حضرت کعب احبارؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب باری تعالیٰ نے محمدؐ کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا تو جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے مقدس اور پاک جسم کے لائق مٹی لے کر آؤ۔ چنانچہ وہ اس جگہ سے سفید مٹی کی ایک مٹھی لے آئے جس جگہ روضۂ اطہر ہے۔ جب یہ مٹی باری تعالیٰ کے حضور پیش کی گئی تو اسے تسنیم کے پانی سے گوندھنے کے بعد جنت کی نہروں سے دھویا گیا۔ اس کے بعد اسے عرش، کرسی، زمین و آسمان، لوح و قلم غرض ہر جگہ پھرایا گیا تا کہ ہر شے پہچان لے کہ حضورؐ کا شرف کیا ہے۔۔۔ حضرت آدمؑ

Marfat.com

کی تخلیق کے بعد ان کی پشت کو نورِ محمدی سے نوازا گیا۔ اس طرح کہ اس کی جھلک حضرت آدمؑ کی پیشانی سے عیاں تھی۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔ پھر حضرت شیثؑ اماں حوا کے بطن میں منتقل ہوئے تو وہ نور بھی ان کے ساتھ ہی گیا۔ اماں حوا ہر بار جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں لیکن شیثؑ تنہا پیدا ہوئے۔ اس کی وجہ نبی کریمؐ کا جدِ امجد ہونے کی بنا پر انہیں سب بھائیوں میں ممتاز مقام عطا کرنا تھا۔ پھر نور محمدیؐ ایک کے بعد دوسری پاک پشت اور پاک رحم میں منتقل ہوتا رہا۔

آخر وہ گھڑی آن پہنچی جب یہ نور آخری رحم میں منتقل ہوا یعنی سیدہ آمنہ اس کی امین ٹھہریں۔ اب اس نور کو کسی اور رحم میں منتقل نہیں ہونا تھا۔ سیدہ آمنہ جب شادی کے بعد یثرب سے مکہ تشریف لے آئیں تو اپنے شوہر حضرت عبداللہ کے ساتھ بہت کم وقت گزار سکیں لیکن جتنا وقت بھی گزارا اس میں یہ نور آپ کی جانب منتقل ہو چکا تھا۔ سیدہ آمنہ کو کافی عرصہ تک اس کا احساس ہی نہ ہو سکا اور وہ شوہر کی دائمی جدائی کی وجہ سے سوگوار پڑی رہیں۔

ابن ہشام نے ابن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں سونے اور جاگنے کی کیفیت کے دوران کوئی آنے والا آیا (فرشتہ) اس نے کہا کیا آپ کو علم ہے کہ آپ اس امت کے سردار اور اس کے نبی کی والدہ بننے والی ہیں ـــ حضرت آمنہ کو احساس ہوا تو پھر انہیں بشارتیں اور ہدایتیں ملنے لگیں کیونکہ وہ کسی عام یا معمولی ہستی کی ماں نہیں بننے والی تھیں۔ یہاں تک کہ سیدہ محترمہ کو ان کے بیٹے کے نام سے آگاہ کر دیا گیا۔ انہیں یہ آگاہی ان الفاظ میں کی گئی:

اس کا نام محمدؐ رکھنا، تورات و انجیل میں ان کا نام احمد ہے۔ زمین اور آسمان والے سب ان کی تعریف کریں گے۔ (سیرت حلبیہ)۔

Marfat.com

طفولیت اور معجزے

ولادت باسعادت کے بعد جن عظیم خواتین نے حضورؐ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا ان میں سب سے پہلی حضرت ثوبیہؓ ہیں۔ حضرت ثوبیہؓ نے آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ، آپؐ کے چچازاد بھائی ابوسفیانؓ ابن حارث اور رشتہ میں پھوپھی زاد حضرت ابوسلمہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس طرح یہ تینوں آپؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت ثوبیہؓ کو آپؐ کے ساتھ اتنی محبت اور انسیت ہوگئی تھی کہ وہ جب تک زندہ رہیں آپؐ کو دیکھنے کے لیے تشریف لاتی رہیں۔ حضورؐ بھی ان کے ساتھ بڑے احترام کے ساتھ پیش آتے اور انہیں تحائف سے نوازتے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بھی آپؓ سے محبت بھرا سلوک کرتیں۔

سیرت حلبیہ کے مطابق حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ "میں بنوسلیم کی "عواتک" کا بیٹا ہوں۔ دراصل بنوسلیم کی جن تین خواتین کے حصے میں یہ اعزاز آیا کہ وہ آپؐ کو دودھ پلاتیں حسن اتفاق ان تینوں کا نام "عاتکہ" تھا اور عاتکہ کی جمع عواتک ہے۔

بنوسعد کی ایک خاتون خولہ بنت المنذر نے بھی یہ اعزاز حاصل کیا۔ ان کے علاوہ بھی چند خواتین ہیں جنہوں نے یہ مبارک فریضہ سرانجام دیا۔

حضرت حلیمہ کی بیٹی شیما آپؐ کو ہر وقت گود میں لے کر کھلاتی رہتیں اور آپؐ کو قریشی بھائی کہہ کر مخاطب کیا کرتیں۔

حضرت حلیمہ وہ خوش نصیب خاتون تھیں جنہوں نے اس مقدس ہستی کو گود لیا۔ قبیلہ بنوسعد بن بکر کی اس خاتون کا نام حلیمہ بن ابی رؤیب اور ان کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ تھے۔ قبیلہ بنوسعد اپنی بہادری، اوللعزمی اور ہمت وشجاعت میں جواب نہیں رکھتا تھا۔ حضرت حلیمہ غربت وتنگدستی میں زندگی گزار رہی تھیں مگر وقار کا عالم یہ تھا کہ کبھی اظہار نہیں کرتی تھیں۔ وہ قناعت پسند تھیں۔ ان کی دو بیٹیاں انیسہ اور شیما اور ایک بیٹا عبداللہ تھا۔

یہ بچہ حضرت حلیمہ کو کیسے ملا؟ اس داستان سے قریباً ہر مسلمان آگاہ ہے لیکن یہ بچہ گود میں آتے ہی ان پر رحمتوں اور برکتوں کا نزول شروع ہوگیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو خوابوں میں جو بشارتیں دی گئی تھیں ان میں ان کے نام یہ حکم تھا کہ وہ اللہ کے اس محبوبؐ کو بی بی حلیمہ کے سوا کسی کے سپرد نہ

Marfat.com

کریں ـــــ اور بی بی حلیمہ نے بھی جب اس درِ یتیم پر نظر ڈالی تو محبت کا ایک سمندر تھا جو ان کے دل میں موجزن ہو گیا۔ انہوں نے بغیر کسی طمع و لالچ کے بچہ گود میں کیا لیا دنیا جہاں کے خزانے اپنے دامن میں سمیٹ لیے۔ ایک معجزہ تو خاتون نے بچے کو گود میں لینے کے تھوڑی ہی دیر بعد دیکھ لیا۔ وہ آپؐ کو بیت اللہ شریف لے گئی اور حجر اسود کو بوسہ دلوانا چاہتی تھیں ـــــ لیکن یہ کیا ـــــ؟ خود حجر اسود نے اپنی جگہ چھوڑی۔ حضورؐ کے قریب آیا اور آپؐ کے مبارک لبوں پر بوسہ دے دیا ـــــ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو دیکھتے ہی بت سرنگوں ہو گئے۔

پھر وہ اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہوئیں تو ان کی کمزور ناتواں اونٹنی میں اچانک بھرپور توانائی آ گئی، صحرا میں اونٹنی کی چال دیکھنے والی تھی، شام کو اس اونٹنی نے جو دودھ دیا اس نے بھی سب کو حیران کر دیا۔

ریوڑ میں موجود ایک بکری نے آپؐ پر نگاہ ڈالی۔ وہ وہیں سے آپؐ کی جانب دوڑی اور آپؐ کے قدموں میں سر ڈال دیا۔ پھر مجسمۂ عقیدت بن گئی۔ آپؐ کی برکتوں سے علاقے کی فصلیں ہری بھری ہو گئیں اور بکریاں بہت زیادہ دودھ دینے لگیں۔

بڑے بڑے مالدار گھرانوں کے بچے لانے والی عورتوں نے جب بی بی حلیمہ پر اس طرح برکتوں کا ظہور ہوتے دیکھا تو ان میں سے بعض حسد میں ڈوب گئیں اس وقت ان کی حالت دیدنی تھی ـــــ لیکن ان برکتوں سے محض بی بی حلیمہ کا گھرانا ہی نہیں پوری بستی فیض حاصل کر رہی تھی ـــــ ہر فرد اپنے دل میں اس دل موہ لینے والے بچے کی محبت کو محسوس کرتا تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں:

> لوگوں کے دلوں میں نہ صرف آپؐ کا پیار بلکہ آپؐ کی برکت کو بھی بسا دیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ جب کسی کے جسم کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپؐ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیتا اور اپنے جسم پر تکلیف والے مقام پر پھیر لیتا تو اللہ تعالیٰ اسے اسی وقت شفا عطا کر دیتا۔

آپؐ حیرت انگیز حد تک نشو و نما کے حامل تھے عمر مبارک کے پانچویں مہینے میں چلنا شروع کر دیا اور آٹھویں مہینے قوت گویائی حاصل ہو گئی جو کلمہ آپؐ کی زبان مبارک پر سب سے پہلے آیا وہ ''اللہ اکبر'' تھا جب کہ بسم اللہ پڑھے بغیر کوئی کام نہ کرتے۔

آپؐ میں نبوت کی ان علامتوں کا ظہور شروع ہو گیا تھا جنہیں دیکھ کر یہود کے کان کھڑے ہو گئے۔ بی بی حلیمہ کا بیان ہے کہ ایک بادل آپؐ پر سایہ کیے رہتا تھا۔ چاند منتظر رہتا کہ کب آپؐ اپنی مبارک انگلی سے اشارہ کریں اور وہ اس جانب ہو جائے۔ یہاں تک کہ جانور بھی آپؐ کے سامنے باادب رہتے ـــــ

سیدہ حلیمہ آپؐ کو لے کر عکاظ کے میلے میں آئیں۔ یہاں نامی گرامی کاہن بھی تھے۔ ایک کاہن کا

Marfat.com

بڑا شہرہ تھا۔۔۔۔اس کی نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو وہ ساکت ہو گیا۔۔۔۔اس کی کیفیت جب کچھ کم ہوئی تو آگے بڑھا اور آپ کے کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت دیکھ لی۔۔۔۔وہ اچانک چیخ و پکار کرنے لگا کہ اس بچے کو قتل کردو۔۔۔۔لوگ جمع ہو گئے۔۔۔۔لیکن اسی دوران بی بی حلیمہ آپ کو وہاں سے لے جا چکی تھیں اور لوگ اس کاہن سے بچے کے بارے میں پوچھتے ہی رہ گئے۔

ایک اور واقعہ پیش آیا۔۔۔۔کچھ یہودیوں نے آپ کو دیکھا۔۔۔۔انہیں اپنے لیے خطرے کا ادراک ہو گیا۔ انہوں نے بی بی حلیمہ سے استفسار کیا کہ یہ بچہ یتیم تو نہیں مگر بی بی کو اب خود بھی خطرے کا احساس ہو چکا تھا۔ فوراً بولیں یہ میرا بیٹا ہے اور اپنے شوہر کی جانب اشارہ کر دیا کہ یہ اس کا باپ ہے۔ یہودیوں کا کہنا تھا کہ اس بچے میں نبوت کی نشانیاں موجود ہیں۔ اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اسے قتل کر دیتے۔

پھر شق صدر کا واقعہ پیش آ گیا۔۔۔۔آپ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ جنگل میں تھے اور بکریوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے کہ اچانک دو نورانی پیکر وہاں آ گئے۔ انہوں نے آپ کو وہیں ایک صاف اور ہموار جگہ پر لٹایا۔ انگلی کے اشارے سے سینہ مبارک چاک کیا۔۔۔۔قلب اطہر کو نکالا اسے چاک کیا اور خون کا ایک چھوٹا سا لوتھڑا نکال کر آگ کی نذر کر دیا۔ وہ دونوں نورانی پیکر فرشتے تھے۔ انہوں نے اس موقعہ پر کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے جو آپ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اس کی جگہ انہوں نے حکمت، بصیرت اور علم و عرفان ڈال دیا اور دل کو سینۂ مبارک میں رکھ کر دوبارہ بند کر دیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ انورؐ کے سینۂ مبارک پر وہ نشان بھی دیکھا ہے۔

سیدہ حلیمہ کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ خوفزدہ ہو گئیں اور حضورؐ کو واپس والدہ محترمہ کے پاس چھوڑ آئیں۔ اس وقت آپ عمر کے پانچویں برس میں تھے۔ انہوں نے حضرت آمنہ اور حضرت عبدالمطلب کو تمام واقعات اور معجزات سے بھی آگاہ کیا۔ سیرت کی بعض کتب میں ہے کہ دادا نے اپنے محبوب پوتے کے بارے میں یہ سب کچھ سن کر فرمایا کہ کاش میں اس کی بعثت کا زمانہ پالوں۔

حضورؐ سات برس کے ہوئے تو دادا انہیں ننھالی رشتہ داروں سے ملوانے مدینہ شریف لے گئے جب کہ آپ کے والد گرامی کی قبر مبارک بھی وہیں قریب ہی تھی۔ آپ کی والدہ سیدہ آمنہ اور لونڈی ام ایمنؓ (برکہ) بھی شریک سفر تھیں۔ ان مبارک مہمانوں نے بنو عدی بن نجار کے ہاں ایک ماہ تک قیام کیا۔ واپسی میں آپ کو ایک بڑا دکھ سہنا پڑا جب ابواء کی وادی میں سیدہ آمنہ بیمار ہوئیں تو اللہ نے اسی جگہ ان کو اپنے پاس بلا لیا اور پھر یہیں پہاڑی کے دامن میں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ معلوم نہیں کیا بات ہے کہ ابواء میں سیدہ آمنہ کی قبر کے بارے میں دریافت کریں تو لوگ بتانے سے گریز کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضورؐ باپ کی محبت اور شفقت سے آگاہ ہی نہیں تھے۔ والدہ کی آغوش محبت میں چند سال گزارے۔ اس وقت وہاں موجودہ لوگوں کے کلیجے پھٹ گئے ہوں گے جب آپؐ افسردہ سے ماں کی قبر کے پاس بیٹھے کہہ رہے تھے۔

''اماں! اماں! آپ بولتی کیوں نہیں۔''

اب یہ پوتا دادا کی آنکھوں میں ٹھنڈک ڈال رہا تھا۔ دادا نے بھی اپنی ساری محبت اور ساری شفقت پوتے کے دامن میں ڈھیر کر دی تھی۔ مگر مالکِ ہفت افلاک نے کچھ اور ہی سوچ رکھا تھا۔ جب آپؐ زندگی کی آٹھویں بہار دیکھ رہے تھے اور والدہ کا انتقال ہوئے ابھی ایک سال ہی گزرا تھا کہ دادا بھی آپؐ کو چھوڑ گئے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر اسی برس تھی۔ جب دادا کو تدفین کے لیے لے جا رہے تھے تو آپؐ غم سے نڈھال اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

اب چچا ابوطالب نے آپؐ کو اپنے دامنِ محبت میں چھپا لیا۔ انہوں نے آپؐ سے ٹوٹ کر محبت کی۔ مشرکوں کی سختیاں برداشت کیں۔ مشکلات کا سامنا کیا مگر پیارے بھتیجے کا ساتھ نہیں چھوڑا ــــ اور ان کا یہ کردار تاریخ کی انمٹ یادگار بن چکا ہے۔

Marfat.com

شادی اور اولاد

بیت اللہ شریف کے اردگرد وہ سڑکیں اور گلیاں ہیں جہاں آپؐ کا بچپن اور جوانی گزری۔ آپؐ کو نبوت کا اعزاز ملا تو انہی سڑکوں اور گلیوں میں آپؐ پر زندگی تنگ کر دی گئی۔ آپؐ کا مقاطعہ کر دیا گیا اور آپؐ کو اپنے پیاروں کے ساتھ طویل عرصہ شعب ابی طالب میں محصور رہ کر بھوک اور پیاس برداشت کرنا پڑی۔ مگر قربان جایئے آپؐ کے چچا ابو طالب، زوجہ محترمہ خدیجہؓ اور آپؐ کے باقی ساتھیوں پر کہ ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور آخر کار قریش ہی میں سے کچھ لوگوں کو خیال آ گیا اور کافروں کو محاصرہ اٹھانا پڑا جب کہ اس حوالے سے کفار کی بیت اللہ شریف میں لٹکائی گئی تحریر بھی دیمک چٹ کر گئی تھی۔

حضورؐ کی پیدائش پر کفار اور یہود و نصاریٰ کو کیسی کیسی نشانیاں دکھائی گئیں مگر بات وہیں آ جاتی ہے کہ ہدایت اسی کو ملتی ہے جس کو ربِ ذوالجلال ہدایت دیتا ہے۔ حضورؐ کو ان کے مشن سے ہٹانے کے لیے کفارِ قریش نے کیسے کیسے جتن نہیں کیے۔ مگر آپؐ انہیں مسلسل یہ باور کراتے رہے کہ کئی خداؤں کو چھوڑو اور ایک خدا کے دامنِ رحمت میں آ جاؤ جو معبودِ حقیقی ہے۔ اسی دوران آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب اور آپؐ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ دونوں محبوب ہستیوں کے بچھڑنے کے بعد تو کفار کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ طویل ہوتا چلا گیا۔

یہ سب شادی کے بعد کی باتیں ہیں ہمارا اصل موضوع آپؐ کی شادی اور اولاد ہے ــــ اب دیکھتے ہیں آپؐ کی شادی کیسے ہوئی ــــ؟

آپؐ مکہ کی ایک مالدار اور شریف خاتون بی بی خدیجہؓ کا سامان تجارت لے کر شام تشریف لے گئے۔ بی بی خدیجہؓ کا غلام میسرہ آپؐ کے ہمراہ تھا۔ اسی سفر سے واپسی پر بی بی خدیجہؓ کو آپؐ کی عظمت کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ سفر سے واپسی کے قریباً تین ماہ بعد سیدہ خدیجہؓ نے بعض روایات کے مطابق حقیقی اور بعض کے مطابق منہ بولی بہن نفیسہ کو شادی کا پیغام دے کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؐ کو اس پر کچھ تعجب ہوا کیونکہ سیدہ خدیجہؓ قریش کے کئی اشراف کے پیغام ٹھکرا چکی تھیں۔ مگر بی بی نفیسہ کی طرف سے ذمہ داری لینے پر آپؐ نے قبول کر لیا۔ چنانچہ آپؐ کا بی بی خدیجہؓ سے عقد ہو گیا جس میں سیدہؓ کے ولی کے فرائض ان کے عم بزرگوار عمرو بن اسد نے انجام دیے۔ آپؐ نے حق مہر میں بیس اونٹ ادا کیے اور سیدہ خدیجہؓ کی درخواست

Marfat.com

قبول کرتے ہوئے انہی کے گھر میں رہائش اختیار کرلی۔ یہ حضورؐ کی زندگی کا ایک نیا باب تھا۔ اب وہ شوہر تھے اور پھر باپ بنے۔ آپؐ کے فرزند جناب قاسم اور جناب طاہر وطیب سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جناب قاسم کے نام پر ہی آپؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ مگر صاحبزادے اوائل عمری میں آپؐ سے دائمی طور پر جدا ہو گئے۔ امام ابن کثیر نے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آپؐ کے تین صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے۔ آپؐ کی چار صاحبزادیاں بھی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد ایک اور فرزند حضرت ابراہیمؓ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تولد ہوئے مگر ان کی سانسوں کا سلسلہ صرف اٹھارہ ماہ تک جڑا رہ سکا اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

امہات المومنینؓ میں سے کسی اور کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ یہ اعزاز حضرت خدیجہؓ کو ہی ملا کہ حضور پاکؐ کی حیات اولادنے انہی کے بطن سے جنم لیا۔ یہ چاروں صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمۃ الزہرہؓ تھیں۔

چاروں صاحبزادیوں کے مناسب رشتے طے کیے گئے۔ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا عقد ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ ہوا۔ ابوالعاص ایک معزز تاجر اور سیدہ خدیجہؓ کی ہمشیرہ کے فرزند تھے۔ انہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگی قیدی بھی بنے۔ جب کافروں کے ساتھ رشتے ناطے توڑنے کا حکم آ گیا تو حضورؐ نے اپنی صاحبزادی کو واپس بلا لیا۔ کچھ عرصہ بعد ابوالعاص دائرہ اسلام میں آ گئے چنانچہ حضرت زینبؓ دوبارہ ان کی زوجیت میں چلی گئیں۔

دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے رشتے ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے طے ہوئے مگر ابولہب کے کفر اور اسلام دشمنی کی بنا پر یہ رشتے منقطع ہو گئے۔ چنانچہ بی بی رقیہؓ، حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آ گئیں۔ جنگ بدر کے موقع پر بی بی رقیہؓ کا انتقال ہوا تو حضورؐ نے بی بی ام کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانؓ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کو اسی حوالے سے ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہا جاتا ہے۔

آپؐ کی چوتھی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ حضرت علیؓ کی زوجیت میں گئیں۔ یہ شادی ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں ہوئی۔ حضرت علیؓ کی اور بھی بیویاں تھیں مگر ان سب سے انہوں نے خاتون جنت سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کے بعد عقد کیا۔

نوٹ: سیدہ خدیجۃؓ الکبریٰ کے حوالے سے مزید تفصیل امہات المومنین کے حصہ میں آئے گی۔

Marfat.com

حلف الفضول

حلف الفضول ــــ یہ لفظ بظاہر ایک مذاق معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں شاید یہ سمجھا جائے گا کہ یہ ایک فضول قسم کا حلف ہے ــــ لیکن عربی میں یہ مختلف معنوں میں ہے۔ اس طرح کا ایک معاملہ مدینہ منورہ میں ہم لوگوں کے ساتھ بھی ہوا۔ وہاں مسجد ابوذر غفاریؓ کے قریب ایک دکان پر ''بروست المذاق'' کا بورڈ لگا دیکھا تو حیرت ہوئی۔ بعد میں سعودیہ میں مقیم راقم کے بیٹے نے بتایا کہ یہ مذاق دراصل ذوق سے ہے۔ یہی صورتحال حلف الفضول کے ساتھ ہے لیکن اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ پہلے یہ بتا دیں کہ اس حلف کے تین مختلف مراحل تھے۔ سب سے پہلے آنحضرتؐ کی اس دنیا میں آمد سے صدیوں قبل بنوجرہم کے تین افراد نے حلف یا معاہدہ کیا لیکن لوگ اسے بھولے نہیں تھے اور ایک طویل مدت کے بعد زبیر بن عبدالمطلب نے اس کا احیا کیا بعد میں نبی کریمؐ نے اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے نوجوانوں کی ایک ٹیم تیار کی جس نے حصول مقصد کی غرض سے بڑا کام کیا۔

یہ مقصد کیا تھا ــــ؟ عرب میں دراصل کوئی باقاعدہ حکومت نہیں تھی جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ تھا، ظالم کو کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ مظلوم کا قبیلہ طاقتور ہوتا تو وہ ظالم کے قبیلے پر چڑھ دوڑتا اور فرد واحد کے اقدام کا خمیازہ پورے قبیلے کو بھگتنا پڑتا۔ بصورت دیگر مظلوم رونے دھونے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ حلف یا معاہدہ اسی لیے تھا کہ غریب اور مظلوم کی دادرسی کی جائے اور اسے ظالم کے ظلم سے بچانے کے علاوہ حق بھی دلایا جائے۔

عہد قدیم میں بنوجرہم کے دور میں جو معاہدہ ہوا اس کے محرک فضل نام کے تین افراد تھے چونکہ عربی میں فضل کی جمع فضول ہے لہٰذا اسے حلف الفضول کا نام دیا گیا۔ ان تینوں افراد میں فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضل یا فضیل بن حارث شامل تھے ــــ ایک طویل مدت کے بعد اس معاہدہ کی تجدید کی ضرورت محسوس کی گئی کیونکہ زبیدہ (یمن) کے ایک تاجر سے مکہ کے ایک رئیس عاص بن وائل نے مال خریدا مگر اس کی قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ تاجر بہت پریشان ہوا۔ اس نے عاص بن وائل کے حلیف قبیلوں مخزوم، عدی بن کعب، جمح اور عبدالدار سے فریاد کی لیکن کسی نے اس کی بات پر کان نہ دھرے چنانچہ ایک صبح جب قریش کے

Marfat.com

لوگ حرم کعبہ میں محفل سجائے بیٹھے تھے۔ یہ شخص کوہ ابوقبیس پر چڑھ گیا اور فریاد کی۔ اس نے کہا میں اپنے وطن سے دور ابھی تک احرام کی حالت میں ہوں۔ ابھی تک عمرہ بھی نہیں کیا مجھ پر ظلم کیا گیا ہے۔ اے مکہ کے رئیسو! میری فریاد سنو۔

قریش میں زبیر بن عبدالمطلب نے یہ فریاد سن کر اعلان کیا کہ اس فریادی کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ چار پانچ قریشی قبیلوں کے افراد عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کے لیے سب متحد ہوں گے اور معاش میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے۔

یہ ایک طرح سے بنو جرہم کے دور کے معاہدے کی تجدید تھی کیونکہ اسے بھی اس نام یعنی حلف الفضول سے پکارا گیا۔ نبی کریمؐ کی عمر اگرچہ اس وقت کم تھی مگر نوجوانی میں بھی مکہ کے لوگ آپؐ پر اعتماد کرتے تھے۔ بیس برس کی عمر کے باوجود آپؐ کو بڑوں اور بزرگوں کی اجلاس میں شریک کیا گیا اور آپؐ اس معاہدے کا حصہ بنے۔ معاہدہ طے پا گیا تو سارے لوگ عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے تاجر کو مال کی قیمت دینے کا مطالبہ کیا۔ اسے یہ مطالبہ تسلیم کرنا ہی پڑا۔ یوں تاجر کی دادرسی ہوگئی۔ صرف اسی تاجر کی نہیں اس معاہدے کے ذریعے کئی مظلوموں کو انصاف ملا۔

اس حلف میں شرکت پر آنحضرتؐ بہت خوش تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اگر اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔

نبی کریمؐ اس معاہدے کو کس طرح بروئے کار لائے ــــ؟ رومانیہ کے ایک سابق وزیر خارجہ کونستانس جیورجیو نے سیرت النبیؐ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ انہوں نے حلف الفضول پر کافی تحقیق کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں ایک گروپ ترتیب دیا گیا جس میں مسلح نوجوان شامل تھے اس گروپ کی ذمہ داری تھی کہ کوئی مظلوم اپنے حق سے محروم نہ رہ جائے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری ''ضیاء النبیؐ'' میں لکھتے ہیں حضورؐ نے اس میں سرگرم حصہ لیا اور قریشی نوجوانوں کا گروپ ترتیب دیا تو اس میں قوت اور جان پیدا ہوگئی۔ یہ نوجوان معاہدے کے تحت ہونے والے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے پر تیار رہتے تھے۔ رومانیہ کے وزیر خارجہ کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ جنوبی علاقہ سے ایک بدو فریضۂ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا۔ اس کے ساتھ اس کی خوبرو بیٹی بھی تھی۔ مکہ کے ایک دولت مند تاجر (بنیہ بن حجاج) نے اس کی بیٹی کو اغوا کرلیا۔ مسکین باپ کے

Marfat.com

پاس اپنے قبیلے سے درخواست کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا لیکن اس کے قبیلے میں مردوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ دس قریشی قبائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ حضورؐ کو علم ہوا تو آپؐ نے قریشی نوجوانوں کو بلایا اور کہا کہ اس زیادتی پر ہمیں خاموش نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا یہ نوجوان کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور سب نے حلف اٹھایا کہ مظلوم کی مدد کریں گے یہاں تک کہ ظالم سے اپنا حق واپس لے لے۔ اس حلف کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں ہم اس بات کی پروا نہیں کریں گے کہ مظلوم غنی ہے یا فقیر۔ پھر اپنی قسم پختہ رکھنے کے لیے انہوں نے حجر اسود کو زمزم کے پانی سے دھویا اور پانی پی لیا۔

حلف کے بعد سردار دو عالمؐ نوجوانوں کو لے کر ظالم تاجر کے گھر گئے اور مکان کا گھیراؤ کر کے بچی کی عزت و آبرو سے واپسی کا مطالبہ کیا۔ تاجر نے ایک رات کی مہلت طلب کی مگر نوجوانوں نے اس کی تجویز ٹھکرا دی۔ اس کو مجبور کیا کہ وہ بچی کو فوراً اس کے باپ کے حوالے کرے لہٰذا با دل نخواستہ اسے بچی کو واپس کرنا پڑا۔

نبی کریمؐ نے ابوجہل سے بھی ایک تاجر کے مال کی قیمت دلوائی۔ ہوا یوں کہ ابوجہل نے ایک پردیسی تاجر سے مال خریدا مگر قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا قبیلہ چھوٹا تھا۔ قبیلے نے مدد سے معذرت کر لی۔ حضورؐ کو علم ہوا تو آپؐ بنفس نفیس ابوجہل کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ تاجر کے مال کی قیمت ادا کرے۔ ابوجہل پر آپؐ کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ اندر گیا اور رقم لا کر تاجر کے حوالے کر دی۔

یہ تھا حلف الفضول ــــ اور یہ تھا اس کا مقصد ــــ! اس سے عرب معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے اور غریب عوام کو سہارا مل گیا۔ انہیں حوصلہ ہو گیا کہ کسی زیادتی کی صورت میں نہ صرف یہ نوجوان بلکہ حلف میں شریک بڑے بھی ان کی دادرسی کریں گے۔ لوگوں کے چھینے گئے حقوق دلانے کے سلسلے میں یہ ایک انقلابی اقدام تھا۔ اس وقت کے عرب معاشرے میں اس اقدام کی ہمت کوئی جرأت مند ہی کر سکتا تھا۔ یہ معاہدہ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد بھی کافی عرصہ تک جاری رہا اور اس کی ایک مثال بھی موجود ہے۔

ابن ہشام نے سیرت النبیؐ میں ابن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیانؓ کے درمیان کسی جائیداد کے متعلق جھگڑا تھا جو ذی المروہ (وادیٔ قریٰ کی ایک بستی) میں تھی۔ ولید نے اپنے اقتدار کے باعث حسینؓ کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ حسینؓ نے کہا میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ تجھے میرے حق میں انصاف کرنا ہوگا ورنہ میں اپنی تلوار لوں گا اور مسجد رسول اللہؐ میں کھڑے ہو کر حلف الفضول کی رو سے امداد طلب کروں گا۔ لہٰذا ولید بن عتبہ کو حسینؓ کے حق میں انصاف کرنا پڑا یہاں تک کہ وہ اس معاملے پر راضی ہو گئے۔ (ترجمہ جلد اول صفحہ 160)

Marfat.com

حلف الفضول کی تنسیخ

ابن اسحٰق نے کہا ابن زبیرؓ کے قتل کے وقت جب لوگ عبدالملک کے پاس جمع ہوئے تو محمد بن جبیر (بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبدمناف) بھی جو قریش میں سب سے زیادہ عالم تھے آئے اور جب عبدالملک کے پاس گئے تو اس نے کہا اے ابوسعید! کیا ہم اور تم یعنی بنی عبد شمس بن عبدمناف اور بنی نوفل بن عبدمناف حلف الفضول میں نہ تھے۔ انہوں نے کہا اس حقیقت کا آپ کو بخوبی علم ہے۔ عبدالملک نے کہا اے ابوسعید! تمہیں چاہیے کہ اس میں جو سچ ہو وہ مجھے بتادو۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ خدا کی قسم ہم اور آپ دونوں کے دونوں اس عہد سے خارج ہو چکے۔ عبدالملک نے کہا آپ کی بات درست ہے۔ (صفحہ 161)

Marfat.com

اور فرشتہ آ گیا

ہر سال لاکھوں مسلمان مکہ مکرمہ اور اس غار کی زیارت کرتے ہیں جہاں نبیوںؑ کے سردار حضرت محمد مصطفیٰؐ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ کل کائنات کو تخلیق کرنے والی وہ ذات واحد یعنی اللہ تعالیٰ ہے جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ نیک اعمال پر جنت اور برے اعمال پر دوزخ میں ڈال دے گا۔

یہ غار یعنی غارِ حرا جبل حرا یا جبل نور کی چوٹی کے قریب ہے۔ پہاڑی کے دامن سے دیکھیں تو زیادہ دور معلوم نہیں ہوتی مگر چڑھنے لگیں تو سمجھ آ جاتی ہے۔ کتنا مشکل ہوتا ہوگا نبی کریمؐ کا اس غار تک پہنچنا۔ اگرچہ اس وقت آپؐ ادھیڑ عمر تھے لیکن کسی نوجوان کا بھی وہاں تک جانا آسان نہیں۔ غار کی لمبائی 12 فٹ اور 6 فٹ چوڑائی ہے۔ آج کل تو یہ پہاڑی مکہ شہر کے اندر ہے مگر اس وقت تین میل دور تھی اور رسولِ رحمتؐ کی اسی پہاڑی غار کو عبادت کے لیے منتخب کرنے میں حکمت تھی کہ یہاں سے بیت اللہ شریف نظر آتا تھا۔ آپؐ رمضان کا پورا مہینہ غار میں گزارنے لگے لیکن اکثر طاق یعنی تین، پانچ یا سات دنوں کے لیے وہاں چلے جاتے تھے اور آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سامانِ خورونوش آپؐ کے ساتھ کر دیتیں۔ یہاں تنہائی میں آپؐ اس مالک کو یاد کرتے رہتے جو قادر مطلق ہے۔

دراصل اب وہ وقت بہت قریب تھا جب ایک عظیم امانت آپؐ کے سپرد کی جانے والی تھی اور یہی امانت وجہِ تخلیقِ کائنات بھی تھی۔ امانت کے آثار اس طرح ظاہر ہوئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مطابق آپؐ کو سچے خواب آنا شروع ہو گئے۔ جو کچھ آپؐ رات کے وقت سوتے میں دیکھتے وہ صبح کو سچ ثابت ہوتا۔ یہ اصل میں وحی الٰہی کی ایک قسم تھی۔ باری تعالیٰ چونکہ فطرت انسانی کے مطابق ہر حکم بتدریج نافذ فرماتا ہے لہٰذا وحی الٰہی کے سلسلے میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا جس کا مقصد آپؐ کو آخری نبوت کا بہت بھاری بوجھ اٹھانے کے لیے تیار کرنا تھا تاکہ ایک دم امانت ملنے پر آپؐ کہیں زیادہ گھبرا نہ جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کی تربیت کی جا رہی تھی اور یہ سب کچھ اسی تربیتی عمل کا حصہ تھا جو پیار بھرے انداز میں کیا جا رہا تھا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ آخر 610ء کی وہ مبارک گھڑی آن پہنچی جسے اس مقصد کے لیے پہلے ہی منتخب کیا جا چکا تھا —— وحی لانے والا فرشتہ آ گیا۔ اس نے غار میں آپؐ کے سامنے ایک ورق کھول دیا اور کہا (اسے پڑھیں) اقراء۔ آپؐ چونکہ پڑھنا نہیں جانتے تھے لہٰذا فرمایا میں نہیں پڑھ سکتا۔ فرشتے نے زور سے

Marfat.com

آپؐ کے ساتھ معانقہ کیا اور پھر کہا اقراء۔ آپؐ کا جواب اب بھی وہی تھا۔ فرشتے نے پھر بڑے زور سے معانقہ کیا اور پڑھنے کے لیے کہا۔ آپؐ تکلیف دہ معانقہ سے ڈر گئے تاہم جواب وہی تھا۔ اس نے تیسری بار اقراء کہا نفی میں جواب ملنے پر مزید زور سے معانقہ کیا اور کہا:

''پڑھیے! اپنے رب پیدا کرنے والے کا نام لے کر جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے پیدا کیا۔ ہاں! پڑھیے کہ آپ کا پروردگار وہ صاحب کرم ہے جس نے قلم کے ذریعے انسان کو ایسا علم سکھایا جسے وہ پہلے نہ جانتا تھا''۔ (1:96 سے 5)

آپؐ نے وہ تمام کلمات دہرائے جو فرشتے کی واپسی سے قبل ہی آپؐ کے دل اور ذہن پر نقش ہو چکے تھے۔ پہلی وحی پڑھنے کے ساتھ ہی دل میں طرح طرح کے وسوسے آئے اور سوچا کہیں یہ جن تو نہیں تھا۔ اک خوف کی سی کیفیت تھی جس میں اضافہ ہوتا گیا۔ غار میں ٹھہرے رہنے سے بھی طبیعت اچاٹ ہوگئی مگر یہ عقدہ نہ کھلا کہ وہ کون تھا جس نے مجھے پڑھنے پر مجبور کیا۔ جس نے مجھے خدا سے آگاہ کیا۔ اس کا مطلب کیا ہے کہ خدا نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ کہیں میں شاعر یا مجنوں تو نہیں بن گیا۔ حالانکہ یہ مخلوق تو میرے لیے سب سے قابل نفرت ہے۔ کیا اہل مکہ میرا اعتبار کریں گے جو مجھے امین سمجھتے ہیں۔

صبح کا نور چاروں طرف پھیلا تو نبی کریمؐ غار سے باہر نکل آئے۔ آپؐ بوجھل دل کے ساتھ اپنی سوچوں میں ڈوبے ہوئے جا رہے تھے۔ ادھر آپؐ کی محبوب اہلیہ کے غلام بھی آپؐ کو تلاش کر رہے تھے کیونکہ آپؐ کے آنے میں تاخیر ہوگئی تھی۔ گھر پہنچتے ہی وفا شعار اور مہربان اہلیہ سے فرمایا کہ جلدی سے میرے جسم پر چادر ڈال دو۔ اس وقت بھی آپؐ کے بدن پر کپکپی طاری تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ بخار آ گیا ہے حالت ذرا سنبھلی تو زوجہ محترمہ کو تمام روداد کہہ سنائی اور فرمایا مجھ سے کوئی لغزش تو نہیں ہوگئی۔ کسی دشمن نے مجھ پر جادو تو نہیں کر دیا۔ وہ پندرہ برس حضورؐ کی رفاقت میں گزار چکی تھیں۔ انہیں یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی رنج میں مبتلا نہیں کرے گا۔

سارا واقعہ سننے کے بعد بی بی محترمہ سمجھ گئیں اور خوشی و مسرت کے ساتھ رائے دی کہ آپ کو اس امت کی نبوت عطا کی گئی ہے۔ جبرائیلؑ آپؐ پر وحی لائے تو روایات کے مطابق یہ پیر کا دن اور رمضان کی طاق رات تھی۔ نزول وحی کی رات کو لیلۃ القدر بھی کہا گیا ہے اور اسے رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتوں میں تلاش کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

وحی کی روداد سننے کے بعد سیدہؓ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو شرک چھوڑ کر توحید پرست ہوگئے تھے اور توراۃ و انجیل کے عالم تھے۔ سیدہؓ نے حضرت جبرائیلؑ کی آمد کا حال سنایا تو

Marfat.com

وہ پکار اٹھے کہ یہ تو وہی پیامبر ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے پاس اللہ کا پیغام لایا کرتا تھا ــــ ورقہ بن نوفل نے بتایا کہ کتابوں میں اس دور میں بھی ایک پیغمبر کی آمد کی خبر ہے اور پھر نشانی بتائی۔ انہوں نے سیدہؓ سے کہا کہ تمہاری موجودگی میں وہ شخص (جبرائیلؑ) محمدؐ کو دکھائی دے تو سر پر سے دوپٹہ اتار دینا۔ وہ غائب ہو جائے تو اللہ کا فرشتہ اور وہیں موجود رہے تو شیطان ہوگا۔

ورقہ بن نوفل نے حضورؐ سے بھی تمام ماجرا سنا۔ پھر آپؐ کے سر مبارک کو چوما اور کہا:

اے محمدؐ! میں آپؐ کو خوشخبری دیتا ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ نے خوشخبری دی تھی کہ میرے بعد پیغمبر آئے گا جس کا نام احمدؐ ہوگا۔ آپؐ ہی وہ پیغمبر ہیں۔

ورقہ بن نوفل نے مزید فرمایا:

''یہ لوگ آپؐ کی تکذیب کریں گے۔ آپؐ کو تکلیفیں پہنچائیں گے۔ آپؐ کو مکہ سے نکال دیں گے۔ اور آپؐ سے جنگ بھی کریں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو ہر طرح سے آپؐ کا ساتھ دوں گا۔''

وہ بوڑھے اور بینائی سے محروم تھے۔ انہوں نے حسرت سے فرمایا:

کاش! میں اس وقت جوان ہوتا اور آپؐ کی مدد کر سکتا۔

دوسری طرف آپؐ سوچ رہے تھے کہ ایسا موقعہ آ ہی گیا تو کیا ہوگا۔ یہ میرے قرابت دار اور خاندان والے ہیں۔ کیا یہ بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گے۔

ورقہ بن نوفل کا فرمانا سچ ثابت ہوا۔ بعثت کے بعد کفارِ مکہ نے دعوت ایمان کی راہ میں قدم قدم پر کانٹے بچھائے، روڑے اٹکائے، آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر وہ کون سا ستم تھا جو چشمِ فلک نے نہ دیکھا ہو۔ اور آخر حق کے پروانوں کو مکہ شہر سے بھی نکلنا پڑا۔

ذکر وحی کا ہو رہا تھا۔ اب رسول کریمؐ وحی کی حلاوت اور شیرینی کو محسوس کرنے لگے تھے۔ کئی دن گزر گئے مگر وہ فرشتہ دوبارہ نہیں آیا۔ وحی کا سلسلہ گویا رک گیا۔ آپؐ اس کی لذتوں اور لطافتوں سے محروم و پریشان تھے۔ آپؐ اس قدر دل شکستہ تھے کہ پہاڑ کی چوٹی سے کود جانے کا ارادہ تک کر لیا۔

ایک دن جب صبح کا نور پھیلا تو رسولؐ اللہ پریشانی کی حالت میں غار سے باہر نکل آئے۔ آپؐ بوجھل دل کے ساتھ سوچوں میں ڈوبے جا رہے تھے کہ آسمان کی طرف سے آواز آئی:

اے محمدؐ! آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔

آپؐ نے آسمان کی وسعتوں کی جانب نظر دوڑائی تو وہاں کرسی پر بیٹھا ایک شخص نظر آیا۔ جدھر نظر

Marfat.com

جاتی وہی نظر آتا۔ وہ درج بالا کلمات دہرا رہا تھا۔

یہ تو وہی ہے جو میرے پاس آیا تھا لیکن اللہ کا رسول کیا ہوتا ہے اور جبرائیل کون ہے۔ اے مالک! میں اس بوجھ سے کس طرح نجات حاصل کروں۔ آپؐ اس پر سے نظریں ہٹا سکے اور نہ قدم آگے کی طرف بڑھے۔ آپ گہری سوچوں میں گم تھے۔ جونہی جبرائیلؑ گئے آپؐ کی حالت میں تغیر رونما ہونے لگا۔ وحی الٰہی سے دل مسرور مگر ابھی تک لرزیدہ تھا۔ جبرائیلؑ کے کلمات سن کر حضورؐ کے دل کو قرار آ گیا مگر وحی کا نزول بدستور منقطع تھا۔ آپؐ گھر واپس آ گئے اور اہلیہ محترمہؓ سے کہا کہ مجھے چادر اوڑھا دو۔ اس وقت سورۃ المدثر کی آیات نازل ہوئیں۔ جن میں کہا گیا تھا کہ:

اے چادر لپیٹنے والے! اٹھیے اور لوگوں کو ڈرائیے۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجیے۔ اور اپنے لباس کو پاک رکھیے اور بتوں سے (حسب سابق) دور رہیے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وحی کا سلسلہ تواتر سے جاری ہو گیا جب کہ آپؐ کی رسالت کا بھی باقاعدہ آغاز ہو گیا تھا۔ کچھ عرصہ کے لیے آپؐ کی طبیعت ناساز ہوئی تو کفار نے طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ آپؐ کی دلجوئی کے لیے سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی۔

آپؐ نے اپنے رب کی ہدایت پر صبر سے کام لیا۔ طعنوں پر کان نہ دھرے اور دنیا کے اندھیروں کو اسلام کے نور سے منور کرنے کا فریضہ زور و شور سے انجام دینا شروع کر دیا۔ جوں جوں آپؐ کو وحی الٰہی کے ذریعے ہدایات ملتی جاتیں۔ آپؐ اپنے قدم آگے بڑھاتے جاتے۔ اس دوران ناکامیاں بھی ہوئیں اور آپؐ کے پیغام کے مخالفوں کو منہ کی بھی کھانا پڑی۔

اسلام کا چراغ جلا تو اس سے روشنی حاصل کرنے والوں میں سب سے پہلی ہستی آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں۔ آزاد مردوں میں جناب ابوبکر صدیقؓ نے پہل کی جن کا اصل نام عبداللہ تھا۔ بچوں میں آپؐ کے چچازاد حضرت علیؓ کو یہ اعزاز حاصل ہوا جب کہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ کے قلب و ذہن کو اسلام کی روشنی نے منور کیا۔

Marfat.com

وفا کی داستانیں

ذکر مصطفیٰ ہو اور ان وفا شعاروں کو بھول جائیں جنھوں نے بالکل انوکھی اور نئی داستانیں رقم کیں۔ بھلا تاریخ نے ایسے انسان کب دیکھے تھے کہ دین حق اور رسول برحقؐ کی پناہ میں آ جانے والوں نے یہ ظلم برداشت کیے۔ تاریخ نے تو یہ بھی دیکھا کہ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کو بچاتے ہوئے اتنی مار کھائی کہ بیہوش ہو گئے اور جب دوبارہ ہوش میں آئے تو اپنی چوٹوں اور اپنے درد کی پروا نہیں ــــ ان کا ایک ہی سوال تھا کہ حضورؐ کیسے ہیں ــــ؟ اور جب تک خود اپنی نظروں سے حضورؐ کو نہیں دیکھ لیا تسلی نہیں ہوئی۔

کفار و مشرکین سمجھتے تھے کہ ایسے لوگوں کا مذہب کیسے قبول کیا جا سکتا ہے جن کی معاشرے میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ــــ اور پھر ان کے معبودوں کو برا بھلا کہا جا رہا ہے۔ یہ بات ان کی برداشت سے باہر تھی ــــ درحقیقت یہ ان کی انا پر ضرب کاری تھی ــــ لہٰذا انہوں نے ایک فیصلہ کیا اور پھر اس فیصلے کے تحت وہ کون سا حربہ، کون سا ظلم، کون سا جبر اور کون سا تشدد تھا جو شمع رسالتؐ کے پروانوں پر نہیں آزمایا گیا ــــ قربان جائیے ان سراپا وفا عشاق رسولؐ کے جنھوں نے اف تک نہیں کی ــــ دل کی روشنی کو ذرا سا ہلکا نہیں ہونے دیا بلکہ اپنے نصب العین پر شدت کے ساتھ ڈٹ گئے۔ اس لیے تو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ:

کیا اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے شکر گزار بندے نہیں ہیں۔ (الانعام:53)

اللہ کے ان بندوں کو زدوکوب کرنے کی انتہا کر دی گئی ــــ کھانے کو کچھ دیا جاتا اور نہ پینے کو ــــ لوہے کی زنجیریں پہنائیں۔ صحرا کی تپتی ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیئے جاتے ــــ لیکن ان کے استقلال میں کوئی لغزش نہیں آئی۔

بعثت کے بعد سب سے پہلے سات عالی مرتبت ہستیوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ حضور پاکؐ کی حفاظت کا انتظام تو اللہ تعالیٰ نے قوم کے سردار اور آپؐ کے چچا ابوطالب کے ذریعے کر دیا تھا حضرت ابوبکرؓ کا قبیلہ بھی موجود تھا۔ باقی میں حضرت عمارؓ ان کے والد، ان کی والدہ محترمہ حضرت سمیہؓ، حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ، اور حضرت مقدادؓ نشانہ ستم بنے جب کہ حضرت سمیہؓ کو اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام کی سب سے پہلی شہید کا رتبہ حاصل کیا ــــ لیکن یہی نہیں کتنے دوسرے مسلمان تھے جو اس امتحان کی بھٹی سے کندن بنے۔

Marfat.com

سیدہ سمیہؓ حضرت یاسرؓ کی اہلیہ تھیں جب کہ ان کے دو بیٹے حضرت عمارؓ اور عبداللہؓ تھے۔ سیدہ سمیہؓ ابوحذیفہ کی لونڈی تھیں۔ محروم طبقے کے یہ لوگ مشرکین کے دین کے مقابلے میں آ جائیں۔۔۔؟ انہیں یہ کیسے قبول تھا لہٰذا مشرک ان پر پل پڑے۔ خود حضورؐ جب حضرت عمارؓ اور ان کے والدین پر ظلم وستم کو دیکھتے تو فرماتے:

آلِ یاسر! صبر کا دامن تھامے رہو، ہم تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ کرتے ہیں۔

حضرت عمارؓ کے بارے میں روایت ہے کہ مشرکین انہیں آگ کے ساتھ جلاتے تھے مگر حضورؐ کے حکم کے مطابق آگ ٹھنڈی ہو گئی۔۔۔ اور آخر ایک دن وہ ظالم حضرت عمارؓ سے کلمہ کفر کہلوانے میں کامیاب ہو گئے۔۔۔ جس کے بعد آپؓ پریشان حال حضورؐ کے پاس آئے اور انہیں سب کچھ بتا دیا۔ نبی کریمؐ کے استفسار پر انہوں نے کہا کہ میرا دل بدستور اللہ کی وحدانیت کا قائل ہے اور بتوں کو باطل سمجھتا ہے۔ لہٰذا آپؐ نے فرمایا اپنی جان بچانے کے لیے انسان کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ حضورؐ نے انہیں نوید سنائی کہ تمہارا ایمان برقرار ہے۔ سورۃ النمل کی یہ آیت کریمہ بھی اس موقع پر اتری:

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد جبر واکراہ کی حالت میں منہ سے کفریہ کلمہ نکالا مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ (تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں)

حضرت عمارؓ کے کردار کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضورؐ نے ان کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرنے کی ہدایت کی۔۔۔ اس طرح کا حال ان کی والدہ ماجدہ سیدہ سمیہؓ کا تھا۔ جو انتہائی بہادر، نڈر اور دلیر خاتون تھیں۔ کفار نے ان پر ہر ظلم آزما لیا مگر ان کے ایمان میں ذرا سی بھی لغزش نہیں آئی۔ انہوں نے نورِ ایمان کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔

ابوجہل کس قدر سفاک اور شقی القلب تھا۔ اس کا اندازہ حضرت سمیہؓ کی شہادت سے ہوتا ہے۔ ابوجہل حضرت سمیہؓ کے پاس آ کھڑا ہوا اور لات وعزیٰ کو معبود کے طور پر قبول کرنے کی بات کی۔ زنجیروں میں جکڑی ہوئی اس عظیم خاتون نے پورے جوش سے کہا میں لعنت بھیجتی ہوں تمہارے معبودوں پر، ابوجہل غصے میں بپھر گیا اس نے نیزہ اٹھایا اور آپؓ کو شہید کر دیا۔ انہیں جس طرح شہید کیا گیا میں اپنے قلم کو اس کے بیان سے قاصر پاتا ہوں۔۔۔ پھر سیدہ سمیہؓ کو یہ اعزاز حاصل ہو گیا کہ وہ شہیدانِ وفا کے قافلے کی سالار بن گئیں۔

ابوجہل نے یہیں پر بس نہیں کیا، جناب یاسرؓ اور عبداللہؓ کو بھی اسی راہ پر روانہ کر دیا جس پر حضرت سمیہؓ چلی گئی تھیں، اب ستم سہنے کے لیے حضرت عمارؓ اپنے خاندان کے واحد فرد تھے۔۔۔ یہی وہ موقعہ تھا جب مشرکین آپؓ سے کلمہ کفر کہلوانے میں کامیاب ہوئے۔

Marfat.com

حضرت بلالؓ سے کون مسلمان واقف نہیں وہ رباح کے بیٹے تھے، ظلم کے مقابلے میں انہوں نے جس صبر، استقامت اور برداشت کا مظاہرہ کیا اس پر زمانہ عش عش کر اٹھا۔ حبشی النسل حضرت بلالؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ امیہ کی فرعونیت سے سب آگاہ تھے اس نے آپؓ کی ذات کو ظلم وستم کی تجربہ گاہ بنالیا۔ قربان جائیے کہ ہر نئے ستم پر ان کے منہ سے ایک ہی آواز بلند ہوتی اور وہ آواز تھی احد — احد — ہر سزا دے کر بھی وہ وفا کے اس پتلے سے اپنے مطلب کا کلمہ نہ کہلوا سکے۔ اب انہوں نے حضرت بلالؓ کے گلے میں رسی ڈالی اور انہیں بچوں کے سپرد کر دیا۔ بچے مکہ کی گلی کوچوں میں گھسیٹتے رہتے مگر انہیں تو احد، احد کی پکار کے سوا گویا کچھ یاد ہی نہ تھا۔

آخر کار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو امیہ کی سفاکی سے نجات دلائی۔ ان کے بدلے دو مضبوط وتوانا غلام دیئے اور حضرت بلالؓ کو آزاد کرا دیا۔

حضرت صہیبؓ رشد وہدایت کا دروازہ کھلتے ہی اس میں داخل ہو گئے۔ باپ رہلہ کا حاکم تھا اور کمسن ہی تھے کہ رومیوں نے حملہ کر دیا۔ دوسرے اہل قبیلہ کے ساتھ گرفتار ہوئے اور غلاموں کی منڈی میں بکنے آ گئے۔ عبداللہ بن جدعان نے خریدا اور ان کو آزاد کر دیا — آپؓ دار ارقم میں کیا داخل ہوئے کہ مشرکوں کا نشانہ ستم بن گئے۔ مگر ان کے پاؤں نہیں ڈگمگائے اور کوئی حربہ انہیں نورِ اسلام کی کرنوں کی روشنی سے محروم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

حضرت ابوفکیہہؓ بھی غلام تھے اور یہاں بھی ستم گر وہی امیہ بن خلف تھا جس نے حضرت بلالؓ کی زندگی میں زمانے بھر کی تلخیاں بھر دی تھیں۔ وہ جب آپؓ کو قائل کرنے میں کسی طرح سے کامیاب نہ ہوا تو رسی ڈال کر لے گیا اور پھر وہی کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔ یعنی آپؓ کو تپتی سنگلاخ زمین پر لٹا دیا اور گلا دبانا شروع کر دیا۔ اس شقی القلب مشرک کا بھائی ابی آیا تو اس نے روکنے کی بجائے مزید ستم ڈھانے کا مشورہ دیا۔ ان کا گلا اس حد تک دبایا گیا کہ گردن ڈھلک گئی اور وہ سمجھے کہ شہادت پا گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہی انہیں بھی خریدا اور آزاد کر دیا۔

بنو مخزوم کی ایک لونڈی زنیرہؓ اسلام کی روشنی سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئیں۔ ابوجہل نے ان کو ظلم کا نشانہ بنالیا۔ یہاں تک کہ وہ آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو گئیں۔ ابوجہل نے کہا لات وعزیٰ نے تمہاری بینائی چھین لی ہے مگر راہ حق کی اس پرستار کا ایمان دیکھئے کہ بولی میرا رب میری آنکھوں کی روشنی لوٹائے گا۔ اور پھر باری تعالیٰ نے ان کے یقین کی لاج رکھ لی۔ اگلے روز وہ پھر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہو گئیں تو ابوجہل نے اسے محمدؐ کے جادو کا نتیجہ قرار دے دیا — حضرت ابوبکرؓ اپنی دولت کو ستم رسیدہ غلاموں کی

Marfat.com

خریداری کے لیے کام میں لا رہے تھے۔ آپؓ کو پتہ چلا تو حضرت زنیرہؓ کو خرید لیا اور پھر آزاد کر دیا۔

یہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے پہلے کا قصہ ہے۔ ان کی ایک لونڈی نے نور اسلام پر لبیک کہا اور کسی کی پروا کیے بغیر خدا کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں۔ حضرت لبینہؓ مار کھاتی رہیں لیکن راہ حق سے منہ نہیں موڑا۔ آخر کار اس پاک باز بی بی کو حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔

مشرکین میں سے مرد نہیں بعض خواتین بھی ظلم و جور میں پیش پیش تھیں۔ ایک ماں بیٹی قبیلہ عبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں۔ اسلام کے سچے پیغام کو سن کر ان کے دل اس روشنی سے بھر گئے۔ مالکہ کو علم ہوا تو بپھر گئی اور ان پر ظلم کرنے لگی۔ اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ لات اور عزیٰ کو دوبارہ اپنے معبود تسلیم کر لو۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ ماں بیٹی کو آزاد نہیں کرے گی اور اس طرح ظلم کرتی رہے گی تا آنکہ وہ راہ حق کو ترک کر دیں۔ مگر وہ عظیم خواتین اب اس نور سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھیں۔ صدیق اعظمؓ کو علم ہوا۔ انہوں نے منہ مانگی قیمت ادا کی اور انہیں آزادی دلائی۔ حضرت ام عبیسؓ اور حضرت ہندیہؓ کا بھی اسی قسم کا حال کیا گیا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ تو خود اپنے باپ کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔ مار پیٹ کے علاوہ ظالم باپ نے ان کی روٹی اور پانی تک بند کر دیا۔ انہیں ایک کمرے میں قید کر دیا۔ پیٹ میں کچھ پہنچا نہ حلق تر ہوا۔ ایک روز مارتے مارتے باپ کا ڈنڈا ٹوٹ گیا مگر ظالم کو بیٹے پر رحم نہ آیا۔ بیٹے نے سب کچھ برداشت کیا اور باپ سے کہہ دیا کہ میں نے سچے دین کا دامن تھام لیا ہے اب کبھی اسے نہیں چھوڑوں گا۔ آخر کار باری تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور وہ باپ کی قید سے فرار ہو گئے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ رسول اللہﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کے بیٹے تھے۔ ان کے والد فوت ہو چکے تھے۔ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نوفل نے ہی انہیں نشانہ ستم بنا لیا۔ چٹائی میں لپیٹ کر اندر دھواں چھوڑ دیتا۔ آخر کار حضورﷺ نے انہیں حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ آپؓ حضرت ابوبکرؓ کے داماد اور معروف صحابیہ حضرت اسماءؓ کے شوہر تھے۔

حضرت خبابؓ کی ماں انتہائی ظالم اور سفاک ثابت ہوئی۔ بیٹے کا منہ دین برحق سے موڑنے کے لیے لوہے کی گرم سلاخیں مارتی۔ ایک بار تو انہیں دہکتے کوئلوں پر لٹا دیا۔ مگر بیٹے نے جھوٹے معبودوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حضورﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تو اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ آپؓ کی والدہ دماغی بیماری میں مبتلا ہو گئیں اور حکیموں کی تجویز کے مطابق وہی سلاخیں گرم کر کے اس کے سر پر ماری جاتی رہیں۔

تاریخ اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں یہی نہیں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ان پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے — سب جنہوں نے ظلم سہے ایسے پاک باز اور وفا کے پتلے تھے کہ کوئی لالچ یا تحریص ان

Marfat.com

کے پاؤں نہیں ڈگمگا سکتی تھی۔

کفار مکہ نے حق کے متوالوں کا منہ پھیرنے کے لیے طرح طرح کی سزائیں متعارف کرائیں۔ لوہے کی زرہ پہنا کر تپتے ہوئے پتھروں پر لٹا دیتے اور پھر تماشا دیکھتے ہوئے قہقہے لگاتے۔ اونٹ یا گائے کی تازہ کھال لیتے اور اسلام کے شیدائیوں کو ان کے اندر لپیٹ کر دھوپ میں ڈال دیتے اور ان کی اذیتوں کا تماشا دیکھتے۔ حضرت عثمان غنیؓ جیسے صاحبِ حیثیت شخص تک کو نہیں بخشا گیا۔ آپؓ کا چچا آپؓ کو رسی سے باندھ لیتا اور مار پیٹ شروع کر دیتا۔

ایک یورپی مصنف لکھتا ہے: محمدؐ کے پیروکاروں میں وہ دینی نشہ پیدا ہو گیا تھا جسے حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروکاروں میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ جب حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھا دیا گیا تو ان کے ماننے والے بھاگ گئے۔ دین کا جو نشہ ان پر چڑھا ہوا تھا وہ اتر گیا۔ اس کے برعکس محمدؐ کے پیروکار آپؐ کے ساتھ اور ارد گرد رہے اور آپؐ کو دشمن پر غالب کرنے کے لیے اپنی جانوں کی پروا نہیں کی۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

Marfat.com

دو میں سے ایک کو مانگا اور پالیا

حضرت عمرؓ بن الخطاب کا قبول اسلام بھی اسلام کی ابتدائی تاریخ کا ایک یادگار اور منفرد واقعہ ہے۔۔۔ وہ (نعوذ باللہ) حضورؐ کو قتل کرنے کی نیت سے نکلے لیکن ان کے دام محبت میں گرفتار ہو گئے اور ایسے گرفتار ہوئے کہ چوری چھپے قبول اسلام کی بجائے بانگ دہل اعلان کیا کہ وہ دین حق کے غلاموں میں شامل ہو گئے ہیں۔

اس وقت دائرہ اسلام میں قریباً چالیس افراد تھے اور نبی رحمتؐ کے یہ جانثار اسلام کی خاطر دن رات ایک کیے ہوئے تھے۔ اسلام کے یہ شیدائی دارالندوہ کے مقابلے میں حضورؐ کی طرف سے قائم کیے گئے ''دارِارقم'' میں جمع ہوتے اور تبلیغ و تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

کٹھن دور تھا کفار مکہ کی چیرہ دستیاں شروع ہو چکی تھیں۔ حضورؐ نے اپنے اللہ کے حضور دعا فرمائی۔

''باری تعالیٰ! ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) یا عمر ابن الخطاب کے ساتھ دین اسلام کو غلبہ اور شوکت عطا فرما۔''

محبوبؐ کی دعا تھی۔ مولا کریم اس پر توجہ کیوں نہ دیتا۔ ابھی دو روز (بعض روایات میں ایک روز) ہی گزرے تھے کہ عمر بن الخطاب حضرت عمرؓ ہو گئے۔ وہ مکہ میں کفار کے دروازے کھٹکھٹا کر اپنے قبول اسلام کا اعلان فرما رہے تھے۔ جب حرم کعبہ میں جمع کفار کو عمرؓ کے دائرہ اسلام میں چلے جانے کی اطلاع ملی تو انہیں یقین ہی نہیں آیا کیونکہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو وہ ابوجہل کے انعام کے لالچ میں (نعوذ باللہ) حضورؐ کو قتل کرنے گئے تھے۔۔۔ ایک دم یہ انقلاب کیسے آ سکتا ہے۔۔۔؟ مگر یہ انقلاب آ چکا تھا۔ ابوجہل محروم رہ گیا اور حضرت عمرؓ اسلام کے دامنِ رحمت میں آ گئے۔

ابوجہل خود تو ہمت نہیں پاتا تھا مگر اس نے اعلان کر دیا۔۔۔ جو شخص حضورؐ کو قتل کرے گا میں اسے ایک سو سرخ و سیاہ اونٹنیاں اور ایک ہزار اوقیہ چاندی انعام میں دوں گا۔

حضرت عمر ابھی جوانی کی بہاریں لوٹ رہے تھے۔ 35 برس کی عمر تھی اور ہمت و جرأت کی کمی نہیں تھی۔۔۔ عمر نے ابوجہل سے کہا تم پریشان نہ ہو۔ میں آج یہ قصہ ختم کر دوں گا۔ رسول عربیؐ کی تحریک کے خلاف وہ غصے میں بپھرے ہوئے اٹھے اور تیز تیز قدموں سے دارارقم کی جانب چل دیئے۔ تلوار ان کے ہاتھ میں تھی۔

Marfat.com

راستے میں نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ وہ بھانپ گئے کہ آج عمر کا ارادہ نیک نظر نہیں آ رہا۔

حضرت نعیمؓ نے ابھی قبول اسلام کا اعلان نہیں کیا تھا۔ انہوں نے پوچھا عمر کہاں کا ارادہ ہے۔۔۔؟

عمر نے کہا آج میں محمدؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ جن کے نئے دین نے ہم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔

حضرت نعیمؓ بولے۔۔۔ ایسا مت کرو۔ ورنہ ان کے قبیلے والے تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے لیکن تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ سب سے پہلے تم اپنے گھر کی خبر لو۔

کیا ہو گیا ہے میرے گھر کو۔۔۔؟ عمر چلتے چلتے اچانک رک گئے اور سوالیہ نظروں سے حضرت نعیمؓ کی طرف دیکھنے لگے۔

تمہاری تو اپنی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعیدؓ حضور اکرمؐ کی غلامی میں آ چکے ہیں۔ وہ تو خود مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت نعیمؓ نے جواب دیا۔

یہ سننا تھا کہ عمر غصہ سے آگ بگولا ہو گئے۔ ان کے نزدیک یہ ایسی انہونی تھی جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے دارِارقم کا ارادہ ترک کیا اور بہن کے گھر کی طرف رخ موڑ لیا۔۔۔ مقصد یہ تھا کہ نبی اکرمؐ سے پہلے بہن اور بہنوئی کا کام تمام کر دیا جائے۔

حضرت سعیدؓ کے گھر میں اس وقت حضرت خبابؓ موجود تھے اور دونوں میاں بیوی کو کلام اللہ سنا رہے تھے۔ وہ سورۃ طٰہٰ کی تلاوت میں مشغول تھے کہ اچانک دروازے پر تیز دستک ہوئی۔۔۔ خود عمر اس وقت اندر سے آنے والی تلاوت کی آواز سن رہے تھے اور ان کے تن بدن میں آگ سی لگی ہوئی تھی۔

بہن نے اندر سے پوچھا کون ہے۔۔۔؟

باہر سے آواز آئی میں عمر ہوں۔۔۔ دروازہ کھولو۔

اندر ایک افراتفری کا سا سماں پیدا ہو گیا۔۔۔ اب کیا ہو گا۔۔۔؟ ان تینوں کے ذہنوں میں ایک ہی سوال تھا۔۔۔ جناب خبابؓ کو انہوں نے چھپا لیا۔۔۔ کلام پاک کو بھی رکھ دیا اور بہن نے دروازہ کھول دیا۔

عمر نے اندر داخل ہوتے ہی نیام کا وار کیا اور بہن کا سر لہولہان کر دیا۔۔۔ وہ کانپتی ہوئی غضیلی آواز میں بولے تم کیا پڑھ رہے تھے۔

ہم تو کچھ بھی نہیں پڑھ رہے تھے۔۔۔ دونوں میاں بیوں نے جواب دیا۔

میں سن چکا ہوں۔ مجھے پتہ ہے تم کیا پڑھ رہے تھے۔ تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔۔۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بہنوئی کو پیٹنا شروع کر دیا۔ بیوی شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھی تو عمر نے انہیں بھی پیٹ ڈالا۔

Marfat.com

آخر وہ بھی عمر کی بہن تھیں اور دل اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو چکا تھا۔ حضرت فاطمہؓ بولیں — اے خطاب کے بیٹے، ہاں! میں اعلان کرتی ہوں کہ میں مسلمان ہوں، تم نے جو کچھ کرنا ہے کرلو۔

بہن کے سر سے بہتا ہوا خون دیکھا تو عمر کچھ پریشان سے ہو گئے — ان کا ہاتھ رک گیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جو باری تعالیٰ نے ان کے قلب کو پلٹنے کے لیے منتخب کر رکھا تھا — عمر تخت پر بیٹھ گئے اور گویا ہوئے جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔

بہن ہر خوف سے آزاد ہو چکی تھیں۔ فرمانے لگیں نہیں تم اسے نقصان پہنچاؤ گے۔ ہم تمہیں وہ پاک کلام نہیں دکھا سکتے۔

عمر نے اپنے معبودوں کی قسم کھائی میں ایسا نہیں کروں گا۔

بہن نے کہا تم مشرک ناپاک ہو — اسے صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ پہلے خود کو پاک کرو۔

عمر اٹھے، غسل کیا اور پاک ہو کر بیٹھ گئے — انہیں تجسس بھی تھا اور بہن کی جرأت پر حیرت بھی۔ وہ سوچنے لگے آخر وہ کیا کلام ہے جس نے میری بہن کو اتنی استقامت دے دی ہے کہ اسے جان کی بھی پروا نہیں۔

بہن نے صحیفہ نکالا اور بھائی کو پکڑا دیا — سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھیں تو عمر کا رنگ بدل گیا اور وہ بول اٹھے "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں۔"

جناب خبابؓ ابھی تک اندر چھپے بیٹھے تھے — یہ سننا تھا کہ وہ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے باہر آ گئے۔

یہیں سے تاریخ اسلام کا ایک اور دور شروع ہوتا ہے — اب وہ محض عمر نہیں تھے — وہ فاروق اعظمؓ بننے والے تھے — وہ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہونے کے لیے بے قرار تھے۔

دوسری طرف نبی رحمتؐ دارارقم میں موجود تھے۔ صحابہ کرامؓ ان کی پیاری پیاری میٹھی میٹھی باتیں سن رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ صحابہؓ نے دیکھا باہر تو عمر کھڑے تھے۔ صحابہؓ گھبرا گئے۔ کیونکہ وہ تو باقاعدہ تلوار باندھے ہوئے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہاں حضورؐ کے چچا حضرت حمزہؓ موجود تھے انہوں نے صحابہؓ سے کہا ڈرو مت، اگر عمر خیر کا ارادہ لے کر آیا ہے تو بہتر ورنہ ہماری تلوار اس کی تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔

صحابہ کرامؓ نے دروازہ کھول دیا اور عمر کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔

حضورؐ نے حکم دیا اسے چھوڑ دو — آپؐ کو دیکھا تو سر آپؐ کے قدموں میں رکھ دیا اور کلمہ پڑھتے

Marfat.com

ہوئے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔

صحابہؓ کی خوشی دیدنی تھی ــــ آج اللہ نے ان کی صف میں جو شخصیت شامل کر دی اس کے بعد مشرک مسلمانوں کو ایذا پہنچانے سے پہلے کئی بار سوچیں گے۔ اسی وقت کمرے میں اللہ اکبر کے نعرے گونج اٹھے ــــ اللہ بھی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اپنے محبوبؐ کی خوشی پر خوش تھا ــــ جبرائیلؑ تشریف لائے اور پیغام دیا۔

"زمین والوں کو ہی نہیں، آسمان والوں کو بھی عمر کے اسلام قبول کرنے پر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

پھر پہلی بار ایسا ہوا کہ دارارقم سے مسلمان اکٹھے نکلے، حرم کعبہ پہنچے اور کفار مکہ کے سامنے نماز ادا کی۔ اس سے پہلے وہ تنہائی میں یا چھپ چھپا کر عبادت کرتے اور اپنے دیگر فرائض سرانجام دیتے تھے ــــ

حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کی:

ہم حق پر اور وہ باطل پرست ہیں۔ وہ اپنا دین نہیں چھپاتے تو ہمیں اپنا دین چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔

حضورؐ نے انہیں مصلحت کا تقاضا سمجھایا ــــ حضرت عمرؓ نے کہا آقا! میں کفر کی حالت میں جن مجالس میں بیٹھا کرتا تھا اب ایمان لے آیا ہوں تو ان مجلسوں میں اپنے ایمان کا اعلان بھی کروں گا۔

حضرت عمرؓ بیت اللہ شریف گئے۔ وہاں کفار اور مشرکین کے سردار پہلے سے موجود تھے اور انہیں خبر مل چکی تھی کہ عمرؓ نے محمدؐ کی غلامی کا جوا پہن لیا ہے۔ حضرت عمرؓ طواف سے فارغ ہوئے تو ابوجہل نے پوچھا میں نے سنا ہے تم بے دین ہو گئے ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں! بلکہ اصل دین تو میں نے اب قبول کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔

یہ سنتے ہی مشرکین پر گویا بجلی گر پڑی اور وہ حضرت عمرؓ پر پل پڑے وہ بھی عمرؓ تھے۔ انہوں نے باقی کو تو چھوڑا ان کے سردار عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ لیا اور اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں میں گھسیڑ دیں۔ وہ چیختے چلاتے ہوئے کہنے لگا عمر کو چھوڑ دو ورنہ یہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ اسی دوران عاص بن وائل نے آپؓ کے لیے پناہ کا اعلان کر دیا مگر آپؓ نے اس کی پناہ قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے مسلمانوں پر تو ظلم و ستم جاری رہے مگر وہ کسی کی پناہ میں آ جائیں۔

یہی وہ موقعہ تھا جب عمرؓ یہاں سے واپس دارارقم گئے۔ حضور کو بیت اللہ شریف میں پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کیا اور عرض کی کہ اب خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھنے سے روکنے کی کسی میں جرأت

Marfat.com

نہیں۔ آپؐ سب کے ساتھ چلیں، آج ہم وہیں نماز ادا کریں گے ـــــ سب مسلمان دارارقم سے نکل آئے۔ کفار مکہ دیکھ رہے تھے کہ حضورؐ کے آگے آگے دو شیر حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ چل رہے ہیں۔ اب کسی میں جرأت نہیں تھی کہ وہ ان کا راستہ روکتا ـــــ لہٰذا یہی وہ پہلا موقعہ تھا جب مسلمانوں نے ایک ساتھ حرم کعبہ میں نماز ادا کی اور کفار ان کی طرف دیکھتے ہی رہ گئے۔

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی تاریخ کے بارے میں اختلاف رائے موجود ہے۔ کچھ بزرگوں نے اسے بعثت نبویؐ کے چھٹے برس کا واقعہ قرار دیا ہے لیکن بہت سے بزرگوں کے مطابق آپؓ نے دوسرے سال میں اسلام قبول کیا۔ یہ بزرگ بتاتے ہیں کہ حضورؐ کے چچا جناب حمزہؓ نے حضرت عمرؓ سے صرف تین دن قبل اسلام قبول کیا اور وہ دوسرے سال میں مسلمان ہوئے۔ پھر اس وقت تک صرف 39 افراد اسلام کے حلقۂ رحمت میں آئے تھے اور حضرت عمرؓ کی آمد سے چالیس کا ہندسہ مکمل ہوا۔ ابن ابی خیثمہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کے ساتھ صرف انتالیس افراد ایمان لائے تھے۔ جناب ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے مسلمان کی تعداد چالیس ہوگئی اور اس وقت جبرائیل امینؑ یہ آیت لے کر حاضر ہوئے کہ:

اے نبی کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور وہ مومن جو آپ کی پیروی کرتے ہیں۔

Marfat.com

نماز کی ابتدا

نماز ہر امت پر فرض رہی ہے ــــ کوئی امت ایسی نہیں تھی جسے نماز کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ البتہ ہماری موجودہ نمازوں سے اس کی نوعیت مختلف رہی ہے لیکن امت محمدیہؐ پر بھی ایک دم پانچ نمازیں فرض نہیں کر دی گئیں۔ ان نمازوں کی فرضیت تو بہت بعد میں سفرِ معراج کے دوران ہوئی۔ اس سے پہلے نمازوں کی کیا کیفیت تھی ــــ؟

نبی کریمؐ پر جب باری تعالیٰ کی طرف سے نزول وحی کا آغاز ہوا تو اولین حکم نماز کا تھا لیکن یہ بتانا ضروری تھا کہ نماز کس طرح ادا کی جائے اور دن میں کتنی نمازیں ادا کی جائیں۔ قرآن پاک میں صرف نماز قائم کرنے کا حکم ہے۔ اس کی تفصیلات نہیں دی گئیں۔ اس طرح زکوۃ اور بہت سے دوسرے امور کی بھی تفصیل موجود نہیں لیکن نبی کریمؐ کو آگاہ کرنا ضروری تھا کہ نماز کا طریقہ کیا ہوگا؟ اور یہ طریقہ بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امینؑ کو ذمہ داری سونپی۔ وہ آنحضرتؐ کے پاس تشریف لائے اور آپؐ کو لے کر ایک وادی میں سے گزرے۔ وہاں حضرت جبرائیلؑ نے ایک مقام پر اپنا پر مارا تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ جبرائیل امینؑ نے اس کے پانی سے وضو کیا۔ جس کے بعد آنحضرتؐ سے وضو کرنے کے لیے کہا۔ آپؐ نے جبرائیلؑ کے طریقہ پر وضو کر لیا تو جبرائیل کی امامت میں نماز شروع ہوگئی۔ یہ پہلی نماز تھی جو نبی کریمؐ نے نزول وحی کے بعد ادا کی۔ یہ نماز صرف دو رکعت پر مشتمل تھی۔ آپؐ وضو اور نماز کا طریقہ سیکھ چکے تو بتایا گیا کہ دو رکعتوں پر مشتمل دو نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔ پہلی نماز طلوع آفتاب سے پہلے اور دوسری غروبِ آفتاب سے پہلے۔ لہٰذا حضرت جبرائیلؑ مسلسل دو روز تشریف لاتے رہے اور آپؐ کو نماز اور اوقات نماز کی تعلیم دیتے رہے۔ جب آہستہ آہستہ اسلام پھیلنا شروع ہوا تو دوسرے فرزندانِ اسلام کے لیے بھی یہی دو نمازیں تھیں۔ ابتدا میں کفار مکہ کے خوف سے مسلمان عموماً اپنے گھروں میں ہی نماز ادا کر لیا کرتے تھے یا پھر پہاڑوں وغیرہ میں چھپ کر باقاعدہ جماعت کرائی جاتی۔

نبی محتشمؐ جب سفرِ معراج پر تشریف لے گئے تو وہاں پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ (اس بارے میں تفصیل سفر اسراء اور معراج کے باب میں موجود ہے) بارگاہ الٰہی کی طرف سے تو پانچ نمازوں کی فرضیت سے

Marfat.com

ہی آ گاہ کیا گیا تھا۔ یہ نمازیں کس وقت ادا کی جائیں گی۔ ہر نماز میں کتنی رکعتیں ہوں گی۔ ترتیب کیا ہوگی اور ان رکعتوں میں کیا کچھ پڑھا جائے گا ــــ؟ یہ ایسی باتیں تھیں جن کے بارے میں آ گاہی ضروری تھی۔ آنحضرتؐ سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو حکم ربی کے تحت جبرائیل امینؑ تشریف لے آئے۔ وضو کا طریقہ تو وہ پہلے ہی بتا چکے تھے۔ اب نماز کا طریقہ باقی تھا۔ آپؐ ہر نماز کے وقت آتے اور نبی کریمؐ ان کی اقتدا میں نماز ادا کرتے۔ یہ سلسلہ دو روز تک جاری رہا۔ صرف نبی کریمؐ نے ہی نمازوں کے اوقات اور طریقۂ کار سے واقفیت حاصل نہیں کی بلکہ صحابہ کرامؓ بھی اس سے آ گاہ ہوئے۔ واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہؐ تو جبرائیلؑ کی امامت میں نماز ادا کرتے۔ مگر اللہ کا یہ مقرب فرشتہ صحابہؓ کی نظر سے اوجھل ہوتا تھا لہٰذا صحابہؓ کے امام رسول کریمؐ ہوتے۔ اس طرح تمام صحابہ کرامؓ کو علم ہو گیا کہ نماز کس طرح اور کن اوقات میں ادا کی جائے گی۔

رکعتوں کی ترتیب اس طرح سے تھی کہ صبح (فجر) دو رکعتیں، دوپہر (ظہر) چار رکعتیں، سہ پہر (عصر) چار رکعتیں، غروب آفتاب کے بعد (مغرب) تین رکعتیں۔ شفق غائب ہونے یعنی رات کے وقت پر (عشاء) چار رکعتیں۔ بعد میں جب قصر نماز کے بارے میں سورۃ النساء کی آیت نمبر 101 نازل ہوئی تو مسافروں کے لیے، ظہر اور عشا کی چار چار کی بجائے دو دو رکعتیں کر دی گئیں ــــ لیکن کتنے سفر پر قصر نماز ادا کی جائے گی اس میں مختلف مسالک میں تھوڑا بہت فرق موجود ہے۔

محدثین نے صحابہ کرامؓ سے جو حدیث روایت کی ہے اس کے مطابق نبی کریمؐ کا فرمانا ہے کہ جبرائیلؑ امین نے دو مرتبہ بیت اللہ شریف کے دروازے کے پاس میری امامت کرائی۔ پہلے دن جبرائیلؑ نے جمعے اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ صرف ایک تسمے کے برابر تھا جب ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہو چکا تو مجھے عصر کی نماز پڑھائی۔ مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ عشا کی نماز شفق غائب ہونے پر اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے یعنی صبح صادق کے فوراً بعد نماز ادا کی گئی۔

جبرائیلؑ دوسرے روز آئے۔ جب سایہ ایک مثل کے برابر ہو گیا تو انہوں نے ظہر اور دو مثل ہو چکا تو عصر کی نماز پڑھائی۔ مغرب کی نماز افطار کے وقت اور عشا رات کے پہلے تیسرے حصہ کے گزرنے کے بعد اور فجر صبح کی روشنی پھیلنے پر پڑھائی۔ نمازیں پڑھانے کے بعد جبرائیلؑ میری جانب متوجہ ہوئے اور کہا یا محمدؐ! آپؐ سے پہلے جتنے بھی انبیاء گزرے ہیں ان کی نمازوں کا وقت یہی تھا اور ہر نماز انہی اوقات کے درمیان ہے جن میں مَیں نے آپؐ کو دو روز تک نماز پڑھائی ہے۔

Marfat.com

یہاں ایک غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ تمام امتوں پر پانچ نمازیں ہی فرض کی گئی تھیں حالانکہ مختلف انبیاء پر مختلف نمازیں فرض کی گئیں اور تمام نمازوں کا مجموعہ پانچ نمازیں تھیں۔ جو امت محمدیہ پر فرض کر دی گئیں۔ مثلاً حضرت داؤدؑ پر ظہر اور حضرت سلیمانؑ پر عصر فرض کی گئی تھی۔ امت محمدیہ کی نمازوں کے اوقات وہی تھے جو پہلی امتوں کے لیے تھے۔ یعنی باری تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے نبی کریمؐ کو اول وقت اور آخر وقت سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ سفر معراج تک مسلمان کبھی کبھی بیت اللہ شریف میں بھی نماز ادا کرنے لگے تھے۔ اس لیے حضرت جبرائیلؑ نے یہ نمازیں کعبۃ اللہ کے دروازے کے پاس پڑھائیں۔ جس سے یہ عندیہ بھی ملتا ہے کہ ان نمازوں کی ادائیگی میں بیت اللہ شریف کو ہی قبلہ بنایا گیا تھا۔

Marfat.com

ہجرت حبشہ

رسولؐ کے ساتھیوں اور ان پر زیادتیوں کا بیان ہو اور ہجرت حبشہ کے بارے میں نہ لکھا جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے ___! یہی تو فلسفہ ہجرت پر عمل کی ابتدا تھی۔ درحقیقت جب کفار مکہ کی جانب سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا ہوگئی تو نبی پاکؐ نے مسلمانوں کو حبشہ کی جناب ہجرت کی اجازت دی اور فرمایا:

''اگر تم سرزمین حبشہ کی جانب چلے جاؤ تو وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ وہ سچائی والی سرزمین ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ان آفتوں سے جن میں تم مبتلا ہو کوئی کشادگی کی راہ کھول دے۔''

حضورؐ کی اجازت ملنے کے بعد جو پہلا قافلہ حبشہ کی جانب ہجرت کر گیا۔ اس میں شامل اصحاب گرامیؓ درج ذیل تھے۔

1- حضرت عثمان بن عفانؓ
2- حضرت رقیہؓ (حضرت عثمانؓ کی زوجہ اور بنتِ رسولؐ)
3- حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد
4- حضرت ام سلمہؓ (حضرت ابوسلمہؓ کی زوجہ)
5- حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ
6- حضرت سہلہؓ بنت سہیل (حضرت ابوحذیفہؓ کی زوجہ)
7- حضرت عامرؓ بن ربیعہ
8- حضرت لیلیٰؓ بنت ابوحثمہ (زوجہ حضرت عامرؓ بن ربیعہ)
9- حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف
10- حضرت زبیرؓ بن العوام
11- حضرت مصعبؓ بن عمیر
12- حضرت عثمانؓ بن مظعون
1- حضرت سہلؓ بن بیضاء

Marfat.com

14- حضرت عبداللہؓ بن مسعود

15- حضرت حاطبؓ بن عمرو

16- حضرت ابو ہرہؓ بن ابی رہم

روایات کے مطابق حضرت امِ ایمنؓ بھی اس قافلہ کے ہمراہ تھیں۔

یہ قافلہ رات کو مکہ سے روانہ ہوا تا کہ مشن خفیہ رہ سکے۔ کفار کو معلوم ہوا تو انہوں نے پیچھا کیا اور ساحل سمندر تک گئے مگر انہیں کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ نہ ملا کیونکہ اہل قافلہ ایک کشتی میں بیٹھ کر سمندر میں بہت دور جا چکے تھے۔ قافلہ حبشہ پہنچا تو وہاں اس کا بڑے خلوص کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ دوسری طرف قریش مکہ مشتعل ہو گئے اور مسلمانوں پر ان کی چیرہ دستیوں میں اضافہ ہو گیا۔

پھر ایک غلط اطلاع پر کچھ مسلمان حبشہ سے واپس آ گئے مگر کوئی خوشگوار فضا ان کی منتظر نہیں تھی۔ حضورؐ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے مزید مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ وہ حبشہ ہجرت کر جائیں۔ اس بار جو قافلہ گیا روایات کے مطابق اس میں 83 مسلمان تھے ـــــ لیکن یہ سب کچھ کفار مکہ کی خواہشات اور کوششوں کے برعکس ہو رہا تھا۔ وہ اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے لیکن اسلام باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر طرف پھیل رہا تھا بلکہ اس نے تو مکہ سے باہر بھی اپنے قدم جمانا شروع کر دیے تھے۔ جو مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے ان میں کفار کے وہ عزیز و اقارب بھی تھے جو اسلام کے دامنِ رحمت میں آ چکے تھے۔

کفار نے ایک اور چال چلی اور اپنے ان عزیزوں کی واپسی کے لیے ایک وفد شاہ حبشہ کے پاس بھیجا۔ جس میں ان کے دو ماہر سفارتکار شامل تھے۔ وفد دربار میں حاضری سے پہلے بادشاہ نجاشی کی سلطنت کے عمائدین سے ملا۔ انہیں تحفے تحائف پیش کیے۔ مسلمانوں کو شر پسند قرار دیتے ہوئے انہیں اس طرح شیشے میں اتارا کہ جس طرح یہ ہمارے معبودوں کو نہیں مانتے اور ان کا تمسخر اڑاتے ہیں اسی طرح یہ تمہارے مذہب یعنی نصرانیت کے خلاف بھی محاذ کھڑا کریں گے۔

یہ وفد دربار میں حاضر ہوا۔ تحفے تحائف پیش کرنے کے بعد اپنی آمد کی غرض بیان کی۔ اہل دربار پہلے ہی رام ہو چکے تھے۔ انہوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی مگر نجاشی دور اندیش تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کر لیا تا کہ یکطرفہ فیصلہ نہ کیا جائے۔ قریش کے وفد نے بہت کوشش کی اور درباریوں نے بھی ان کا ساتھ دیا کہ مسلمانوں کو نہ بلایا جائے لیکن نجاشی نے ان کا موقف ماننے سے انکار کر دیا اور دوسرے فریق کی بات سننا بھی ضروری سمجھا۔

مسلمانوں کا وفد دربار میں آیا۔ وہ بادشاہ کے سامنے جھکا نہ سجدہ کیا۔ بادشاہ نے اظہار ناراضی کیا تو

Marfat.com

حضرت جعفرؓ (طیار) بن ابی طالب نے کہا ہم صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب نجاشی نے ان کے دین کے بارے میں سوال کیا تو حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور یوں گویا ہوئے:

اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار خوری کرتے تھے۔ گناہوں کے مرتکب ہوتے اور فحش حرکتوں کا شکار تھے۔ ہم قطع رحمی، پڑوسیوں کی حق تلفی اور ان پر ظلم وستم کرتے۔ زبردست کمزور کو کھا جاتا، ہم اس قسم کی ذلتوں میں مبتلا تھے کہ باری تعالیٰ نے ہم پر ایک کرم فرمایا اور اپنا رسولؐ ہمارے پاس بھیج دیا۔ جس کے نسب، جس کے شرف، جس کی صداقت وامانت اور جس کی پاک دامنی سے ہم خوب واقف ہیں۔ رسولؐ نے ہمیں توحید الٰہی اور معرفت کی طرف بلایا۔ ہمیں باپ دادا سے چلی آرہی بت پرستی سے منع فرمایا۔ رسولؐ نے ہمیں سچ بولنے، امانتیں ادا کرنے، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے حقوق، گناہوں سے بچنے اور فواحش کو ترک کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے ہمیں یتیم کا حق مارنے اور نیک عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا۔ انہوں نے خدائے واحد کی عبادت، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کو ہم پر فرض قرار دیا۔

حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب نے اسلام کے تمام احکامات سے نجاشی کو آگاہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے اس رسولؐ کی تصدیق کی۔ ان پر ایمان لائے، شرک وکفر کو چھوڑ دیا انہوں نے جس چیز کو حلال بتایا ہم نے اسی کو حلال سمجھا اور اس چیز کو حرام سمجھا جس کو انہوں نے حرام بتایا۔ یہ دین حق اختیار کرنے پر ہماری قوم نے ہمیں تکالیف پہنچائیں، ہمیں بہت ستایا تاکہ ہم اس دین کو ترک کر دیں۔ بتوں کو دوبارہ معبود مان لیں اور ان برے کاموں کو حلال جانیں جن کو کفار حلال سمجھتے ہیں۔ آخر ان کا ہمارے اوپر ظلم حد سے بڑھ گیا اور ہمارا وہاں رہنا مشکل کر دیا گیا۔ وہ ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم تمہارے ملک کی طرف آ گئے۔ ہم نے دوسروں کے مقابلے میں تمہیں اور تمہاری پناہ کو پسند کیا۔ اے بادشاہ! ہمیں یہ امید ہے کہ ہم یہاں پر ظلم سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت جعفرؓ کا یہ تاریخی خطبہ ہے۔ جسے سن کر نجاشی یقیناً متاثر ہوا اور اس نے اس کتاب کا کچھ حصہ سننے کی فرمائش کی جو رسول اللہؐ پر نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔ آیات قرآنی کا نور فضا میں بکھرتے ہی نجاشی اور اس کے درباریوں پر بے خودی کا عالم طاری ہو

Marfat.com

گیا۔ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔حتیٰ کہ ان کتابوں کے اوراق تر ہو گئے جو عیسائی عالموں نے اپنے سامنے کھول رکھی تھیں۔

تلاوت ختم ہوئی تو شاہ حبشہ پکار اٹھا۔یہ تو وہی کلام ہے جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ان دونوں کلاموں کا ذکر ایک ہی ہے۔یہ دونوں تو ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔اس نے قریش کے سفیروں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم واپس چلے جاؤ۔میں ان لوگوں کو کسی قیمت پر تمہارے ساتھ روانہ نہیں کر سکتا۔وفد عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ پر مشتمل تھا جو پریشان ہو گئے۔اگلے روز ایک نئی سکیم تیار ہوئی اور انہوں نے نجاشی کے دربار میں جا کر یہ فسانہ گھڑا کہ مسلمان تو حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں ایک سخت بات کہتے ہیں۔

وفد کو یقین تھا کہ بادشاہ اب ان کی بات مان لے گا لیکن دوسری طرف صحابہ کرامؓ جمع ہوئے اور طے پایا کہ ہر بات صاف اور سچی کی جائے۔لہٰذا مسلمان دربار میں پہنچ گئے۔نجاشی نے ان سے استفسار کیا۔ بتاؤ تم عیسیٰؑ بن مریم کی نسبت کیا کہتے ہو۔۔۔؟

نجاشی کا سوال سن کر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے پھر مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کیا۔سوال کے جواب میں وہ گویا ہوئے۔ہمارے نبیؐ پر حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں جو کچھ نازل ہوا ہے وہ یہی ہے کہ آپؑ اللہ کے بندے اس کے رسولؑ اور اس کا کلمہ ہیں جو اس (اللہ) نے حضرت مریمؑ کی طرف ڈالا۔حضرت مریمؑ کنواری، بزرگ اور پارسا تھیں۔۔۔ نجاشی نے یہ سنا تو اس کی آنکھوں میں روشنی سی آ گئی۔اس نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک تنکا اٹھایا اور کہا اللہ کی قسم! تم نے جو کچھ بیان کیا ہے حضرت عیسیٰؑ اس سے اس تنکے سے بھی زیادہ نہیں تھے۔پھر نجاشی نے قریش کے تمام تحائف واپس کر دیئے اور وفد مایوس و نامراد لوٹ گیا۔

اس موقع پر نجاشی نے مسلمانوں سے مختصر خطاب بھی کیا۔اس نے کہا:

میں تمہیں اور جس کے پاس سے تم آئے ہو اسے بھی خوش آمدید کہتا ہوں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسولؐ ہے اور وہ وہی ہے جس کا ذکر انجیل میں ملتا ہے۔اور وہی نبیؐ ہے جس کی بشارت عیسیٰؑ بن مریم نے دی تھی۔تمہارا جہاں دل چاہے بخوشی رہو۔ خدا کی قسم! اگر مجھ پر امور مملکت کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کی قدم بوسی کرتا۔(السیرۃ النبویہ۔ابن کثیر)

اور نجاشی نے رسول اللہؐ کے مکتوبات کا جواب دیا نجاشی نے لکھا:

میں اقرار کرتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے اور تصدیق یاب رسولؐ ہیں۔میں نے آپؐ کے چچازاد بھائی کی بیعت کی لہٰذا ان کے ہاتھوں رب العالمین کے سامنے سر اطاعت

Marfat.com

خم کیا۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں اپنے بیٹے باریحا کو بھیجا ہے۔ میں اپنی ذات کے سوا کسی کا مالک نہیں۔ اگر آپؐ چاہتے ہیں کہ میں آپؐ کے پاس آ جاؤں تو میں آ جاؤں گا۔ کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپؐ جو فرماتے ہیں وہ حق ہے۔

اس دوران ایک شخص نے نجاشی کے خلاف بغاوت کر دی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں بڑا دکھ ہوا اور ہم نجاشی کی کامیابی کی دعائیں مانگتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے حضرت زبیرؓ کو میدان جنگ کا حال جاننے کے لیے بھیجا۔ آپؓ ان سب سے کم عمر تھے۔ آپؓ نے ایک مشک میں ہوا بھر کر دریائے نیل عبور کیا اور دیکھا کہ جنگ میں لشکر اسلام کو فتح حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے واپس آ کر یہ خوشخبری باقی صحابہؓ کو بھی سنائی۔

مدینہ میں اسلام کے غلبہ کے ساتھ مہاجرین حبشہ کی واپسی شروع ہو گئی۔ سب سے آخری گروپ کو حضرت جعفر طیارؓ اس وقت لے کر آئے جب خیبر فتح ہوا۔ یہ گروپ خیبر پہنچا تو نبی کریمؐ نے فرمایا: میں نہیں جانتا مجھے خیبر کی فتح یا جعفرؓ کے آنے کی زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ اس گروپ کے ساتھ نجاشی نے اپنے ایک بھتیجے کو بھی بھیجا تا کہ وہ حضورؐ کی خدمت بجالائے۔

احادیث مبارکہ میں ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو نبی کریمؐ نے صحابہؓ کو خود اس کی اطلاع دی اور فرمایا آج ایک نیک بخت شخص وفات پا گیا ہے۔ اٹھو اور اپنے بھائی صحمہ (نجاشی) کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ اس موقعہ پر حضورؐ نے دعائے مغفرت بھی فرمائی۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لوگ بتاتے ہیں نجاشی کی وفات کے بعد اس کی قبر سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

یہاں حبشہ ہجرت کرنے والے ایک شخص کے افسوس ناک انجام کا ذکر کر دینا بھی مناسب ہو گا۔ جو عیسائی پادریوں کے کروفر سے مرعوب ہو کر مرتد ہو گیا۔ یہ عبیداللہ بن جحش تھا۔ عبیداللہ کی اہلیہ حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں۔ جن کو حبشہ ہی میں ام المومنینؓ بننے کا اعزاز حاصل ہو گیا اور وہ حضرت جعفر طیارؓ کے ساتھ واپس آئیں۔ اس معزز اور محترم خاتون کے لیے یہ باری تعالیٰ کا انعام تھا۔

Marfat.com

کفار مکہ کے تین سوال

کفار مکہ نے ایک بڑا تیر مارا۔ وہ بڑے خوش تھے کہ اب نبی کریمؐ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ ان کے پاس تین سوال آ گئے تھے جو یہودیوں نے انہیں دیئے تھے اور بتایا کہ اگر آپؐ ان سوالوں کے جواب نہ دے سکیں تو یقین کر لیں کہ وہ نبی نہیں ہیں کیونکہ یہودیوں کی کتب میں یہی لکھا تھا۔

ہوا یوں کہ جب نبی کریمؐ کا پیغام پھیلنے لگا اور لوگ بھی اس سے متاثر ہونے لگے تو کفار مکہ کو بڑی تشویش ہوئی۔ انہوں نے آپؐ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچا کر دیکھ لیں، ایذا رسانی کے اس عمل میں آپؐ کے حقیقی چچا ابولہب اور اس کی بیوی پیش پیش تھی۔ ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی جس کا اصل نام اروی بنت حرب بن امیہ تھا۔ یہاں تک کہ میلوں اور اجتماعات میں بھی یہ لوگ آنحضرتؐ کا پیچھا کرتے۔ اذیت پہنچانے کا کوئی ایسا طریقہ نہ تھا جو روا نہ رکھا گیا۔ اس میں بھی ناکامی کے بعد مشرکین سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ نضر بن حارث کی تجویز پر دو رکنی وفد یثرب بھیجا گیا۔ وفد میں نضر کے ساتھ عقبہ بن معیط تھا۔ وفد یہودی علماء سے اس کا کوئی حل معلوم کرنے گیا تھا۔ طویل سفر طے کر کے یہ لوگ کئی دن بعد یثرب پہنچے اور یہودی علماء سے مل کر اپنی پریشانی بتائی۔ وفد نے ان علماء سے کہا ہمیں کوئی ایسی ترکیب بتائیں جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ نبی سچا ہے یا نہیں۔ ان علماء نے آنحضرتؐ کے بارے میں کئی ایک سوالات کیے۔ ان کے حالات معلوم کیے اور پھر وفد کو اس کا حل بتایا۔ انہوں نے کہا ہم تمہیں تین سوال بتاتے ہیں اگر وہ ان کے درست جواب دے دیں تو سچے ہیں ساتھ ہی انہوں نے جواب بھی بتا دیئے۔

پہلا سوال ان نوجوانوں کے بارے میں تھا جنہوں نے ایک ظالم اور کافر بادشاہ کے خوف سے اپنا وطن چھوڑ دیا تا کہ یہ بادشاہ انہیں مرتد ہونے پر مجبور نہ کر دے۔ دوسرا تھا کہ اس شخص کے بارے میں بتائیں جس نے مشرقین اور مغربین تک کا سفر کیا اور تیسرا سوال روح کی حقیقت کے بارے میں تھا۔

سوالات لے کر یہ دونوں مکہ واپس آ گئے اور اپنی قوم کو بتایا ہم جو کچھ لے کر آئے ہیں اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ان کا نبوت کا دعویٰ سچا ہے یا نہیں۔ انہوں نے ان تینوں سوالات کے بارے میں بتایا چنانچہ آپؐ کا امتحان لینے کے لیے وہ سب آپؐ کے پاس گئے اور مذکورہ سوالات کے جواب مانگے۔ آپؐ نے وحی آنے

Marfat.com

تک مہلت طلب کی مگر روایات ہیں کہ وحی آنے میں کافی دن لگ گئے۔ یہ روایات تین سے پندرہ دن ہیں۔ بہرحال! ایک دن حضرت جبرائیلؑ سورۃ کہف لے کر حاضر ہوئے جس میں ان تین سوالوں کے جواب تھے۔ اسی دوران کفار مکہ کئی بار آ چکے تھے اور خوش ہو رہے تھے کہ وحی نہیں آ رہی ہے لیکن وحی آنے پر آپؐ نے انہیں سورۃ پڑھ کر سنا دی جس سے ان کو جوابات مل گئے کہ وہ نوجوان اصحاب کہف وہ سیاح ذوالقرنین اور روح امر الٰہی ہے اس سے زیادہ کچھ جاننا انسانی عقل سے ماورا ہے۔

مشرکین یہ جواب سن کر چلے گئے مگر پھر بھی ہدایت حاصل نہ کر سکے کیونکہ ہدایت ایسی نعمت تو اسی کے نصیب میں ہوتی ہے جسے باری تعالیٰ دینا چاہتا ہے۔

مشرکین اور یہود کے ان سوالوں کے بارے میں قرآن کریم کے حوالے سے کچھ روشنی ڈالنے سے پہلے یہ ذکر ضروری ہے کہ اس سورۃ کی رو سے باری تعالیٰ نے انشااللہ کہنے کا حکم دیا ہے۔ آیت میں ہے کہ ''کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں کل یہ کام کر دوں گا۔ (تم کچھ نہیں کر سکتے) الا یہ کہ اللہ چاہے۔ اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو امید ہے میرا رب اس معاملے میں رشد سے قریب تر بات کی طرف میری رہنمائی فرما دے گا۔

اب اصحاب کہف کی طرف آتے ہیں۔ یہ کون لوگ تھے۔ جو غار میں موجود تھے اور یہ کتنا عرصہ وہاں رہے۔ قرآن میں تین سو سال اور مزید نو سال کا بھی ذکر ہے۔ مفسرین نے اس سے سن عیسوی کے تین سو اور سن ہجری کے تین سو نو سال مراد لیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے مطابق یہ اللہ کا قول نہیں بلکہ لوگوں کے قول کی حکایت ہے (تفہیم القرآن) لیکن اس بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اصحاب کہف وہ نوجوان تھے جو بت پرست اور ظالم بادشاہ کے ڈر سے ایک غار میں جا چھپے تھے تاکہ انہیں دوبارہ کافر بننے پر مجبور یا سنگسار نہ کر دیا جائے۔ وہ توحید پرست تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کو اللہ نہ پکاریں گے۔ وہ نوجوان مال و اسباب اور سامان خورونوش کی پروا کیے بغیر غار میں جا چھپے۔ ان کے ساتھ ان کا کتا بھی تھا۔ یہ نوجوان جس بادشاہ کے ظلم سے خوفزدہ ہو کر غار میں پناہ گزیں ہوئے مفسرین کے مطابق اس کا نام دقیانوس، دقیوس یا ڈیسئس (Decius) تھا جس نے دین مسیح کے پیروکاروں پر ظلم کی انتہا کر دی۔ اس کا شہر بت پرستی کا بہت بڑا مرکز تھا جہاں ڈائنا دیوی کی پوجا ہوتی تھی۔ افسس یا افسوس شہر کا نام تھا۔ اس شہر کا نام مغربی محقق بھی ملتا جلتا ہی بتاتے ہیں جو ایشیائے کوچک کے ساحل پر

Marfat.com

ایک بڑی رومی بندرگاہ تھا۔ اس کے کھنڈرابھی تک موجود ہیں جو ترکی کے شہر ازمیر (سمرنا) سے قریباً 25 میل جنوب کی جانب ہیں اور ماہرین آثار قدیمہ نے یہاں کی پہاڑیوں میں سات قبریں دریافت کرنے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔

سیکڑوں سال بعد یہ اللہ کی قدرت سے خوابیدگی سے بیدار ہوئے تو ڈرتے ڈرتے اپنے ایک ساتھی کو کھانا لینے شہر بھیجا۔ انہیں علم نہیں تھا کہ یہ طویل عرصہ تک سوتے رہے ہیں۔ اس دوران رومی عیسائیت قبول کر چکے تھے اور قیصر تھیوڈوسیس کی حکمرانی تھی لیکن دنیا ان کے حال سے بے خبر رہی اور باری تعالیٰ نے ایسا انتظام کر دیا کہ کوئی ان کے بارے میں آگاہ نہ ہو سکے۔

یہ نوجوان قدیم دور کے لباس میں قدیم سکہ لیے بازار پہنچ گیا اور لوگوں کے لیے تماشا بن گیا۔ اس دور میں سکے بدل چکے تھے مگر اس نے دکاندار کو وہی قدیم سکہ پیش کیا جس پر وہ بڑا حیران ہوا۔ آخر کار اسے حاکم کے پاس لے جایا گیا۔ اس سے سوال و جواب ہوئے تو عقدہ کھلا کہ یہ تو پرانے دور کا مسیحی ہے لہٰذا مسیحیوں کی بڑی تعداد اور حکام اس کے ساتھ غار تک گئے۔ وہاں موجود دوسرے نوجوان اگرچہ ڈر گئے تاہم انہیں معلوم ہوا کہ یہ ان کے مسیحی بھائی ہیں تو نوجوانوں نے انہیں سلام کیا اور لیٹ گئے۔ اسی دوران وہ ابدی نیند سو گئے۔

ان نوجوانوں کے بارے میں لکھنے کے لیے بہت کچھ ہے مگر یہاں طوالت کی گنجائش نہیں۔ اب ہم ذوالقرنین کے قصے کی طرف آتے ہیں۔ جو سورج ڈوبنے کی جگہ گیا جہاں گدلے پانی کے سمندر میں سورج غروب ہو جاتا تھا اس نے یہاں کا علاقہ فتح کیا۔ پھر سورج نکلنے کی جگہ پر گیا۔ پھر دو رکاوٹوں کے درمیان پہنچا اور یہاں کے لوگوں کی درخواست پر انہیں یاجوج ماجوج کے ظلم سے بچانے کے لیے آہنی دیوار قائم کی۔ یاجوج ماجوج کے بارے میں محققین کا کہنا ہے کہ یہ شمالی چین کے منگول، تاتاری اور ہن قبائل ہیں جو متمدن ممالک پر حملے کر کے انہیں پریشان کرتے رہتے تھے۔ ان لوگوں کے مطابق دربند اور داریال کی تعمیرات غالباً یہی دیوار ہے۔ مفسرین نے ذوالقرنین کے حوالے سے سکندر اعظم اور ایران کے خورس یا کیخسرو کا نام لیا ہے مگر ذوالقرنین کی فتوحات اور علامات کے حوالے سے یہ دونوں نام مشکوک ہو جاتے ہیں۔ ذوالقرنین دو سینگوں والے کو کہتے ہیں یا پھر دولتوں والے کو بھی کہا جا سکتا ہے۔ حال ہی میں ایک سعودی ریسرچ سکالر حمدی بن حمزہ کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں اس نے ثابت کیا ہے کہ ذوالقرنین دراصل فرعون موسیٰ ایمن ہوتپ سوئم کا بیٹا اخناتین تھا۔ اس بارے میں کچھ تفصیل اس کتاب کے حصہ اول میں دی جا چکی ہے۔ جناب حمدی کا یہاں تک کہنا ہے کہ

Marfat.com

م امریکہ کولمبس نے نہیں بلکہ ذوالقرنین نے دریافت کیا۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ براعظم
میں ایسی تعمیرات دریافت ہوئی ہیں جو فرعونوں کے دور کے مصر میں تھیں اور یہ تعمیرات مصریوں کے سوا کسی
نہیں جب کہ کولمبس کی دریافت کے وقت وہاں کچھ مسلمانوں کی موجودگی بھی اس کا ثبوت ہے۔

تیسرا معاملہ روح ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہے اور نہ کچھ کہا جا سکتا ہے کیونکہ
تعالیٰ نے روح کو خود اپنا امر قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس کی حقیقت بھی وہی جانتا ہے۔ انسان اس حوالے سے
ں ہیں۔

Marfat.com

تین مشرکوں کا چھپ کر قرآن سننا

قرآن پاک کی تلاوت اور نبی کریمؐ کی دلکش اور خوبصورت آواز ہو تو پھر کون ہوگا جو اسے سننے کے لیے ٹھہر نہ جائے بلکہ بار بار سننے پر مجبور نہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے بدترین دشمن بھی کھنچے چلے آتے۔ ابو جہل ہو، ابو سفیان ہو یا کوئی اور اگر چہ وہ آپؐ کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے تھے مگر چوری چھپے قرآن سننے ضرور آتے تھے۔ ابن ہشام نے اسی حوالے سے ایک ایسا واقعہ بیان کیا ہے جسے بظاہر عقل تسلیم نہیں کرتی۔ خصوصاً کفار کی عقل تو بالکل تسلیم نہیں کرے گی مگر یہ سچ ہے اور یہی قرآن اور نبی کریمؐ کا اعجاز ہے۔

رات کو جب تنہائی میسر آتی تو نبی کریمؐ قرآن کی تلاوت شروع کر دیا کرتے جسے سن کر اردگرد کی ہر چیز مسحور ہو جاتی۔ ایسا ہی ایک وقت تھا کہ ابو سفیان آیا اور ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ اس کی تمام تر توجہ قرآن پاک سننے پر تھی۔ اس طرح ابو جہل بھی رات کی تاریکی میں آیا اور ابو سفیان کی طرح ایک دوسرے کونے میں دبک گیا۔ پھر ایک اور کٹر کافر اخنس بن شریق نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہ تینوں رات بھر تلاوت سنتے رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ کوئی اور وہاں موجود نہیں۔ صبح صادق کا وقت ہوا تو تلاوت مکمل ہوئی اور یہ لوگ بھی اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر گھروں کو چل پڑے لیکن تینوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئے۔ تینوں ایک دوسرے کو ملامت اور منع کرنے لگے کہ آئندہ ایسا نہ کریں ورنہ عام لوگوں پر اس کا اور ہی اثر ہوگا۔

اگلی رات آئی۔ تلاوت شروع ہوئی تو ان میں سے کوئی بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہ سکا تینوں پھر نکل کھڑے ہوئے۔ اور انہی کونوں میں جا بیٹھے۔ وہ تلاوت کے سرور میں ڈوب گئے اور صبح صادق تک انہیں کوئی ہوش نہیں تھا۔ وہ واپس ہوئے تو پھر وہی ماجرا سامنے تھا یعنی تینوں پھر یکجا ہو گئے اور ایک دوسرے پر لعن طعن کرنے لگے۔ ایک بار پھر وعدے وعید ہوئے کہ آئندہ یہ غلطی نہیں کریں گے۔

پھر تیسری رات آئی۔ تاریکی گہری ہو گئی تو تینوں دشمنان اسلام کے لیے گھروں میں بیٹھنا مشکل تھا۔ تیسری شب کی صبح ہوئی تو وہ نظریں بچا کر گھروں کو روانہ ہوئے مگر حکم ربی تھا لہٰذا پھر ان کا سامنا ہو گیا۔ اب ان کی شرمندگی اور خجالت کی انتہا نہیں تھی۔ ان کی آنکھیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں مگر آج انہوں نے پکا عہد کیا کہ آئندہ نہیں آئیں گے۔

سورج نکلا تو اخنس بن شریق نے لاٹھی پکڑی اور ابو سفیان کے گھر پہنچ گیا۔ وہ کہنے لگا اے ابو حنظلہ

Marfat.com

(ابوسفیان کی کنیت) تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کلام سنا۔اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ابوسفیان نے جواب دیا اے ابو ثعلبہ (اخنس کی کنیت) جو کچھ میں نے سنا اس میں سے کچھ کا مطلب مجھے معلوم ہے لیکن کچھ کے بارے میں مجھے معلوم نہیں۔اخنس نے کہا میرا بھی یہی حال ہے۔

یہاں سے اخنس ابوجہل کے گھر گیا۔اور اس سے بھی کلام اللہ کے بارے میں رائے معلوم کی۔ ابوجہل بولا میں نے خاک سنا۔۔۔؟ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور بنو عبد مناف میں سرداری کا جھگڑا ہے۔اس عزوشرف کے حصول کے لیے انہوں نے دسترخوان وسیع کرتے ہوئے ہر غریب کو کھانا کھلایا۔ہم نے ان پر بازی لے جانے کی کوشش کی اور ہر غریب مسکین کی دعوت کی۔انہوں نے لوگوں کا بوجھ اٹھایا اور فیاضی کا مظاہرہ کیا۔ہم نے بھی سخاوت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ہم ایک دوسرے کے مقابلے میں آ جانے والے دو گھوڑوں کی طرح ہوگئے مگر ان میں سے ایک شخص نے اچانک نبوت کا اعلان کر دیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔اب ہمارے لیے اس قسم کا دعویٰ کرنا ممکن نہیں تھا لہٰذا ہم اس پر ایمان لائیں گے اور نہ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

ابوجہل غصے میں بھرا ہوا دعوے کرنے لگا اور اول فول بکنے لگا۔اخنس وہاں سے چلا گیا لیکن ابوجہل کی اسلام دشمنی اور رسولؐ دشمنی کی اصل وجہ کا پتہ چل گیا۔وہ قرآن سے متاثر تھا۔آنحضرت کی آواز کے سحر میں کھو جاتا تھا۔وہ قرآن کے دلائل سنتا تھا۔ان دلائل کا اس کے پاس کوئی جواب بھی نہیں تھا۔یہ محض قبائلی عصبیت تھی جس نے اس پڑھے لکھے شخص کو اسلام کی روشنی دل میں اتار لینے سے روک رکھا تھا۔اگر عصبیت کا معاملہ نہ ہوتا تو عین ممکن تھا کہ ابوجہل بدر کے میدان میں حرام موت مرنے کی بجائے شہید ہونا پسند کرتا لیکن یہ تو نصیبوں اور مقدر کی بات ہے۔ہدایت دینا اللہ کا کام ہے اور باری تعالیٰ نے اس دشمن اسلام کے لیے ہدایت کا خانہ خالی رکھا ہوا تھا۔لہٰذا یہ حالت کفر میں اس طرح مرا کہ بدر میں کسی نامور مجاہد نے نہیں بلکہ دو لڑکوں نے اس کی رگِ حیات کو کاٹ دیا۔اور یہ بھی اس گڑھے میں پڑا ہوا تھا جس میں دوسرے مشرکین کی لاشیں تھیں۔

یہاں ان چند دشمنان دین کے بارے میں بیان بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔جن کے ذہنوں میں اگرچہ تعصب بھرا ہوا تھا مگر قرآن پاک اور نبی کریمؐ کے بارے میں ان کے خیالات سے علم ہوتا ہے کہ وہ آپؐ کے پیغام کی حقانیت کے قائل تھے مگر اک ضد، اکڑ اور غرور تھا جو انہیں اس کی طرف نہیں آنے دے رہا تھا۔یہ اللہ کا فیصلہ تھا کہ کفر کی حالت میں مرنا اور ہمیشہ کے لیے آگ میں جلنا ان کا انجام ہے۔ان میں نضر بن حارث اور ولید بن مغیرہ مشرکین مکہ کے سردار تھے۔نضر کے دشمن اسلام ہونے کا اس سے اندازہ لگالیں کہ اس نے ایرانی بادشاہوں اور پہلوانوں کی کہانیاں ازبر کر لی تھیں۔جب آنحضرتؐ کہیں خطاب فرماتے تو وہ بھی

Marfat.com

پہنچ جاتا اور آپ کے بعد دلچسپ انداز میں کہانیاں سنا کر داد وصول کرتا۔ ایک بار ابو جہل نے آپ کو تیر کا بنانا چاہا مگر باری تعالیٰ نے اس کی یہ سازش ناکام بنادی۔ ابو جہل جس محفل میں اپنی ناکامی کی داستان سنا وہیں نضر بن حارث بھی تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور سچی بات اس کے منہ سے نکل ہی گئی۔ اس نے کہا محمدؐ جب نوج تھا تو سچا، دیانتدار اور امین تھا، تمہاری آنکھوں کا تارا تھا۔ آج وہ تمہارے پاس ایک پیغام لایا ہے تو تم جادوگر کہتے ہو، کاہن کہتے ہوں، شاعر کہتے ہو، مجنون کہتے ہو، ہم جادو، کہانت، شاعری اور جنون سے خ واقف ہیں۔ اے قریش! تم ایک بڑی مشکل صورتحال سے دوچار ہو۔ وہ ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔

اس طرح حج کا موسم آنے پر قریشی سردار ولید بن مغیرہ کے ہاں جمع تھے تاکہ انتظامات جائیں۔ ولید نے حاضرین کی توجہ نبی کریمؐ کی طرف دلاتے ہوئے ایک متفقہ جواب تیار کرنے کی تجویز یہاں بھی لوگوں کی آرا پر اس نے کہا ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے وہ کاہن نہیں، جنون کی بھی ان میں کوئی نہیں، ہم خود اہل زبان ہیں اور ہمیں علم ہے کہ وہ شاعر بھی نہیں۔ ساحر کی رائے بھی حقیقت کے منافی ہے کلام وہ سناتے ہیں اس میں ایک عجیب قسم کی شیرینی ہے۔ وہ ایسا سرسبز درخت ہے جس سے پکے پھلوں کئی ٹہنیاں پھوٹتی ہیں لہٰذا اس پر اتفاق ہوا کہ آپ کو ساحر قرار دیا جائے۔ قریش نے ایسا ہی کیا اور ہر ایک ''ساحر'' کے پیغام سے آگاہ کیا اور اس طرح باری تعالیٰ نے آپ کا یہ پیغام تمام عرب میں پھیلا دیا۔ المدثر میں اسی ولید بن مغیرہ پر پھٹکار ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

حضورؐ کی رکانہ پہلوان سے کشتی

مکہ میں رکانہ نام کا ایک شخص بڑا شہ زور تھا۔ اسے اپنے روزِ بازو اور کشتی کے داؤ پیچ پر بڑا ناز تھا۔ مکہ والوں کا خیال تھا کہ اس کا مقابلہ کرنا اور اسے پچھاڑ دینا ممکن نہیں۔ یہ قریش سے ہی نہیں خود نبی کریمؐ کے قبیلہ بنو ہاشم سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ چرواہا تھا اور کوہ ''اضم'' کے دامن میں سرسبز و شاداب وادی میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ وہ چونکہ مار دھاڑ کرنے والا تھا اس لیے کوئی اس طرف نہیں جاتا تھا کہ مبادا رکانہ سے سامنا ہو جائے اور معلوم نہیں پھر کیا حشر ہو۔

ایک دن ایسا ہوا کہ نبی کریمؐ اس علاقے میں گھوم رہے تھے کہ وہیں رکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ رکانہ کا خیال تھا کہ آپؐ اس سے ڈر کر وہاں سے چلے جائیں گے جب ایسا نہ ہوا تو رکانہ آپؐ سے گویا ہوا:

''اے محمدؐ آپ ہی ہیں جو ہمارے لات و عزیٰ کو گالیاں دیتے ہیں، ہمارے معبودوں کے مقابلے میں اپنے خدا کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ میرا آپؐ کے ساتھ خاندانی رشتہ نہ ہوتا تو آج آپؐ کو زندہ نہ چھوڑتا''۔

آپؐ کو بھی موقعہ مل گیا۔ آپؐ نے کہا اے رکانہ! میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں اور تمہیں اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ رکانہ نے جواب دیا کہ آپؐ کی دعوت کو حق سمجھتا تو اسے ضرور قبول کر لیتا۔ لہٰذا طے یہ ہوا کہ نبی کریمؐ رکانہ کے ساتھ کشتی کریں گے۔ اگر آپؐ نے اسے پچھاڑ دیا تو وہ آپؐ کی دعوت کو قبول کر لے گا۔ رکانہ نے کہاں ہاں! آپؐ اپنے خدا کو پکاریں، میں اپنے خداؤں کو پکاروں گا۔ اس نے کہا آپؐ نے مجھے ہرا دیا تو میں آپؐ کو دس بکریاں دوں گا۔ بعض روایات کے مطابق اس نے سو بکریوں کا وعدہ کیا۔

رکانہ بڑے غرور کے ساتھ آگے بڑھا تاکہ ایک ہاتھ مارے اور آپؐ کو نیچے گرا دے۔ مگر وہاں کیا ہوا۔۔۔؟ سرکارِ دو عالمؐ نے اس کا ہاتھ پکڑا، اسے اپنے پنجے میں لیا اور بھینچا تو وہ درد سے بلبلا اٹھا۔ حضور اکرمؐ نے اسے جھٹکا دیا تو رکانہ چاروں شانے چت ہو گیا۔ وہ حیرت زدہ زمین سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سمجھا شاید بے خیالی میں ایسا ہو گیا۔ ورنہ وہ تو ایسا پہلوان تھا کہ کھال اپنے پاؤں تلے لیتا اس پر کھڑا ہو جاتا اور دوسرے پہلوانوں سے کہتا کہ اسے میرے نیچے سے کھینچو۔ پہلوان لاکھ کوشش کرتے، کھال پھٹ جاتی مگر وہ اسے رکانہ کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکال سکتے۔ ایسا پہلوان کیسے سوچ سکتا تھا کہ محمدؐ اسے پچھاڑ دیں گے۔

Marfat.com

زمین سے اٹھتے ہی اس نے ایک بار پھر کشتی کی دعوت دی لیکن دوسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔تو وہ پریشان ہو گیا۔اب وہ رسول اللہؐ کو ہرانے کی خواہش میں تیسری بار کشتی لڑنے پر آمادہ تھا۔دونوں پھر مقابل آئے لیکن اس قادر مطلق اللہ تعالیٰ کے سامنے رکانہ کے بے جان معبودوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔وہ بے بس اور مجبور محض رکانہ کی کیا مدد کر سکتے تھے۔رکانہ کی کیا مجال تھی کہ وہ اللہ کے نبی کو پچھاڑ سکتا۔تیسری بار بھی وہ چاروں شانے چت تھا۔وہ حیران حیران سا اٹھا اور کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپؐ نے میرے جیسے پہلوان کو پچھاڑ دیا۔وہ کہنے لگا یہ آپؐ نہیں بلکہ آپؐ کے رب نے کیا ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہے۔دوسری طرف میرے معبودوں نے میری کوئی مدد نہیں کی۔اس نے تین دفعہ شکست پر آپؐ کو بکریاں پیش کر دیں مگر آپؐ نے کہا مجھے تمہاری بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں۔میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ اس میں تمہاری سلامتی ہے اور تم دوزخ کی آگ سے بھی بچ جاؤ گے۔

رکانہ نے محض پچھاڑے جانے پر اسلام لانے سے انکار کر دیا اور نبی کریمؐ سے ان کی صداقت کی کوئی نشانی طلب کی تاکہ وہ اسلام لانے پر غور کر سکے۔آنحضرتؐ نے فرمایا میں ابھی تمہاری خواہش پوری کر دیتا ہوں اور وہ سامنے موجود درخت کو بلاتا ہوں۔اس نے تعجب سے کہا بلایئے۔حضورؐ نے درخت کو اشارہ کیا تو وہ جڑوں سے اکھڑ کر چلتا ہوا بارگاہ رسالتؐ میں آن حاضر ہوا۔رکانہ بولا اب اسے حکم دیں کہ وہ واپس اپنی جگہ جائے اور پہلی حالت میں آجائے۔آپؐ نے حکم دیا، درخت واپس اپنی جگہ چلا گیا۔ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنی جڑوں سے اکھڑا ہی نہیں۔

یہ پہلوان پھر نہیں مانا اور بکریاں دینے پر اصرار کیا۔ڈاکٹر حمید اللہ نے رسول کریمؐ کی سیاسی زندگی میں لکھا ہے کہ وہ اتنے بڑے نقصان پر رونے لگا۔جس پر آپؐ نے اس کی بکریاں واپس کر دیں۔تاہم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ اس نے آنحضرتؐ سے متاثر ہو کر کہا:

> ''اے محمدؐ! آج سے پہلے کسی نے مجھے نہیں پچھاڑا تھا اور آپؐ سے زیادہ کوئی شخص مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اس کے رسول ہیں''۔

اس کی شکست پر ابن ہشام لکھتے ہیں کہ رکانہ پہلوان دامن جھاڑتا ہوا وہاں سے اٹھا۔شرمندگی سے اس کا سر جھکا ہوا تھا۔وہ سیدھا اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا اپنے صاحب کے جادو کے بل پر تم اہل زمین پر غالب آسکتے ہو میں نے آج تک ایسا زبردست جادوگر نہیں دیکھا۔

ایک طرف آپؐ اور رکانہ کا معاملہ چل رہا تھا۔دوسری جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ

Marfat.com

پریشان تھے۔ وہ آپؐ کو تلاش کرتے ہوئے وادی اضم کی طرف آ گئے۔ اس وقت آپؐ رکانہ کو شکست دے کر وادی سے باہر آ رہے تھے۔ آپؐ کو دیکھا تو ان کو تسلی ہوگئی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ تو رکانہ کی وادی ہے وہ سخت متعصب اور آپؐ کا دشمن ہے۔ وہ آپ کو دیکھ لیتا تو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔ آپؐ تنہا اس جانب تشریف نہ لایا کریں۔ رسول اللہؐ یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا آج رکانہ سے صرف سامنا ہی نہیں ہوا باتیں اور کشتی بھی ہوئی اور ہم نے اس کو تین بار شکست دی۔ یہ سن کر شیخینؓ کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہیں رہی۔

مکہ مکرمہ میں ایک مسجد کا نام مسجد شجر ہے۔ اس جگہ کے ساتھ درخت کے اکھڑ کر آنے اور نبی کریمؐ کو سلام کرنے کی روایت بتائی جاتی ہے۔ غالباً وہی جگہ ہے جہاں رکانہ کو معجزہ دکھانے کے لیے درخت نبی کریمؐ کے حضور پیش ہو گیا تھا۔ بعد میں اس جگہ مسجد بنا دی گئی لیکن نباتات کے بارے میں یہ کوئی واحد واقعہ نہیں۔ سیرت کی کتابوں میں اس طرح کے اور واقعات بھی ملتے ہیں۔ ان کتب میں لکھا ہے کہ تاجدارِ کائناتؐ جب کسی درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ تعظیماً جھک جاتا اور آپؐ کو سلام پیش کرتا اور یہ معجزے بعثت کے بعد ہی نہیں پہلے بھی جاری تھے۔

Marfat.com

سفر اسراء و معراج

بیت اللہ شریف کا باب عبدالعزیز اب دوبارہ تعمیر ہو رہا ہے اور وہ جگہ باب عبدالعزیز کے اندر ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سفر اسراء و معراج کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں جناب ابو طالب کی صاحبزادی اور حضرت علیؑ کی ہمشیرہ ام ہانی کا گھر تھا۔ آپؐ اسی جگہ سوئے ہوئے تھے جب فرشتہ آیا اور آپؐ کو لے کر روانہ ہو گیا۔

اس جگہ کے بالکل سامنے اللہ کا عظمتوں اور برکتوں والا گھر پورے جاہ و جلال کے ساتھ موجود ہے۔ آج بھی ہے اور اس وقت بھی تھا۔ فرق اتنا ہے کہ اس وقت یہاں بت رکھے ہوئے تھے۔ مگر آج یہ توحید پرستوں کا مرکز ہے۔ اس وقت یہاں کفار بھی ہوتے تھے مگر آج کسی کافر کی مجال نہیں کہ اس مقام کے قریب بھی پھٹک سکے۔ اب یہاں صرف فرزندان اسلام ہی ہیں۔

محمد عربیؐ ۔۔۔ انبیاء اور رسولوںؑ کے سردار ۔۔۔ جنہوں نے سفر معراج کے دوران بیت المقدس میں نماز کی امامت فرمائی ۔۔۔ اور مقتدی کون تھے ۔۔۔؟

حضرت آدمؑ سے لے کر حضورؐ سے پہلے تک آنے والے تمام انبیاء و رسل ۔۔۔ جو مختلف ادوار میں اللہ کا پیغام لے کر آئے ۔۔۔ نبیوں اور رسولوںؑ کی پوری جماعت تھی ۔۔۔ سب صف باندھے کھڑے منتظر ہیں کہ امامت کون کرائے گا ۔۔۔؟

اور امامت کا اعزاز کس کو ملا ۔۔۔؟ سرور کونینؐ ختم المرسلینؐ حضرت محمدؐ کو ۔۔۔ اللہ نے یہ بات بتا دی کہ علم و فضل اور مرتبہ میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں اور تمام امتوں کے سردار بھی وہی ہیں۔ عین آپؐ کے پیچھے حضرت ابراہیمؑ تھے جنہوں نے اقامت کہی۔

واقعہ معراج پر دنیا حیرت زدہ ہے مگر آج کی سائنس تصدیق کرتی ہے کہ وقت کی گردشوں اور جنبشوں کے تحت یہ سفر ممکن ہے۔

محمد حسین ہیکل ''حیات محمدؐ'' میں لکھتے ہیں:

اس شب آپؐ اپنی ایک عم زاد ہمشیرہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ ان بی بی کا نام ہندہ اور کنیت ام ہانی تھی۔ ام ہانی فرماتی ہیں کہ نماز عشاء کے بعد آپؐ سو گئے اور ہم لوگ بھی استراحت کرنے لگے ۔۔۔ فجر کا وقت

Marfat.com

ہوا تو آپؐ نے ہم سب کو بیدار کیا اور سب نے ایک ساتھ نماز ادا کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے ام ہانی! میں نے عشا کی نماز اس گھر میں آپ لوگوں کے ساتھ ادا کی تھی۔ مگر اس کے بعد میں بیت المقدس پہنچا اور وہاں بھی نماز ادا کی۔ وہاں سے واپس آ کر تم لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز میں شریک ہوا ہوں۔ جو ابھی ادا کی گئی ہے۔

ام ہانی نے عرض کیا خدا کے لیے اس کا ذکر کسی سے نہ فرمایئے گا۔ لوگ آپؐ کو دروغ گو کہہ کر تکلیف پہنچائیں گے۔

آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم میں لوگوں سے اس کا تذکرہ ضرور کروں گا۔

لیکن بہت سے اہل سیر نے آپؐ کے سفر معراج پر حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ام ہانی کے گھر سے جانے کو غلط قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ سفر حرم کعبہ سے شروع ہوا۔ رفیق ڈوگر ''الامین'' کی جلد اول کے حواشی میں لکھتے ہیں۔

''ام ہانی سے منسوب یہ روایت درست نہیں۔ یہ روایت کلبی کے حوالے سے تحریر کی گئی ہیں اور کلبی کو محدثین نے دروغ گو اور حد درجہ لغو (غریب و منکر باتیں کرنے والا) قرار دیا ہے۔ دوسرے اس لیے بھی کہ ام ہانی تو اس وقت تک مسلمان ہی نہیں ہوئی تھیں۔ وہ تو فتح مکہ کے بعد اسلام لائی تھیں اور ان کا خاوند ہیرہ فتح مکہ کے بعد نجران بھاگ گیا تھا۔ وہ کبھی مسلمان نہیں ہوا۔ اس لیے اس روز حضورؐ کا ان کے گھر پر ان کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنا کیسے ممکن تھا۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں خود فرماتے ہیں کہ ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔''

جہاں اس ذات ربانی کا فرمان آ جائے وہاں نہ شک ہو سکتا ہے اور نہ بحث کی گنجائش رہتی ہے۔

لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ سفر اسراء و معراج حرم کعبہ سے شروع ہوا اور وہیں پر آپ کی واپسی ہوئی لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ام ہانی کا گھر حرم شریف کے ساتھ حدود حرم کے اندر تھا۔ باب عبدالعزیز کے اندر کی جانب کچھ عرصہ پہلے تک اس گھر کا نشان موجود تھا اور یہاں فرش بھی تھوڑا بلند تھا۔

سفر اسریٰ و معراج کو لاتعداد اہل سیر نے لکھا اور بیان کیا ہے۔ الفاظ کے ردو بدل کے سوا واقعات ایک جیسے ہیں۔ البتہ اس امر میں بعض کا اختلاف ہے کہ آپؐ کا معراج پر جانا روحانی تھا یا جسمانی —— آج کی سائنسی ترقی اور تحقیق کو دیکھا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ آپؐ کا سفر جسمانی تھا، روحانی نہیں —— جو کچھ پیش آیا وہ اٹل حقیقت ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا۔

حضورؐ نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں ہیں کہ حضرت جبرائیل امینؑ دوسرے فرشتوں کے

Marfat.com

ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ انہوں نے آپؐ کا سینۂ مبارک چاک کیا۔ اسے آب زمزم سے دھویا۔ اس میں ایمان وحکمت ڈالی اور پھر بند کر دیا۔ جبرائیلؑ نے آپؐ کو اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور باہر لے گئے جہاں ''براق'' کھڑا تھا۔ خچر سے ذرا چھوٹی اس آسمانی سواری کے دونوں طرف پر نکلے ہوئے تھے۔ آپؐ اس پر سوار ہوگئے تو وہ گویا برق کی مانند ہوا میں تیرنے لگا۔ اس کا رخ شمال کی جانب تھا اور قدم حدِ نظر سے آگے پڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے مکہ کے صحرا اور پہاڑوں کو پیچھے چھوڑا۔ اس کا قدم کوہ سینا اور پھر بیت اللحم پر پڑا۔ حضورؐ سکون سے اس پر سوار تھے۔ کچھ لمحوں میں یہ بیت المقدس جا پہنچا۔ حضورؐ نے براق کو باندھا اور اس مقام پر جہاں اب مسجد عمرؓ ہے دو نفل ادا کیے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہیں حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کو دودھ اور شراب کا ایک ایک پیالہ پیش کیا۔ رسول کریمؐ نے شراب کو نظر انداز کر دیا اور دودھ کا پیالہ پی لیا۔ جب آپؐ پی چکے تو حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا آپؐ شراب کا پیالہ پسند کرتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

یہاں سفرِ اسریٰ مکمل ہوا اور پھر سفر معراج شروع ہوگیا۔ پہلے آسمان پر جن بزرگ نے آپؐ کو مرحبا کہا ان کے بارے میں جبرائیل امینؑ نے بتایا کہ یہ حضرت آدمؑ ہیں ان کے دائیں جانب اہل جنت اور بائیں جانب دوزخ والوں کی روحیں تھیں۔

دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ تھے۔ آپؐ نے ملک الموت یعنی عزرائیل کو دیکھا۔ جن کی دونوں آنکھوں کے درمیان ستر ہزار دنوں کی مسافت بتائی گئی ہے۔ ان کے ساتھ ایک لاکھ فرشتے تھے اور ہر فرشتے کے سامنے بڑے بڑے کھاتے رکھے ہوئے تھے۔

تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ سے تعارف ہوا۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ پانچویں پر حضرت ہارونؑ اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ تھے۔

آپؐ ساتویں آسمان کی طرف پرواز کرنے لگے تو حضرت موسیٰؑ رو دیئے، ان کے گریہ کا سبب یہ تھا کہ ان کی امت کی نسبت حضورؐ کی امت زیادہ تعداد میں جنت میں جائے گی۔

حضورؐ ساتویں آسمان پر پہنچے تو ایک عالیشان محل میں آپؐ ہی کے ہم شکل بزرگ موجود تھے۔ جبرائیل امینؑ نے بتایا کہ آپؐ کے باپ حضرت ابراہیمؑ ہیں انہوں نے آپؐ کو مرحبا اے فرزند صالح کہتے ہوئے استقبال کیا۔

حضور اکرمؐ کو جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آپؐ نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں نوازا گیا ہے اور ان کی حالت بھی دیکھی جو عذاب سے دوچار ہوگئے ہیں۔ آپؐ نے ان ملائکہ کو بھی دیکھا جو باری تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف ہیں۔

Marfat.com

رسول اللہؐ ساتوں آسمانوں کے عجائبات دیکھتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لائے۔ یہاں رنگ ہی رنگ تھے۔ آپؐ نے حضرت جبرائیلؑ کو ان کی اصل شکل میں دیکھا اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے آگے جاتے ہوئے جبرائیل امینؑ سمیت تمام مقرب فرشتوں کے پر جلتے ہیں ___ یہاں سے آپؐ اکیلے پردۂ جمال کی جانب بڑھے ___ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنے محبوبؐ سے کیا باتیں کیں ___ اس کے بارے میں رسول اللہؐ کبھی زبان پر کچھ نہیں لائے۔ ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا میں نے وہاں صرف نور دیکھا ___ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اللہ نور ہے اور میں اس نور کو کہاں دیکھ سکتا ہوں۔

اللہ کے حضور سے آپؐ کو جو کچھ عنایت ہوا۔ ان میں ایمان کی تکمیل کے علاوہ مصائب کے خاتمہ کی بشارت پر مبنی سورۃ بقرہ کی آخری آیات جب کہ آپؐ کی امت میں سے جو شرک نہیں کرے گا اللہ اپنے کرم سے اس کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ آپؐ کی امت کے لیے ہر روز پچاس نمازیں بھی فرض کی گئیں۔

واپسی پر حضرت موسیٰؑ کے استفسار پر آپؐ نے نمازوں کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اپنی امت کے تجربہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپؐ سے کہا کہ آپؐ کی امت ان نمازوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ آپؐ سے کہتے رہے اور آپؐ واپس جا کر خدا کے حضور عرض کرتے رہے۔ آخر کار پانچ نمازیں رہ گئیں تو آپؐ نے یہ کہتے ہوئے مزید کمی کی استدعا سے انکار کر دیا کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ لہٰذا عرش معلی سے ندا آئی کہ:

''نمازیں پانچ رہیں گی اور بدلہ پچاس کا ملے گا۔''

آپؐ واپس آئے تو صرف جبرائیل امینؑ موجود تھے۔ انہوں نے آپؐ کو براق پر سوار کرایا پہلے بیت المقدس اور پھر مکہ پہنچا دیا۔ یوں یہ مقدس اور مبارک سفر تمام ہوا۔

Marfat.com

ابو جہل کا طنز

حضور اکرمؐ سفر معراج سے واپس تشریف لائے۔ آپؐ کی کیا کیفیت ہوگی۔ آپؐ کے دل میں مسرت وانبساط کا دریا موجزن ہوگا۔۔۔ لیکن کفار کے ذہن وہاں تک جا ہی نہیں سکتے۔ وہ یہ سوچنے تک سے قاصر تھے کہ کوئی اس مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

رجب کی 27 تاریخ تھی۔ جب آپؐ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ حطیم میں دو رکعت نفل ادا کیے۔ آپؐ اپنے سفر کی سوچوں میں گم تھے کہ ابو جہل آ گیا۔ اس نے طنز کیا اور پوچھا محمدؐ! آج کوئی نئی خبر ہے۔ آپؐ نے اسے اپنے دور دراز کے سفر سے آگاہ کر دیا۔ اس کا فوری ردِ عمل تھا کہ

''تم صبح ہونے تک واپس بھی آ گئے۔''

حضورؐ نے فرمایا میرے اللہ نے مجھے واپس پہنچا دیا۔

ابو جہل لوگوں سے آپؐ کا مذاق اڑوانے کے لیے انہیں آوازیں دے کر بلوانے لگا۔ جب سب جمع ہو گئے تو اس نے حضورؐ سے اپنی قوم کو بھی وہی بات بتانے کے لیے کہا۔۔۔ آپؐ نے اپنے سفر سے متعلق بتایا تو وہ لوگ بھی حیرت زدہ رہ گئے اور یقین نہ کرتے ہوئے تالیاں بجانے لگے کیونکہ بیت المقدس آنے جانے کا سفر دو ماہ کا تھا اور آپؐ کہہ رہے تھے کہ رات کے ایک حصے میں ساتویں آسمان تک ہو آئے۔

کفار کیا جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قادرِ مطلق ہے اس کے لیے تو کچھ بھی ناممکن نہیں اور پھر اپنے محبوبؐ کو بلانے کے لیے اسے کیا مشکل ہے۔ عقل کے وہ اندھے اس بات پر ہنس رہے تھے کہ محمدؐ ایک ہی رات میں اتنے طویل سفر پر گئے اور پھر اسی رات واپس بھی آ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ حضورؐ نے کبھی بیت المقدس کا سفر نہیں کیا۔ انہوں نے بیت المقدس کے بارے میں سوالات شروع کر دیئے اور اس متبرک مقام کے حوالے سے تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ آپؐ کو مشکل پیش آئی کیونکہ آپؐ نے بہر صورت بیت المقدس کی پوری عمارت نہیں دیکھی تھی اور محلِ وقوع کے بارے میں غور نہیں کیا تھا۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے اسی وقت بیت المقدس کو آپؐ کی نظروں کے سامنے کر دیا اور آپؐ نے کفار کو تمام تفصیلات بتا دیں۔ کیونکہ بیت المقدس کا ہر عکس اب آپؐ کے روبرو تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی حدیث پاک ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''میں نے حضورؐ سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب قریش نے میری تکذیب کی۔ اس وقت میں حجرِ اسود کے پاس تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نظروں میں عیاں کر دیا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر اس کی تمام نشانیاں قریش کو بتانے لگا۔''

کفار مکہ کو اس مرحلہ پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ مخبرِ صادقؐ نے انہیں سب کچھ صحیح صحیح بتا دیا تھا۔ ہوں نے آپؐ کو مزید امتحان میں ڈالنا چاہا اور سوال کیا کہ ہمارے ان قافلوں کے بارے میں بتائیں جو اسی ہ پر سفر کر رہے ہیں حضورؐ کے لیے یہ کیا مشکل تھا۔ وہ تو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے تھے۔

آپؐ نے ایک قافلے کا حال بتایا کہ اس کو میں نے ''روحا'' کے مقام پر دیکھا آپؐ نے اس کے ئد کا نام بھی بتایا۔ وہ لوگ اس جگہ رکے ہوئے تھے کیونکہ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور کچھ لوگ اس کی تلاش ں گئے تھے۔ اسی دوران میں نے وہاں ایک پیالے میں پڑا ہوا پانی پیا۔ میں وہاں سے چلا تو اونٹ کو تلاش کر یا گیا تھا۔ میں نے اونٹ کو سلام کیا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ تو محمدؐ کی آواز ہے۔

آپؐ نے دوسرے قافلے کا حال بتایا جو ''ذی فجا'' کے مقام پر آپ کو ملا تھا۔ آپؐ نے دو دوستوں کے نام بتائے جو ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ جب براق ان کے قریب سے گزرا تو اونٹ بدکا اور بھاگ اٹھا۔ ونوں سوار گر گئے اور ایک کا بازو ٹوٹ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا قافلے والے آئیں تو ان سے تصدیق کر لینا۔

مقامِ ''تلوین'' پر حضورؐ کو تیسرا قافلہ ملا تھا۔ رحمت عالمؐ نے فرمایا اس قافلے کے آگے بھورے رنگ ا ایک اونٹ ہے۔ اس اونٹ پر سیاہ اور سفید دھاری والی دو بوریاں لدی ہوئی ہیں۔ جب قافلہ آ جائے تو تم ک اسے دیکھ لینا۔

کفار پریشان ہو گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہی قافلے واپس آ رہے ہیں لیکن ان کی آنکھوں پر تو ردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ حقیقت کو کب تسلیم کر سکتے تھے۔ اب وہ ایک نئی بات لے کر بیٹھ گئے کہ یہ قافلے ب تک مکہ میں پہنچ جائیں گے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ایک قافلہ کل علی الصبح، دوسرا دوپہر اور تیسرا سورج روب ہونے سے پہلے پہنچ جائے گا۔

تاجدار عالمؐ کے فرمان کے مطابق دو قافلے تو وقت پر پہنچ گئے لیکن سورج غروب ہونے کو تھا اور سرا قافلہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ کفار مکہ جو پہلے دو قافلوں کی آمد کو جادو قرار دے چکے تھے۔ چہ مگوئیاں کرنے لگے مگر ذات باری تعالیٰ نے گوارا نہ کیا کہ اس کے محبوبؐ کی زبان سے نکلی ہوئی بات غلط ثابت ہو اور کفار انہیںؐ طعنے دیں چنانچہ سورج کو حکم دے دیا گیا اور وہ اپنا سفر طے کرتے کرتے وہیں رک گیا جہاں وہ اس ت موجود تھا۔ سورج کو افق کے اس پار جانے کی اجازت اس وقت ملی جب قافلہ نظر آ گیا۔ مگر کفار کی وہی

Marfat.com

''میں ناں مانو۔'' انہوں نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بھی جادو قرار دے دیا۔

مکہ میں ہر جگہ یہ شور برپا تھا کہ محمدؐ نے یہ دعویٰ کر دیا ہے۔ کفار نے اس کو غلط ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کے جتن کیے مگر ان کی پیش نہ چل سکی۔ ابوجہل بھاگتا ہوا حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس گیا۔ اس نے کہا آج تیرے دوست نے ایک ایسا دعویٰ کر دیا ہے جسے تو کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔ اور معراج کے بارے میں جو کچھ حضورؐ نے کہا تھا وہ بیان کر دیا۔ مگر قربان جائیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذات کے جو یار غار بھی ہیں اور بعد از انبیا انہیں افضل البشر بھی قرار دیا گیا ہے۔ وہ بڑے اطمینان سے مسکرائے اور فرمایا۔

''اگر رسول اللہؐ نے واقعی ایسا فرمایا ہے تو میں اس پر ایمان لایا۔''

ابوجہل نے حیران ہو کر کہا تم عقل کے خلاف اس بات کو درست سمجھتے ہو تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

''میں نے تو محض رسول اللہ کی مقدس زبان سے سن کر اس کائنات کے خالق کو تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب باتیں تو اس سے بہت کم حیثیت رکھتی ہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بارگاہِ رسالتؐ سے تصدیق کی ضرورت نہیں سمجھی اور یہ سن کر ہی کہ رسول اللہؐ نے سفر معراج کا ذکر کیا ہے، اس کی تصدیق کر دی۔ اس طرح اسی روز سے آپؓ صدیق اکبر یعنی سب سے بڑا تصدیق کرنے والا کہلانے لگے۔

بعد میں قیصر روم کے دربار میں سب سے بڑے پادری نے بھی حضورؐ کے بیت المقدس جانے اور معراج کی تصدیق کی۔ امام ابن کثیرؒ اور امام ابونعیم اصفہانیؒ کے مطابق ابوسفیان نے قیصر کے دربار میں حضورؐ کا درجہ گرانے کے لیے سفر معراج کا ذکر کیا تو بڑا پادری بول اٹھا کہ مجھے اس رات کا علم ہے۔ اس نے بیت المقدس میں دروازے بند نہ ہونے اور اس کے باہر پتھر پر جانور باندھنے کے نشان کے بارے میں آگاہ کیا۔ پھر اس نے پرانی الہامی کتابوں کے حوالے سے تصدیق کی کہ نبی آخر الزمانؐ کو معراج پر بلایا جائے گا۔ وہ بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کریں گے اور پتھر کے ساتھ ان کی سواری باندھی جائے گی۔ میں جان گیا کہ آج اس نبیؐ کی شب معراج ہے۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ کے مطابق یہ پتھر ان کے دور تک موجود رہا اور لوگ سواری باندھنے کی اس جگہ کو برکت کے حصول کے لیے ہاتھ سے چھوتے تھے۔

Marfat.com

انسان نہ مانے: جن فلاح پا گئے

حضرت خدیجہؓ وفات فرما چکی ہیں۔ چچا حضرت ابو طالب بھی اس دنیا میں موجود نہیں۔ یہ دونوں ہستیاں آپؐ کے لیے ایک ڈھال کی حیثیت رکھتی تھیں ـــــ کفار کے دل پتھر ہو چکے ہیں۔ وہ آپؐ کی بات پر کان دھرنا تو کیا آپؐ کو سکون سے زندگی گزارنے کا موقعہ دینے کے لیے بھی تیار نہیں تھے ـــــ دعوت اسلام کو سب سے پہلے رد کرنے والے ابولہب اور اس کے حواریوں نے آپؐ کو تبلیغی سرگرمیاں بند کر دینے کے لیے وارننگ دے دی۔

اس وقت حضرت سودہؓ آپؐ کے نکاح میں آ چکی تھیں۔ سید البشرؐ نے سوچا یہاں بات نہیں بن رہی تو کہیں اور رختِ سفر باندھا جائے۔ لہٰذا آپؐ اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ سن 620ء 10 نبوی اور شوال کی 27 تاریخ تھی۔ آپؐ تنہا اور بعض روایات کے مطابق حضرت زید بن حارثہؓ کو ساتھ لے کر باغات اور پھولوں کی سرسبز ہری بھری وادی طائف کی جانب روانہ ہو گئے۔ یہ غالباً مئی جون تھا۔ سخت گرمی اور سو کلومیٹر کے قریب پیدل سفر ـــــ مگر راستے کی تکلیفوں کو وہ کب خاطر میں لانے والے تھے ـــــ انہیں پائے مقدس تلے روندتے ہوئے خوشحال لوگوں کے اس شہر میں پہنچ گئے۔ یہ غالباً عرب کا پہلا شہر تھا جس کے گرد شہر پناہ یعنی دیوار بنی ہوئی تھی۔ یہاں کے لوگوں کا معبود ''لات'' نام کا بت تھا۔ لات کا مندر ایک بلند ٹیلے پر تھا۔

طائف میں بنو ثقیف سب سے بڑا اور با اثر قبیلہ تھا اہلِ طائف سے ملتے ملاتے اور انہیں دعوتِ حق دیتے ہوئے رسول اللہؐ قبیلہ کے سردار عمرو بن عمیر کے بیٹوں کے پاس گئے۔ اس کے تینوں بیٹے مالدار تھے ـــــ مگر ان کی رعونت اور بدتہذیبی دیکھنے کے قابل تھی۔ پیغام حق کے جواب میں وہ تینوں بپھر گئے۔ آپؐ سے بات تک کرنے سے انکار کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو رسولؐ بنانے کے لیے تیرے سوا کوئی نہیں ملا تھا ـــــ حضورؐ نے صبر، حوصلے اور استقلال کا مظاہرہ کیا۔ ان کی باتیں سنیں آپ نہیں چاہتے تھے کہ بدسلوکی کی یہ داستانیں اہل مکہ تک پہنچ جائیں۔ جنہیں سن کر ان کے ظلم اور زیادتیوں میں اضافہ ہو جاتا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اس داستان کو اپنے تک محدود رکھیں ـــــ آپؐ نے دوسرے سرداروں کو بھی اسلام پیش کیا مگر ان کا مشورہ تھا کہ آپؐ اس شہر سے چلے جائیں ـــــ اس پر بات ٹل نہیں گئی۔ ان پست اور بدفطرت لوگوں نے شہر کے

Marfat.com

اوباشوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا ــــ ان بدبختوں نے آپؐ کے جسم مبارک پر اتنے پتھر برسائے کہ آپؐ لہولہان ہو گئے۔

رحمت اللعالمینؐ نڈھال تھے ایک باغ میں انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور اپنے رب سے گویا ہوئے۔ اپنی بے بسی، ناکامی اور توہین کا شکوہ کیا۔

آپؐ نے فرمایا اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے چھوڑ کر کس کے حوالے کر رہا ہے۔ جو مجھے اور بھی کمزور بنا دے۔ یا تو نے مجھے میرے دشمن ہی کے حوالے فرما دیا ہے۔ یا اللہ! اگر تو میری اس حالت پر بھی مجھ سے خفا نہیں تو میں مطمئن ہوں لیکن تیری عنایات تو بہت کشادہ ہیں۔

آپؐ نے باری تعالیٰ سے کہا میں تیرے اس نور کی روشنی میں رہنا چاہتا ہوں جس نے ظلمات کو روشن کر دیا۔ جس کے پرتو سے دین و دنیا اپنا اپنا فرض ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یا اللہ! مجھے اپنے غضب اور ناراضگی سے محفوظ فرما۔

آپؐ اس وقت جس باغ میں تشریف فرما تھے۔ وہ مکہ کے ایک قریشی رئیس ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کی ملکیت تھا۔ انہوں نے حضورؐ کو دیکھا اور اپنے غلام عداس نصرانی سے کہا کہ وہ آپؐ کے لیے انگور کا ایک خوشہ لے جائے۔ عداس انگور لے آیا۔ حضورؐ نے قبول فرماتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور دست مبارک انگوروں کی طرف بڑھایا۔

عداس یہ کلمہ سن کر متعجب ہوا اس نے حیرت کے ساتھ پوچھا یہ کیا کلمہ ہے۔ یہاں تو اسے کوئی ادا نہیں کرتا ــــ حضورؐ نے اس سے وطن اور دین کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے بتایا کہ وہ نینوا کا رہنے والا عیسائی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا تم مردِ صالح یونسؑ بن متی کی بستی کے رہنے والے ہو۔

عداس مزید حیران ہوا اور پوچھا آپؐ انہیں کیسے جانتے ہیں۔ میں جب نینوا سے آیا تو دس آدمی بھی انہیں نہیں جانتے تھے۔

حضورؐ نے فرمایا وہ میرے بھائی ہیں، وہ اللہ کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

عداس کی مسرت دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ اٹھا اور اس نے حضورؐ کا سر مبارک اور پاؤں چومے ــــ اس نے کہاں میں آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو۔

ربیعہ کے بیٹے دیکھ رہے تھے۔ غلام واپس آیا تو انہوں نے ہاتھ پاؤں چومنے کی وجہ دریافت کی۔

Marfat.com

عداس نے کہا آقا! آج اس پوری سرزمین پر ان سے افضل شخصیت کوئی نہیں۔ انہوں نے مجھے ایسی خبر دی ہے جسے نبیؐ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

نورِ مجسمؐ کو اتنا قریب سے دیکھتے ہوئے بھی ان کے دل ایمان کی روشنی سے منور نہ ہو سکے بلکہ الٹا انہوں نے غلام سے کہا دیکھو یہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ نہ کر دیں تمہارا دین ان سے بہتر ہے۔

روایات کے مطابق عداس پڑھا لکھا تھا اور جانتا تھا کہ نبی آخرالزمانؐ آنے والے ہیں۔ اسے ان کی نشانیاں بھی معلوم تھیں لہٰذا اس نے آپؐ کی تصدیق کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔ جب جنگ بدر ہوئی تو عتبہ اور شیبہ کفار مکہ کی طرف سے نکلے۔ عداس نے رو رو کر اور پاؤں پکڑ کر انہیں روکا اور کہا اللہ کی قسم! وہ رسولؐ ہیں اور تم لوگ اپنے مقتل کی طرف جا رہے ہو۔ اس نے اپنے آقاؤں کو ایمان کی نعمت سے سرفراز کرنے کے لیے بھی لاکھ کوشش کی مگر اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

آنحضرتؐ طائف سے واپس ہوئے۔ طبیعت سخت مضمحل تھی پاؤں زخمی تھے۔ جسم پر چوٹوں کے نشان تھے آپؐ قرن الثعالب پہنچ گئے۔ سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل سایہ فگن ہے اور جبرئیلؑ اس میں موجود ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا آپؐ کی قوم نے آپؐ کی دعوت کے جواب میں جو کچھ کہا وہ اللہ تعالیٰ نے سماعت فرما لیا ہے۔ باری تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو میرے ساتھ بھیجا ہے۔ اسے آپؐ جو بھی حکم دیں گے وہ بجا لائے گا۔"

پہاڑوں کے فرشتے نے بھی آپؐ کو سلام کیا اور عرض کی "آپؐ اہل طائف کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپؐ کا حکم ہو تو میں یہ دونوں پہاڑ ان پر الٹ دوں۔

آپؐ نبی رحمتؐ تھے۔ آپؐ نے یہ پیشکش قبول نہیں فرمائی۔ آپؐ نے فرشتے سے کہا۔ مجھے یہ منظور نہیں۔ مجھے امید ہے ان کی آنے والی نسل میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

سفرِ طائف سے واپسی کے دوران حضورؐ کو ایک بڑی خوشی بھی حاصل ہوئی۔ انسانوں نے تو ان کی دعوت و تبلیغ پر لبیک نہیں کہا مگر ایک دوسری مخلوق یعنی قوم جنات نے دعوت حق کو دل و جان سے قبول کیا۔ خود قرآن پاک میں اس کا ذکر اس طرح سے ہے:

> یاد کیجئے وہ وقت جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا تا کہ وہ قرآن سن سکیں۔ جب وہ وہاں پہنچے تو بولے خاموش رہو اور غور سے سنو۔
>
> (الاحقاف 29)

Marfat.com

ہوا یوں کہ طائف سے نکلنے کے بعد آپؐ کا قلب اطہر انتہائی رنجیدہ اور ملول تھا۔ راستے میں ''نخلہ'' کی خوبصورت اور سرسبز و شادات وادی تھی۔ وہاں پہنچے تو قدرت کا حسن چاروں طرف پھیلا دیکھ کر آپؐ کی طبیعت مبارک کچھ سنبھل گئی۔ آپؐ نے چند روز وادی میں قیام فرمایا۔ ایک روز آپؐ نماز فجر میں قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے کہ اسی وقت جنات کی ایک جماعت وہاں سے گزری۔ آپؐ کے کلام کی شیرینی میں ایسی تاثیر تھی کہ وہ جماعت وہیں رک گئی۔ قرآن پاک سن کر جنات سرور میں کھو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور بڑے انہماک اور توجہ سے کلام اللہ سننے لگے۔ اور پھر پورے خلوص کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔

سید البشرؐ انتہائی خوش ہوئے کہ جس پیغام کو انسانوں نے قبول نہیں کیا ایک نادیدہ مخلوق نے قبول کر لیا، یہ جن نصیبین کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی تعداد سات یا نو تھی۔ حضورؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ جا کر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کریں۔ ایک روایت میں ان جنوں کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔ جو یہ ہیں:

سامر، مامر، منسی، ماسی، احقب، زوبعہ، سرق اور عمرو بن جابر

ان جنات نے رسول پاکؐ کے حکم کی خلوص دل سے اطاعت کی اور زور و شور سے تبلیغ کرنے لگے۔ جب یہ دوبارہ رسول اللہؐ کے دربار میں حاضر ہوئے تو ان کی تعداد تین سو کے قریب تھی۔ یہ تعداد بڑھتی ہی گئی اور ہزاروں تک جا پہنچی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضورؐ کو جنات کے قرآن پاک سننے اور اسلام قبول کرنے کا علم نہیں تھا بلکہ باری تعالیٰ نے بعد میں آپؐ کو وحی کے ذریعے سے آگاہ کیا۔ جن جنات نے اسلام قبول کیا ان میں حضرت موسیٰؑ کے علاوہ حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے بھی تھے اور یہودیوں میں انسانوں سے اسلام قبول کرنے والے جنات کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔

کافر جنات نے خوب شور مچایا وہ اپنے ساتھیوں کے قبول اسلام پر بہت برہم تھے۔ انہوں نے کفار اور مشرکین کو بھڑکانے کے لیے کئی حربے اختیار کیے مگر مسلمان جنات نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور ہر محاذ پر مقابلہ کر کے انہیں شکست دی بلکہ مسلمانوں کو ان سے تحفظ بھی فراہم ہوا۔ نخلہ کے جس مقام پر جنات نے آپؐ سے قرآن سنا وہ طائف کی جانب میقات جعرانہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور آج بھی سرسبز و شاداب ہے۔

اب آپؐ واپس مکہ تشریف لا رہے تھے اور ذہن میں یہ سوچ بھی موجود تھی کہ کفار مکہ کو طائف کے واقعات کا علم ہو گیا ہوگا۔۔۔ کہیں وہ کوئی زیادتی نہ کریں؟ کہیں وہ مکہ میں داخل ہونے سے ہی نہ روک دیں؟ یہی باتیں سوچتے سوچتے آپؐ نے فیصلہ کیا کہ قریش مکہ میں سے کسی بااثر شخصیت کے ساتھ حق جوار قائم کر

Marfat.com

لیا جائے۔

مکہ کے باہر آپؐ سے عبداللہ بن اریقط کی ملاقات ہوئی۔حضورؐ نے اسے اخنس بن شریق کے پاس بھیجا۔وہ اگرچہ ایسا چاہتا تھا مگر بوجوہ اس نے معذرت کر لی۔۔۔ پھر سہیل بن عمرو کے پاس پیغام بھیجا مگر اس کی مجبوریاں بھی اخنس بن شریق جیسی تھیں۔

اس وقت حضورؐ کوہ حرا کے قریب تھے جب سہیل بن عمرو کی طرف سے معذرت پہنچی۔اب آپؐ کی امید معطم بن عدی تھا جو بنی نوفل کا سردار اور شعب ابی طالب میں محصوری ختم کرانے میں سرگرم تھا۔عبداللہ بن اریقط پیغام لے کر گیا تو معطم نے فوراً اقرار کر لیا اور کہا محمدؐ کو لے آو۔چنانچہ آپؐ معطم بن عدی کے گھر چلے گئے۔صبح ہوئی تو معطم نے اپنے سارے عزیز اکٹھے کیے اور ہتھیار بند ہو کر اپنے حصار میں حضورؐ کو بیت اللہ شریف لے گئے۔حضورؐ نے طواف کیا اور دو رکعت نماز بھی ادا کی۔

یہیں معطم نے حضورؐ کے ساتھ اپنے حق جوار کا اعلان کیا اور پھر سب آپؐ کو گھر تک چھوڑنے گئے۔اس طرح حضورؐ کو ان تفکرات سے نجات مل گئی۔جو طائف سے واپسی پر آپؐ کے ذہن میں موجود تھے اور باری تعالیٰ نے آپؐ کو ایک مضبوط اتحادی بھی فراہم کر دیا۔اوپر عبداللہ بن اریقط کا ذکر ہوا ہے یہ وہی عبداللہ بن اریقط ہے جو اگرچہ مسلمان نہیں تھا مگر اس نے سفر ہجرت میں بھی آپؐ کے سہ رکنی قافلے کی رہنمائی کی تھی۔

Marfat.com

بیعت عقبہ

مدینۃ النبیؐ اب تک یثرب تھا۔ اس میں یہودی آباد تھے جو اس وقت اس نیت سے آئے کہ ان کی کتب کے مطابق آخری نبی کو ہجرت کر کے یہیں آنا ہے۔ پھر مشرکین کے دو بڑے قبیلے اوس وخزرج تھے جو بنوخزاعہ میں سے تھے اور قحطان کی اولاد تھے جن کا سلسلہ نسبت حضرت اسمٰعیلؑ تک جا پہنچتا ہے۔ اوس کا مالک نام کا ایک ہی بیٹا جب کہ خزرج کے پانچ بیٹے تھے۔ اوس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ غالب کے خاندان سے ایک نبی ظاہر ہوگا تو اس کی نصرت کی کوشش کرنا۔ یہاں سے یہ دو الگ قبیلے بن گئے اور جب یمن سے یثرب پہنچے تو وہاں یہودی پہلے سے آباد تھے اور ہر قسم کی املاک پر ان کا قبضہ تھا۔ دونوں قبیلوں نے یہودیوں کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرلیا تا کہ وہ امن وسکون سے رہ سکیں۔

اس دوران وہاں کے یہودی بادشاہ الفیطون کو مالک نے قتل کر دیا کیونکہ یہ فاسق بادشاہ ہر دلہن کو پہلی رات اپنے پاس رکھتا تھا۔ مالک کی بہن کی شادی ہونے لگی تو اس نے بھائی کو طعنہ دیا جو اگلی شب زنانہ لباس پہن کر بہن کے ساتھ محل میں جا گھسا اور بادشاہ کا سر قلم کر دیا۔ بعد میں اس نے اپنے حلیف قبائل کو بلالیا اور کئی یہودی سرداروں کو قتل کر کے ان کا زور توڑ دیا لیکن یہودی مسلسل سازشوں میں لگے رہے وہ اوس وخزرج کو ڈراتے تھے کہ آخری نبیؐ آنے والا ہے جو ہم میں سے ہوگا اور پھر ہم تمہارے ساتھ نمٹ لیں گے۔ ان کی سازشوں کی وجہ سے ہجرت سے چند سال قبل اوس اور خزرج میں بعاث کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی جس میں بہت سے لوگ مارے گئے۔ درحقیقت یہ دونوں قبائل صدیوں سے برسرپیکار تھے۔ آخرانہوں نے جنگ ختم کر کے عبداللہ بن ابی بن سلول کو بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا اور تاج وتخت کی تیاری شروع ہوگئی لیکن اوس وخزرج میں اسلام پھیلنے کے ساتھ ہی اس کے خواب چکنا چور ہوگئے اور بعد میں منافق اعظم کہلایا۔

دراصل باری تعالیٰ نے یثربؐ کے لوگوں کے مقدر کو روشن کرنا تھا۔ اس لیے انہوں نے حج کے دوران مکہ جا کر نبی کریمؐ کی بیعت کی جو بیعت عقبہ اولا اور ثانیہ کہلاتی ہے۔ پھر انہیں آنحضرتؐ کی مہمانداری کا اعزاز حاصل ہوا جب کہ یثرب بھی مدینۃ النبیؐ بن گیا۔ یہ نبوت کا گیارہواں سال تھا۔ نبی کریمؐ عقبہ کے مقام پر گئے۔ یہ منیٰ اور مکہ کے درمیان ایک اونچا ٹیلہ ہے جو جمرہ (شیطان) عقبہ کے قریب ہے۔ آنحضرتؐ

Marfat.com

کی یہاں کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہم قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انہیں توحید اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا اور کچھ آیات قرآنی کی تلاوت بھی کی۔ یہ لوگ یہودیوں کی دھمکیوں کی وجہ سے آنے والے نبیؐ سے آگاہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم یہود سے پہلے اس نبی پر ایمان لے آئیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہودی پہل کر جائیں اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں۔ یہ کل چھ افراد تھے۔ اس فیصلے کے بعد تمام نے اسلام قبول کر لیا۔ سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا وہ ابوامامہ اسعد بن زرارۃ خزرج کے قبیلے بنونجار سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر عوف بن حارث، بنی زریق کے رافع بن مالک بن العجلان، بنی سلمہ کے قطبہ بن عامر بن حدیدہ، بنی حرام کے عقبہ بن عامر اور بنی عبید کے جابر بن عبداللہ بن رباب نے اسلام کی روشنی حاصل کی۔ واپس جا کر انہوں نے اپنے اسلام قبول کرنے اور نبی کریمؐ کے بارے میں اپنی قوم کو آگاہ کیا۔ اس طرح سارا یثرب آپؐ اور آپؐ کی تعلیمات سے آگاہ ہو گیا۔

اگلے سال حج کے موقع پر بارہ خوش نصیب مکہ پہنچے۔ ان میں بنی خزرج کے دس اور بنی اوس کے دو افراد شامل تھے۔ جناب جابر بن عبداللہ کے سوا گزشتہ سال آنے والے پانچ افراد بھی ان میں موجود تھے۔ اوس میں سے عویم بن حارث، رافع بن مالک، زکوان عبدقیس، عبادہ بن صامت، یزید بن ثعلبہ، عباس بن عبادہ بن فضلہ، عقبہ بن عامر، اور عتبہ بن عامر شامل تھے۔ انہوں نے بھی حضورؐ سے اس مقام یعنی عقبہ پر ملاقات کی اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسے بیعت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے۔

کچھ بزرگ اس کو بیعت عقبہ ثانیہ اور گزشتہ برس والی بیعت کو عقبہ اولیٰ قرار دیتے ہیں جب کہ آنے والے سال کی بیعت کو الثالثہ کہتے ہیں۔ بہرحال یہ کوئی بنیادی اختلافی مسئلہ نہیں۔ آپ جو بھی نام دے لیں حقیقت اپنی جگہ ہی رہے گی۔ ان لوگوں کی واپسی پر نبی کریمؐ نے بنوہاشم کے جناب مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ بھیج دیا تاکہ انہیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کریں اور قرآن پاک سکھائیں۔ اوس اور خزرج عداوت کے باوجود آپؓ ہی کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے۔ مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں جمعہ کی نماز بھی پڑھاتے تھے۔ اس وقت تک چالیس افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔

جناب مصعب بن عمیرؓ اور گزشتہ دو برسوں میں اسلام قبول کرنے والوں کی کوششیں رنگ لائیں اور جب تیسرے سال حج کا زمانہ آیا تو سیکڑوں مرد اور خواتین دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ یثرب کا

Marfat.com

کوئی گلی محلہ ایسا نہیں تھا جہاں اسلام کی روشنی نہ پہنچی ہو لیکن یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ گلی محلے اوس وخزرج کے تھے۔ یہودیوں نے اس کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ مدینہ کے مسلمان جان گئے تھے کہ مکہ میں ان کے ہادی و رہنما اور دینی بھائیوں پر کیا گذر رہی ہے لہٰذا انہوں نے نبی کریمؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو اپنے پاس لانے کا عزم کرلیا۔ لہٰذا تیسرے سال ستر مرد اور دو عورتیں تشریف لے گئیں جو قبیلہ بنی مازن بن نجاز کی عمارہ نسیبہ بنت کعب اور بنی سلمہ کی اسماء بنت عمرو بن عدی تھیں۔ وفد کے ارکان بیعت کے علاوہ حضورؐ سے یہ گزارش کرنے بھی گئے تھے کہ وہ یثرب کو اپنے مبارک قدموں سے سرفراز فرمائیں اور ان کے پاس تشریف لے چلیں۔

اس وفد میں شامل 62 خوش نصیب خزرج اور گیارہ قبیلہ اوس سے تھے۔ ابن اسحٰق نے ان کے نام بھی دیئے ہیں۔ قافلہ کے قائد حضرت مصعبؓ تھے۔ وفد نے نبی کریمؐ سے ملاقات کی اور بتایا کہ یثرب میں اسلام کس قدر پھیل چکا ہے۔ جس پر حضورؐ نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا۔ تنہائی میں کسی خوف کے بغیر معاملات طے کرنے کے لیے ایام تشریق میں وادیٔ عقبہ میں دوبارہ ملاقات ہوئی تاکہ مشرکین مکہ کو پتہ نہ چل سکے۔ ان انصار کے ساتھ مشرکین بھی آئے تھے لہٰذا ملاقات کی رات یہ سوتے بن گئے اور مشرکین کے سونے پر آہستہ آہستہ باہر آ گئے۔ صرف ایک مشرک عمرو بن حرام کو اعتماد میں لے کر ساتھ لے گئے جنہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ آنحضرتؐ شعب عقبہ میں تشریف لائے تو ان کے چچا جناب عباس بھی ساتھ تھے جو اگرچہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن بھتیجے کی سلامتی انہیں بہت عزیز تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو سڑک کی نگرانی اور حضرت علیؑ کو وادی کے دہانہ پر مقرر کردیا۔

بات چیت کا آغاز ہوا تو انصار نے کہا ہم کس چیز پر آپؐ کی بیعت کریں گے جس پر آنحضرت نے انہیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا تو تمام لوگ بیعت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

علامہ برہان الدین حلبی کے مطابق اس محفل میں سب سے پہلے جناب عباس نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اپنی قوم کا ہم عقیدہ نا ہونے کے باوجود محمدؐ کا دفاع کیا۔ انہوں نے کہا وہ اپنی قوم میں معزز اور شہر میں محفوظ ہیں۔ انہوں نے اب مکہ چھوڑ کر تمہارے پاس رہائش کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر تم ان کے ساتھ معاہدہ پورا کرو گے اور ان کا دفاع کرو گے تو ٹھیک لیکن اگر تم کسی موقعہ پر اسے پورا نہ کرسکو اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دو گے تو آج ہی اس معاہدے سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ وہ اپنی قوم اور شہر میں معزز ہیں اور محفوظ بھی۔

ان کی باتیں سننے کے بعد انصار نے کہا آپ نے ہمارے گوش گذار کردیا۔ اب جناب رسول اللہؐ

Marfat.com

آپؐ ہمیں اپنی شرائط بتائیں۔ چنانچہ آیات قرآنی کے بعد آنحضرتؐ نے انہیں شرائط سے آگاہ کیا۔ جس پر سب نے یکے بعد دیگرے نبی رحمتؐ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس موقع پر کچھ باتیں بھی ہوئیں۔ ابوالہیثم بولے کہ ہماری یہودیوں سے دوستی ہے جس کو ہم آج ختم کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنوں پر غلبہ فرما دے تو حضورؐ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس چلے جائیں۔

رسول اللہؐ نے تبسم فرمایا اور کہا میری پناہ تمہاری پناہ، میری حرمت تمہاری حرمت۔ میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ میں تمہارے ساتھ مل کر جنگ کروں گا اور تمہارے ساتھ ہی صلح کروں گا ـــــ یہ سارا معاملہ طے پا گیا تو جناب جبرائیلؑ کے مشورے پر نبی کریمؐ نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کر دیئے ان میں نو خزرج اور تین اوس میں سے تھے۔ بنو خزرج کے نقیب یہ تھے:

1- ابو امامہ اسد بن زرارہؓ — بنی نجار کے نقیب

2- رافع بن مالکؓ — بنی زریق کے نقیب

3- سعد بن ربیعؓ — بنی حارث بن خزرج کے نقیب

4- عبداللہ بن رواحہؓ

5- سعد بن عبادہؓ — بنی ساعدہ کے نقیب

6- المنذر بن عمروؓ

7- ابراء بن معرورؓ

8- عبداللہ بن عمروؓ

9- عبادہ بن صامتؓ

بنی اوس کے تین نقیب یہ تھے۔

1- اسید بن حضیرؓ — بنی عبدالاشہل کے نقیب

2- رفاعہ بن عبدالمنذرؓ — بنی عمرو بن عوف کے نقیب

3- سعد بن خیثمہؓ — یہ بھی بنی عمرو بن عوف کے نقیب

اس موقعہ پر گروہِ انصار نے جن جذبات کا اظہار کیا وہ اسلامی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہیں۔

بیعت کے بعد یہ سارے لوگ سو گئے۔ اسی دوران کسی نے کفارِ مکہ کے کان میں بھی بات ڈال دی

Marfat.com

اور وہ صبح ان کے خیموں کی جانب آ رہے تھے کہ راستے میں انہیں کچھ مشرک اور عبداللہ بن ابی مل گئے۔ کفار نے ان سے جواب طلب کیا وہ قسمیں کھانے لگے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ وہ بھی اپنی جگہ سچے تھے کیونکہ جب یہ سارا کچھ ہوا وہ سو رہے تھے۔ کفار اس وقت تو واپس چلے گئے مگر بعد میں انہوں نے تصدیق کر لی تو وہ بیعت کرنے والوں کو پکڑنے کے لیے بھاگے لیکن صرف سعد بن عبادہؓ ان کے قابو آ سکے۔ ان پر تشدد کیا گیا مگر جبیر بن معطم اور ابوسفیان کے نائبین نے انہیں بچا لیا۔

یثرب واپس پہنچ کر انہوں نے کھلے عام اسلام کی تبلیغ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام خوب پھیلا۔ خصوصاً نوجوانوں نے لبیک کہی۔ کچھ بزرگ تھے جو شرک پر اڑے ہوئے تھے تاہم یہ بھی زیادہ مزاحمت نہ کر سکے اور مدینہ اسلام کا قلعہ بن گیا۔

Marfat.com

حصّہ سوم

ہجرت سے آخرت تک کا سفر

Marfat.com

Marfat.com

جلال سے جمال کی طرف سفر

صفر کی 27 تاریخ تھی بعثت کے بعد نبی کریمؐ کے مکہ مکرمہ میں قیام کو بارہ سال پانچ ماہ اور اکیس دن گذر چکے تھے۔ دو تہائی قرآن پاک نازل ہو چکا تھا۔ ایک سو چودہ میں سے 80 سورتیں نبی کریمؐ پر وحی کی جا چکی تھیں۔

مکہ میں مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا کی جا چکی تھی۔ آپؐ کو ایذا پہنچانے کے مقصد کے لیے ابولہب کی بیوی ام جمیل پیش پیش تھی ـــ جی ہاں! ام جمیل ـــ آپؐ کی سگی چچی۔ مگر نور اسلام سے بے بہرہ اس کا شوہر آپؐ کا سگا چچا تھا لیکن ساتھ ہی آپؐ کا سب سے بڑا دشمن ـــ!

27 صفر کو کفار مکہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اب نبی کریمؐ کے ساتھ مکہ میں تھوڑے سے مسلمان رہ گئے تھے جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ کچھ حبشہ میں تھے اور باقی یثرب پہنچ چکے تھے۔ اس شہر میں جسے ابھی مدینۃ النبیؐ کا نام نامی نہیں ملا تھا ـــ سردار البشرؐ کو راہ سے ہٹانے کے لیے کئی تدبیریں سوچی گئیں۔ آخر ابوجہل کی تدبیر قبول کر لی گئی کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی لیا جائے۔ اس طرح کسی ایک قبیلے پر الزام نہیں آئے گا۔ یہ لوگ محمدؐ کے گھر کا محاصرہ کریں جب صبح آپؐ باہر نکلیں تو (نعوذ باللہ) آپؐ کو قتل کر دیا جائے۔

ادھر یہ تدبیریں ہو رہی تھیں مگر اللہ سے بہتر تدبیر کرنے والا کون ہے۔ اسی حوالے سے وہ فرماتا ہے:

> ”وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب منکرین حق تیرے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں، یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چالیں چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے
> (الانفال 30)

نبی کریمؐ کو حضرت جبرائیل امین نے اطلاع دے دی۔ ہجرت کی اجازت بھی مل چکی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے ہی دو اونٹنیاں خرید چکے تھے۔ حضورؐ نے ان میں سے ایک اونٹنی کی قیمت ادا کر دی۔ یہ وہی خوش نصیب اونٹنی ہے جس پر سفر ہجرت کیا گیا۔ لہٰذا آپؐ نے امانتوں کی واپسی کے لیے حضرت علیؓ کو اپنے گھر چھوڑا جو آپؐ کے بستر پر سو گئے اور آنحضرت سورۃ یٰسین پڑھتے ہوئے محاصرہ کرنے والوں کے سروں پر

Marfat.com

خاک ڈال کر ان کے درمیان میں سے گزر گئے۔ مگر ان میں سے کسی کو اس کا احساس تک نہ ہو سکا۔

نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لیا اور اس طرح جلال والے شہر سے آپؐ کا جمال والے شہر تک سفر شروع ہو گیا۔ دونوں دوست مکہ سے ذرا پرے کوہ ثور تک گئے اور اس کی غار میں چھپ گئے۔ یہ غار بھی غارِ ثور کے نام سے ہی مشہور ہے۔ جب کہ اسی نام کا ایک پہاڑ مدینہ شریف میں بھی ہے۔

صبح کفار مکہ میں کھلبلی مچ گئی۔ ہر طرف تلاش شروع کر دی گئی اور سو اونٹوں کے انعام تک کا اعلان کر دیا گیا۔ ایک بار تو تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے چہرے پر گھبراہٹ طاری ہوئی تو حضورؐ نے انہیں تسلی دی کہ ''ہم دو کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا۔ کبوتروں نے گھونسلا بنا لیا اور اس میں انڈے بھی دے دیے جب کہ درخت کی شاخیں بھی پھیل گئیں لہٰذا وہ غار میں جھانکے بغیر لوٹ گئے۔ جناب ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہ غار میں قیام کے دوران انہیں دن بھر کی خبریں پہنچاتے۔ اور صاحبزادی اسماءؓ کھانا لے کر آتیں۔ جناب صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہؓ وہیں بکریاں چرا رہے ہوتے۔

اب تلاش کرنے والے کچھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے لہٰذا یکم ربیع الاول کو یہ دو رکنی قافلہ غار سے نکلا۔ نیچے آئے تو قافلہ کے ارکان کی تعداد چار ہو گئی۔ جناب عامر بن فہیرہؓ بھی ساتھ ہو گئے۔ اور غیر معروف راستے سے لے جانے کے لیے عبداللہ بن اریقط کی خدمات حاصل کر لی گئیں جو اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان پر اعتماد تھا۔ قافلے کی روانگی ہوئی تو کھانے کا تھیلا باندھنے کے لیے رسی درکار تھی۔ حضرت اسماءؓ نے کمر کا پٹکا اتار کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا توشہ باندھنے کے لیے حضورؐ کو پیش کر دیا۔ اس موقع پر حضورؐ نے انہیں ''ذات النطاقین'' یعنی دو پٹکوں والی کا خطاب دیا۔ نطاقین کمر میں باندھنے والے پٹکے کو کہتے ہیں۔

راستے میں تکالیف ہی تکالیف تھیں۔ آج کی پیمائش کے حساب سے شمال میں سوا چار سو کلومیٹر کا طویل فاصلہ تھا۔ یہی وہ شاہراہ ہجرہ ہے جس پر ان دنوں ہم سفر کرتے ہیں اس سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھیوں کی وفاداری اور جاںنثاری کی داستان اس قدر پُراثر ہے کہ دل کو گرفت میں لے لیتی ہے اور عبداللہ بن اریقط کے بھی قربان جائیے۔ اس کا تعلق بنی الدیل سے تھا۔ غیر مسلم ہونے کے باوجود وفا شعار نکلا۔ اس عظمتوں اور رحمتوں والے قافلے کو مدینہ پہنچا کر ہی دم لیا۔

حضورؐ کا قافلہ رواں دواں ہے۔ غصے میں بپھرے ہوئے کفار مکہ کی آتش انتقام اس قدر تیز ہو چکی ہے کہ وہ ہر طرف آپؐ کی تلاش میں ہیں۔ اس لیے سفر بڑی احتیاط کے ساتھ ہو رہا تھا۔ آنکھیں اور کان چوکنا

Marfat.com

تھے لیکن اللہ نے آپؐ کی حفاظت کا وعدہ پورا کیا۔

راستے میں کئی لوگ ملے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہچانتے تھے۔ وہ آپؐ کے بارے میں پوچھتے تو جناب صدیقؓ کہہ دیتے کہ یہ ہمارے رہنما ہیں۔ قافلہ رابغ اور ساحل سمندر کے درمیان پہنچا تو قبیلہ بنی مدلج کے سردار سراقہ بن مالک کو خبر ہوگئی۔ وہ انعام کے لالچ میں آ گیا مگر اسے منہ کی کھانا پڑی اور سرورِ کونینؐ سے امان طلب کرنا پڑی۔

قصہ اس طرح سے ہے کہ جب سراقہ قافلے کے قریب پہنچ گیا تو نبی کریمؐ نے دعا کی کہ مولا کریم ہمیں اس کے شر سے محفوظ رکھ اور مولا کریم نے حفاظت اس طرح فرمائی کہ سراقہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر گیا۔ وہ اٹھا پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اس کے گھوڑے کی دونوں ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں۔ سراقہ سمجھ گیا کہ مسافر اس کے قابو میں نہیں آ سکتے بلکہ اب تو اس کی اپنی خیر نہیں چنانچہ اس نے آنحضرتؐ سے امان طلب کی اور درخواست کی کہ اسے اس کی تحریر دے دی جائے۔ لہٰذا آپؐ کی ہدایت کے مطابق عامر بن فہیرہؓ نے تحریر لکھ دی۔ اس موقعہ پر نبی کریمؐ نے سراقہ کو بشارت دی کہ تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔ سراقہ نے وعدہ کیا کہ وہ کسی کو تعاقب کے لیے نہیں آنے دے گا جس کی اس نے پاسداری کی۔ وہ بعد میں مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے دور میں ایران کی فتح پر جب کسریٰ کا خزانہ ہاتھ لگا تو نبی کریمؐ کی بشارت کے مطابق آپؓ نے وہ کنگن سراقہ کو پہنا دیئے۔

اسی راستے پر بریدہ سلمٰی بھی جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ستر افراد تھے۔ اس نے قافلے کو دیکھا۔ سوال جواب کیے تو اسلام کی روشنی اس کے دل میں گھر کر گئی چنانچہ ان تمام افراد نے اسلام قبول کر لیا۔

کئی روز کے سفر کے بعد یہ قافلہ بنوخزاعہ کی ایک بستی میں پہنچا۔ ایک خیمے کے سامنے اِم معبد نام کی ایک خاتون موجود تھی جس کا خاوند بکریاں چرانے گیا ہوا تھا۔ قافلے والوں کو بھوک لگی ہوئی تھی اس خاتون سے کھانے کے لیے کچھ طلب کیا گیا۔ خاتون مہمان نواز تھی مگر گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے ان کی تواضع کر سکے۔ ایک لاغر سی بکری موجود تھی۔ رسول اللہؐ کے دریافت کرنے پر ام معبد نے بتایا کہ یہ بکری دودھ نہیں دے سکتی۔ خاتون کی اجازت سے محمد عربیؐ نے بسم اللہ پڑھی۔ اللہ سے عطائے برکت کی دعا کی۔ بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اس نے اتنا دودھ دیا کہ بوڑھی اِم معبد حیران رہ گئی۔ آپؐ نے سب سے پہلے اِم معبد کو دودھ پیش کیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا اور آخر میں خود نوش کیا۔ مگر دودھ پھر بھی برتن میں موجود تھا۔ شام کو خاوند گھر آیا اور دودھ کا برتن دیکھ کر کہا کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ بیوی نے سارا واقعہ بتا دیا۔ اِم معبد نے آپؐ کی جو تصویر کشی کی وہ انتہائی خوبصورت تھی۔

Marfat.com

شوہر ابو معبد نے جب یہ تعریف سنی تو پکار اٹھا بخدا! یہ تو وہی شخص معلوم ہوتا ہے جس کی تلاش میں قریش سرگرداں ہیں۔ مجھے ان کی زیارت نصیب ہوتی تو میں یقیناً ان کے ساتھ ہو جاتا۔ بعد میں دونوں میاں بیوی مدینہ گئے۔ اسلام قبول کیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ام معبد فرماتی ہیں یہ بکری 18 ہجری تک ہمارے پاس رہی صبح و شام دودھ دیتی تھی۔

اس سے پہلے اس قافلے نے ایک چٹان کے سائے میں دوپہر گزاری اور ایک گڈریے سے لے کر دودھ پیا، اسی طرح ایک اور چرواہا ملا جس کے پاس دودھ دینے والی کوئی بکری نہیں تھی۔ حضورؐ کے حکم پر وہ ایک بھیڑ لے آیا جس نے اتنا دودھ دیا کہ چرواہا حیران رہ گیا اور آپؐ کے تعارف کرانے پر بول اٹھا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ سچے نبی ہیں اور آپ کا دین برحق ہے۔''

اسی راہ میں آپؐ کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا قافلہ ملا۔ انہوں نے آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لیے پارچات کے دو جوڑے پیش کیے۔ جو انہوں نے قبول فرما لیے۔ حضرت زبیرؓ کا قافلہ ملا تو انہوں نے بھی کپڑے پیش کیے۔ جو آپؐ نے سفر کے اختتام پر پہنے کیونکہ آپؐ کا لباس گرد آلود ہو چکا تھا۔

پھر ایک روز یہ برکتوں والا قافلہ بنو اسلم کے علاقے میں پہنچ گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ انشا اللہ میں سلامتی تک آ گیا ہوں۔ رکوبہ نام کی اس وادی میں دو چور مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے لیکن قبیلہ کے سردار نے دو افراد اوس اور مسعود کو آپؐ کے ساتھ کر دیا تا کہ وہ بحفاظت آگے تک چھوڑ آئیں۔ راستے میں آپؐ نے انہیں اسلام پیش کیا۔ یہ ان کی خوش بختی کی گھڑی تھی۔ وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ آنحضرتؐ کے نام پوچھنے پر انہوں نے کہا ''ہم دونوں ذلیل ہیں'' جس پر حضورؐ نے کہا اب تم ذلیل نہیں رہے۔ تم دونوں محترم ہو گئے ہو۔ حضورؐ کے حکم پر وہ قافلے کو منزل تک پہنچا کر آئے۔ قافلے کے پہنچتے ہی انصار کا کئی روزہ پر اشتیاق انتظار ختم ہوا۔ یہ محترم اور مبارک قافلہ جب قبا پہنچا تو سورج ڈھل چکا تھا۔ آپؐ ساتھیوں کے ہمراہ وادی میں پہنچے تو وہاں کے در و دیوار اور کوہ و دمن بھی جھوم اٹھے اور ہوائیں اس وادی پر رشک کرتے ہوئے ان مبارک مہمانوں کے بوسے لینے لگیں۔

یہاں آپ کو بتا دیں کہ مدینہ کی جانب سب سے پہلی ہجرت حضرت ابوسلمہ مخزومیؓ نے کی یہ ہجرت بیت عقبہ سے بھی ایک سال پہلے ہوئی۔ اس سے پہلے وہ اپنے خاندان کے ساتھ حبشہ کی طرف بھی ہجرت کر چکے تھے۔ آپ حضرت ام سلمہؓ کے شوہر تھے اور آپؓ کا اصل نام ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد تھا۔ حضرت ام سلمہؓ کو بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ فرماتی ہیں۔ اللہ جانتا ہے میں نے اسلام میں کسی اور خاندان کو اتنی تکلیفیں برداشت کرتے نہیں دیکھا جتنی ابوسلمہ کے خاندان کو برداشت کرنا پڑیں۔

Marfat.com

جناب ابوسلمہؓ کے بعد عدی بن کعب کے حلیف جناب عامر بن ربیعہؓ اور ان کی اہلیہ لیلیٰ بنت ابی حیثمہؓ نے ہجرت کی۔ پھر عبداللہ بن جحشؓ اپنا مال و متاع چھوڑ کر خاندان سمیت چلے گئے۔ آپؓ آنحضرتؐ کے پھوپھا تھے اور بعد میں خسر بھی بنے۔ آپؓ کے نابینا بھائی عبداللہؓ بھی آپؓ کے ساتھ تھے جو شاعر تھے۔ ابوسفیان کی بیٹی الفارعہ آپؓ کی اہلیہ تھیں۔ ان کے قافلے میں 8 خواتین سمیت 28 افراد شامل تھے۔

حضرت عمرؓ 70 مسلمانوں کے ساتھ یثرب گئے۔ جن میں ان کے بھائی حضرت زیدؓ بھی تھے۔ حضرت زیدؓ نے حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپؓ عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی جانے والی جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ اس قافلے سے بھی پہلے مصعب بن عمیر، عبداللہ بن ام مکتومؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ تشریف لے جا چکے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ بھی آنحضرتؐ سے پہلے مدینہ ہجرت کر گئے تھے۔

مکہ مکرمہ سے جو صحابیؓ ہجرت کر کے آئے تھے۔ ان کی اکثریت کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ لٹے پٹے آئے اور اپنا مال و اسباب مکہ میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ مدینہ میں ان کا کوئی عزیز رشتہ دار تھا نہ کوئی ٹھکانہ چنانچہ نبی کریم نے انصارؓ کے ساتھ ان کی مواخات یعنی بھائی چارہ قائم کرا دیا تا کہ انہیں تنہائی اور بے سرو سامانی کا احساس نہ رہے لیکن مدینہ میں مواخات اس سلسلے کا دوسرا مرحلہ تھا۔ اس سے پہلے مکہ میں بھی اسی طرح کی مواخات قائم کرائی گئی تھی تا کہ قبول اسلام کی وجہ سے اپنے عزیز رشتہ داروں سے کٹ جانے والوں کو نئے بھائی اور عزیز میسر آ سکیں مثلاً آپؐ نے اپنے انتہائی عزیز چچا جناب حمزہؓ (اللہ اور رسولؐ کے شیر) کی مواخات اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ سے کرائی۔ کتب سیرت میں حضرت زید بن حارثہؓ کی ایک روایت موجود ہے اس کے مطابق ہمارے ہادی و رہنما نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ سے مواخات قائم کی۔

مواخات کا یہی کامیاب تجربہ مدینہ طیبہ میں بھی دہرایا گیا جس کی وجوہات اوپر بیان کی جا چکی ہیں۔ ابن ہشام نے ابن اسحٰق سے جو نام روایت کیے ہیں وہ ذیل میں دیئے جا رہے ہیں لیکن یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ مدینہ میں بھی رسول رحمتؐ نے اپنی مواخات حضرت علیؓ سے قائم رکھی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے۔ اس طرح حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کا حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ بھائی چارہ برقرار رکھا۔ جن صحابہ کرامؓ کی انصار کے ساتھ مواخات قائم کرائی گئی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں یہ وہ نام ہیں جو سیرت کی کتب میں میسر آ سکے۔

مہاجر صحابہؓ	انصار صحابہؓ
1- حضرت ابوبکر صدیقؓ	حضرت زید بن خارجہؓ

Marfat.com

2- حضرت جعفر بن ابی طالبؓ	حضرت معاذ بن جبلؓ
3- حضرت عمر بن خطابؓ	حضرت عتبان بن مالکؓ
4- حضرت ابوعبیدہؓ بن عبداللہ بن جراح	سعد بن معاذ، قیل ابی طلحہ زید بن سہلؓ
5- حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	حضرت سعد بن ربیعؓ
6- زبیر بن العوامؓ	سلمہ بن سلامہؓ
7- عثمان بن عفانؓ	اوس بن ثابت بن المنذرؓ
8- طلحہ بن عبیداللہؓ	کعب بن مالکؓ
9- سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل	ابی بن کعبؓ
10- مصعب بن عمیرؓ	ابوایوب، خالد بن زیدؓ
11- ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ	عباد بن بشیر بن وقشؓ
12- عمار بن یاسرؓ	حذیفہ بن یمانؓ یا ثابت بن قیس بن شماسؓ
13- ابوذر غفاریؓ	المنذر بن عمر المعنقؓ
14- حاطب بن ابی بلتعہؓ	عریم بن ساعدہؓ
15- سلمان فارسیؓ	ابوالدرداءؓ
16- حضرت بلالؓ	ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمیؓ
17- سعد بن ابی وقاصؓ	محمد بن مسلمہؓ
18- عبداللہ بن مسعودؓ	سہل بن حنیفؓ
19- عبداللہ بن جحشؓ	عاصم بن ثابتؓ
20- عبیدہ بن حارث بن مطلبؓ	عمیر بن حمامہؓ
21- طفیل بن حارثؓ	سفیان بن نسرؓ
22- حصین بن حارثؓ	عبداللہ بن جبیرؓ
23- عثمان بن مظعونؓ	عباس بن عبادہ بن نضلہؓ
24- عتبہ بن غزوانؓ	معاذ بن ماعصؓ
25- صفوان بن وہبؓ	رافع بن معلیٰؓ
26- مقداد بن عمروؓ	عبداللہ بن رواحہؓ

Marfat.com

27-ذی الشمالینؓ
28-ابوسلمہ بن ابی وقاصؓ
29-عامر بن ابی وقاصؓ
30-عبداللہ بن مظعونؓ
31-شماس بن عثمانؓ
32-ارقم بن ابی الارقمؓ
33-زید بن الخطابؓ
34-عمرو بن سراقہؓ
35-عاقل بن بکیرؓ
36-عبداللہ بن مخرمہؓ
37-خنیس ابن حذافہؓ
38-ابی سرہ بن ابی رہمؓ
39-مسطح بن اثاثہؓ
40-ابی مرثد الغنویؓ
41-عکاشہ بن محصنؓ
42-عامر بن فہیرہؓ
43-مہجؓ

یزید بن حارثؓ
سعد بن خیثمہؓ
خبیب بن عدیؓ
تتبہؓ
حنظلہ بن ابی عامرؓ
طلحہ بن زید الانصاریؓ
معن بن عدیؓ
سعد بن زید الاشہلیؓ
مبشر بن عبدالمنذرؓ
فروہ بن عمرو البسیانیؓ
منذر بن محمدؓ
عبادہ بن خشخاشؓ
زید بن المزینؓ
عبادہ بن صامتؓ
المجذر بن زیادؓ
حارث بن صمتہؓ
سراقہ بن عمرو بن عطیہؓ

Marfat.com

وادیٔ قبا میں آمد

رسول اللہؐ کے سفر ہجرت کا اختتام قبا کی وادی میں ہوا۔ آپؐ کے سانسوں کی خوشبو پھیلی تو قبا کی ساری فضا معطر ہو گئی۔۔۔ ذرہ ذرہ جھومنے لگا۔۔۔ قبا کا تو مقدر جاگ اٹھا کہ آج وہ نبیؐ آ پہنچے جن کی آمد کی نوید یہودی سنایا کرتے تھے۔

ہادی عالمؐ کے سفرِ ہجرت کی خبر یثرب میں پہنچ چکی تھی۔۔۔ لوگوں کے شوق کا عجیب عالم تھا۔ وہ منتظر تھے کہ آپ کب تشریف لاتے ہیں۔۔۔ وہ آپؐ کے انتظار میں قبا کے باہر کے میدان میں جمع ہو جاتے اور اس طرف آنے والی راہ پر نظریں جما دیتے۔ جب آپؐ کا قافلہ کہیں نظر نہ آتا تو پژمردہ دل کے ساتھ گھروں کو لوٹ آتے۔ تیسرے دن وہ بجھے دل کے ساتھ واپس آ گئے کہ ان کے عظمتوں والے مہمانؐ کے قدموں نے ابھی تک اس سرزمین کو اپنی برکتوں سے سرفراز نہیں فرمایا۔۔۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک یہودی وہاں سے گزر رہا تھا کہ ایک ٹیلے پر سے اسے دور سے آتا ہوا وہ مبارک قافلہ نظر آ گیا جس میں حضورؐ، ان کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عامر بن فہیرہؓ شامل تھے۔۔۔ قافلے کو دیکھ کر یہودی کی محویت کا عجیب عالم تھا پھر وہ انصار کو پکارنے لگا اور یہ خوشخبری سنانے لگا کہ جن کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آ گئے ہیں۔

آواز سنتے ہی انصار کی روح تک خوشی و مسرت سے جھوم اٹھی وہ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے میدانِ حرہ کی جانب بھاگ اٹھے۔۔۔ وہ پکار رہے تھے:

''اللہ کے رسولؐ تشریف لے آئے۔ اللہ کے نبیؐ تشریف لے آئے۔''

یہ پیر کا دن اور 8 ربیع الاول (23 ستمبر) تھی۔ بعض روایات میں 12 ربیع الاول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کو بحفاظت ان لوگوں میں پہنچا دیا جو آپؐ کی چاہت اور محبت میں دیوانے ہو رہے تھے۔ امام محمد بن یوسف شامیؒ کے مطابق قبا میں جس قبیلہ کو آپؐ کی میزبانی کا اعزاز حاصل ہوا وہ عمرو بن عوف تھا۔ حضورؐ کا قیام اس قبیلے کے سردار کلثوم بن الہدمؓ کے ہاں تھا تاہم آپؐ حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر بھی رونق افروز ہوتے۔ حضرت سعدؓ کا گھر بڑا تھا۔ ان کے بیوی بچے بھی نہیں تھے لہٰذا صحابۂ کرامؓ اسی گھر میں آپؐ کی زیارت کرتے۔

قبا میں میں حضرت علیؓ آپؐ سے آن ملے جنہیں آپؐ امانتیں لوٹانے کے لیے مکہ میں چھوڑ آئے

Marfat.com

تھے۔حضورؐ کو اطلاع دی گئی تو آپؐ نے انہیں طلب فرمایا۔صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؓ کی آبلہ پائی کی اطلاع دی تو خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔انہیں گلے لگایا اور ان کے زخموں پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جو پوری دنیا میں ہر دوا سے زیادہ اکسیر تھا۔لہٰذا حضرت علیؓ کی ساری تکلیف فوراً ہی دور نہیں ہوگئی بلکہ ان کے پاؤں میں پھر کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

آنحضرتؐ نے قبا میں مسجد تعمیر کرائی یہ پہلی مسجد ہے جو حضورؐ نے تعمیر کرائی۔اسی مسجد کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی حقدار ہے کہ آپ اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہوں۔اس میں ایسے لوگ ہیں جو (ظاہراً و باطناً) پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ طہارت شعار لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔ (التوبہ:9-108)

مسجد مکمل ہوگئی حضورؐ مدینہ تشریف لے آئے مگر قبا کے ساتھ آپؐ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ ہر پیر کو وہاں تشریف لے جاتے—

سرکار عالمؐ نے مدینہ کی جانب رخت سفر باندھا تو قبا کے لوگ اداس اور پریشان ہو گئے ان کی آنکھوں میں آنسو اور چہروں کے رنگ اڑے اڑے سے تھے— رسول اللہؐ بھی اپنے ان پروانوں کے جذبات سے بے خبر نہیں تھے۔انہوں نے فرمایا:

مجھے ایسی بستی کی طرف جانے کا حکم دیا گیا ہے۔جو بستیوں کی سردار ہے۔لہٰذا اس (اونٹنی) کا راستہ چھوڑ و کہ یہ مامور (من اللہ) ہے (سبل الھدیٰ والرشاد)

Marfat.com

یثرب میں تشریف آوری

کیا شان ہو گی یثرب کی گلیوں کی جب حضورؐ یہاں تشریف لائے ـــ اکثریت کی رائے میں 16 اکتوبر 622ء اور جمعہ کا مبارک دن۔ قبا میں دس روز (بعض روایات اس سے مختلف ہیں) قیام کے بعد سرور عالمؐ مدینہ کی طرف چلے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ساتھ ہیں ـــ اوس و خزرج حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور دونوں قبیلوں کے افراد ہتھیار سجائے ہوئے آپؐ کے دونوں طرف چل رہے ہیں۔ راستے میں بھی دونوں جانب انصار کھڑے ہیں اور محسنِ کائناتؐ کی ایک جھلک دیکھنے کو بیقرار ہیں ـــ انصار نے تلواریں نیام سے باہر نکال رکھی ہیں ـــ مقصد یہ تھا کہ وہ وادیٔ عقبہ میں کیے گئے اس عہد پر کاربند ہیں کہ آپ کی حفاظت اپنے بیوی بچوں کی طرح کریں گے۔ وہ یہ بھی بتانا چاہتے تھے کہ اب کسی قبائلی دشمنی میں نہیں بلکہ تلواریں اسلام دشمنوں پر برق بن کر گریں گی اور انہیں خاک و خون میں لوٹا دیں گی۔

اسی راہ میں حضورؐ نے پہلی بار جمعہ کی امامت فرمائی۔ یہ جمعہ بنو سالم بن عوف کی بستی میں پڑھایا گیا۔ جس جگہ آپؐ نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی وہاں بعد میں ایک مسجد بنائی گئی۔ اس مسجد کا نام بھی مسجد جمعہ ہے (اس بارے میں علیحدہ باب موجود ہے) یہاں کے سرداروں نے آپؐ سے درخواست کی آپؐ یہاں قیام فرمائیں مگر آپؐ نے اونٹنی کا راستہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ اونٹنی بنی سالم، بنی بیاضہ بنو عدہ، بنو حارث اور بنو عبدالاشہل کی بستیوں سے گذری، مرد عورتیں اور بچے آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ یہاں کے سرداروں نے بھی آپؐ سے وہی درخواستیں کیں مگر حضورؐ کا جواب بھی وہی تھا جو انہوں نے بنو سالم کے سرداروں کو دیا تھا۔

نبی رحمتؐ کی اونٹنی چلتے چلتے بنی نجار کے محلے میں آ گئی ـــ وہ محلہ جہاں آپؐ کے ننہالی رشتہ دار موجود تھے۔ جہاں آپؐ بچپن میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ تشریف لا چکے تھے۔ آپؐ نے یہاں کچھ وقت گزارا ـــ اس وقت کی یادیں آپؐ کے مبارک ذہن میں موجود تھیں ـــ اس محلہ کی پیاری پیاری بچیاں جمع تھیں۔ آپؐ کے لیے ان کا شوق دیدنی تھا۔ یہ سب بچیاں مل کر دف بجا رہی تھیں اپنے اس معزز و مبارک مہمان کے لیے خیر و سلامتی کے گیت گا رہی تھیں۔ انصار آپؐ کے ساتھ تھے ـــ ہر طرف ایک ہجوم تھا۔ سب کے چہرے خوشی، مسرت اور شادمانی سے دمک رہے تھے ـــ

Marfat.com

بنی نجار کے بزرگ بھی اپنے گھر بار اور جان و مال کے وعدے کے ساتھ آپؐ کے پاس حاضر تھے ـــــ ان کا آپؐ پر رشتہ داری کا حق تھا مگر حضورؐ نے انہیں بھی یہی فرمایا کہ اونٹنی کو اللہ جہاں لے جائے گا یہ وہیں جائے گی۔ اس کا راستہ چھوڑ دو۔ آپؐ نے انہیں دعا دینے کے علاوہ محبت کا والہانہ اظہار کرنے والی بچیوں کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر فرمایا:

اللہ کی قسم! میں تم لوگوں سے محبت کرتا ہوں۔

امام ابن کثیر نے السیرۃ النبویہ میں ہادی برحقؐ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے سے اہل مدینہ کے والہانہ پن کو اس طرح بیان کیا ہے:

''جب ہم مدینہ پہنچے تو لوگ راستوں پر اور چھتوں پر آ گئے۔ بچے اور بڑے نعرے لگا رہے تھے اللہ اکبر! رسول اللہؐ تشریف لائے، اللہ اکبر! محمدؐ تشریف لائے۔''

السیرۃ النبویہ میں ایک اور جگہ انصار کے جوش و خروش کو ان الفاظ میں لکھا گیا ہے:

''جب ہم (شہر میں) داخل ہوئے تو انصار کے مرد اور عورتیں باہر آ گئے اور (ہر شخص) کہنے لگے یا رسول اللہؐ ہمارے گھر تشریف لائیں۔''

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ

''جب رسول اللہؐ مدینہ میں تشریف لائے تو حبشیوں نے تلوار زنی کے ذریعے آپ کا استقبال کیا۔''

رسول اللہؐ کی اونٹنی قصویٰ خراماں خراماں جا رہی ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب یثرب کی ہوائیں تک جھوم اٹھی ہیں اور فضا نعرۂ تکبیر سے گونج رہی ہے۔ حضورؐ کی آمد پر یہ شہر رحمتوں اور برکتوں سے معمور ہو گیا ہے ـــــ رسول ہاشمیؐ کے غلاموں کے دل دھڑک رہے ہیں کہ وہ کون نصیبوں والا ہے جہاں یہ چاندؐ اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی پھیلائے گا ـــــ قصویٰ بیٹھی لیکن پھر اٹھ کھڑی ہوئی ـــــ رسول اللہؐ نے اس کی مہار چھوڑی ہوئی تھی ـــــ وہ چند قدم چلی اور پھر وہیں آ گئی جہاں سے ابھی ابھی اٹھی تھی ـــــ وہ پھر بیٹھ گئی۔ اپنی گردن ڈال دی اور رسول اللہؐ قصویٰ سے نیچے تشریف لائے۔

قصویٰ جس جگہ آ کر رکی وہ ایک میدان تھا جہاں ایک چبوترا بنا ہوا تھا۔ بنی نجار کے مسلمان یہاں نماز ادا کیا کرتے اور باقی جگہ پر کھجوریں سکھایا کرتے تھے ـــــ یہاں قریب ترین گھر حضرت ابوایوب انصاریؓ کا تھا۔ وہ حضور کی اجازت سے اونٹنی پر موجود سامان اپنے گھر لے گئے۔ جب کہ حضرت سعد بن زرارہؓ نے قصویٰ کی نکیل تھامی اور اپنے گھر چلے گئے۔

Marfat.com

یہاں بھی انصار میں سے ہر ایک کا اصرار تھا کہ نبی رحمتؐ انہیں شرفِ میزبانی بخشیں لیکن یہ اعزاز حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مقدر میں ہی لکھا تھا۔ لہٰذا آپؐ ان کے مکان پر قیام پذیر ہو گئے۔

یہ خوبصورت وادی جس میں چشمے ہیں، باغات ہیں، ہریالی ہے — صدیوں سے یثرب کے نام سے جانی جاتی تھی — حضورؐ کی آمد کے ساتھ ہی وہاں کے لوگوں نے اسے "مدینۃ النبیؐ" قرار دے دیا — اور پھر یوں ہوا کہ یثرب بھولی بسری داستان بن گیا — اب یہ مدینہ تھا — "مدینۃ النبیؐ"

یثرب کا مطلب بیماریوں کا گھر ہے۔ اب یہ بیماریوں کا گھر نہیں رحمت کا سرچشمہ تھا۔ یہیں سے کل عالم میں نورِ اسلام کے سوتے پھوٹنے والے تھے اور یہی آخر کار دارالامن بننے والا تھا۔

Marfat.com

ابوایوب انصاریؓ کا گھر ہی کیوں؟

آج یہ گھر موجود نہیں جہاں قصویٰ ٹھہری تھی۔ قصویٰ وہ اونٹنی ہے جو جنت میں داخل ہونے کا اعزاز حاصل کرے گی۔ نبی کریمؐ اس پر سوار جنت کا دروازہ عبور کریں گے اور نرالی شان ہوگی حضرت بلالؓ کی جو اونٹنی کی مہار تھامے ہوں گے۔ یوں وہ آپؐ سے بھی پہلے ___ جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے فرد بن جائیں گے۔

قصویٰ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر پر ٹھہری۔ یہ گھر بلکہ اس دور کا کوئی بھی گھر آج موجود نہیں۔ آپ مسجد نبویؐ میں جائیں۔ نماز کی ادائیگی اور آنحضرتؐ کے بعد شیخینؓ کو سلام پیش کریں پھر باہر باب بلال کی طرف آ جائیں۔ آج یہ دو دروازوں پر مشتمل ہے۔ مسجد میں چونکہ توسیع کا عمل تسلسل سے جاری رہتا ہے اس لیے معلوم نہیں کل اس کی کیا شکل ہوگی۔ آج کے باب بلال کی جانب رخ کریں اور دائیں جانب کی کھڑکیاں دیکھیں۔ ان میں سے چوتھی کھڑکی اس جگہ ہے جہاں حضرت ابوایوب انصاری کا گھر تھا۔ اس کا نصف اب مسجد کے تعمیر شدہ حصہ جب کہ باقی نصف صحن میں شامل ہو چکا ہے۔ اسی جگہ کو نبی محتشمؐ نے مدینہ میں قیام کے لیے پسند فرمایا___

آخر ایسا ہی کیوں ہوا؟ اس کی ایک وجہ اور تاریخ ہے جو چند ماہ یا چند سال نہیں پورے ایک ہزار سال پر محیط تھی۔ یہی وہ تاریخ تھی جس کی بنا پر مولائے کریم نے اونٹنی کو اس جگہ بیٹھ جانے کا حکم دیا کیونکہ وہ انبیاءؑ اور مرسلینؑ کے سردار کو ان کی امانت لوٹانا چاہتا تھا۔ یہ وہ امانت تھی جو یمن کا تبع بادشاہ رحمت عالمؐ کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ سیرت کی کئی ایک کتب میں اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔

بادشاہ تبع بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے یمن سے روانہ ہوا___ وہ سفر کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچ گیا۔ وہاں اس نے زیارت کعبہ کا شرف حاصل کیا___ اس کا غلاف بدلا اور پھر واپس وطن روانہ ہو گیا۔ بادشاہ کے ساتھ اس کا لشکر تھا۔ علماء کرام کی ایک بڑی تعداد بھی تھی۔ جو چار سو بتائی جاتی ہے۔ اس کا اس سرزمین سے گزر ہوا جہاں سرور عالمؐ توحید کی روشنی پھیلانے تشریف لانے والے تھے۔ اس وقت یہاں کوئی شہر نہیں تھا۔ حتیٰ کہ چند گھروں کی بستی تک موجود نہیں تھی۔ صرف ایک چشمہ تھا اور اس چشمے کا نام ہی یثرب تھا۔

Marfat.com

علما کرام جب اس مقام پر آئے۔ انہوں نے اس جگہ کو دیکھا۔ اس کے اردگرد کا جائزہ لیا۔۔۔ یہاں کے آثار پر ان کی نظریں پڑیں تو وہ اس جگہ ٹھہر گئے۔۔۔ وہ کتب آسمانی اور صحائف الہامی کا علم رکھتے تھے۔۔۔ ان کتب اور صحیفوں میں جو نشانیاں بتائی گئی تھیں اور جو بشارتیں موجود تھیں۔ وہ نشاندہی کر رہی تھیں کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے پورے عالم میں اسلام اور توحید کا نور پھیلے گا۔ اللہ کے آخری نبیؐ ہجرت کریں گے اور اس مقام کو اعزاز بخشیں گے کہ ان کے مبارک قدم یہاں تک آئیں گے اور یہیں اسلام کا پہلا دارالحکومت قائم ہوگا۔

علما یہ سب کچھ جان گئے تو ان کے شوق کا عجیب عالم تھا۔ ان کے دل یہیں اٹک گئے اور قدم یہاں سے آگے بڑھنے کو تیار نہیں تھے کہ یہاں تو اللہ کی رحمت ضوفشاں ہونے والی ہے۔ پھر وہ اس سے فیض یاب کیوں نہ ہوں۔ شاید ان کی قسمت یاوری کر جائے اور ان کی زندگی میں نبیوں کے سردارؐ اس جگہ تشریف لے آئیں چنانچہ ان کا متفقہ فیصلہ تھا کہ وہ آگے نہیں جائیں گے اور یہی مبارک مقام ان کی مستقل قیام گاہ ہوگا۔ علماء نے جب اپنے بادشاہ کو فیصلے سے آگاہ کیا تو وہ حیران رہ گیا اور علماء سے وجہ پوچھی۔

علماء کرام نے جواب دیا۔

''ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ محمدؐ نام کے نبی کا دارالہجرت یہی جگہ ہوگی لہٰذا اس نبیؐ کے شوق لقاء میں ہم یہیں مقیم رہیں گے۔''

یہ معاملہ جان کر بادشاہ کے دل میں بھی روشنی پھوٹ پڑی۔ اس نے کہا تو پھر میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ اسی جگہ ٹھہروں گا۔ وہ اپنی حکمرانی اور اپنی سلطنت کو فراموش کر بیٹھا۔ اس کے دل میں تو بس حضورؐ کی محبت اور حضورؐ کے دیدار کا شوق موجزن ہوگیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ آپؐ کب اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ کب ہجرت کریں گے اور کب اس وادی کو اپنی قدم بوسی کا اعزاز اور شرف عطا کریں گے۔ اس کے دل میں تو بس ایک ہی لگن تھی۔۔۔ عشق رسولؐ کی لگن۔۔۔!

تبع بادشاہ کے اس فیصلے کے بعد یہاں ایک شہر بسانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ بادشاہ نے ہر عالم کو ایک گھر بنوا دیا۔ اس نے علما کی تعداد کے مساوی لونڈیاں خریدیں۔ ایک ایک لونڈی کا ایک ایک عالم سے نکاح پڑھوایا۔۔۔ اس عاشق رسولؐ نے گوارا نہ کیا کہ حضورؐ تشریف لائیں تو ان کے پاس اپنا گھر نہ ہو لہٰذا اس نے ایک گھر نبی آخرالزماںؐ کے لیے بھی بنوا لیا۔

زمانہ گزرتا گیا بادشاہ خالقِ حقیقی کے پاس چلا گیا۔ چار سو علماء یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے لیکن یہاں شہر بس چکا تھا اور نبی رحمتؐ کا گھر بھی موجود تھا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ انہی میں سے کسی ایک کی نسل میں سے تھے۔ امام محمد بن یوسف شامیؒ نے لکھا ہے کہ:

Marfat.com

''باری باری یہ مکان کئی بادشاہوں کی تحویل میں آتا رہا۔ آخرکار یہ حضرت ابوایوبؓ کی ملکیت میں آیا اور آپؓ اس کی اولاد میں سے ہیں۔''

یمن کے اس حکمران نے رسول اکرمؐ کے نام ایک خط لکھا۔ اس خط کو سونے کے ساتھ سربمہر کر کے ایک بڑے عالم کی تحویل میں دے دیا۔ جو ایک سے دوسری نسل کے پاس منتقل ہوتا رہا۔۔۔ صدیاں گزرتی رہیں اور جب دس کی گنتی پوری ہوگئی تو یہ نامہ حضرت ابوایوبؓ کی تحویل میں تھا۔ اللہ تعالیٰ طے کر چکا تھا کہ اپنے محبوبؐ کے عاشق صادق کا یہ مکتوب آپؐ کے حوالے کرنے کا اعزاز حضرت ابوایوبؓ کو ہی حاصل ہوگا چنانچہ جب قصویٰ بیٹھ گئی اور حضور آپؐ کے گھر رونق افروز ہوگئے تو یہ خط حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

کتب سیر میں اس خط کے مندرجات موجود ہیں۔ خط میں لکھا تھا:

''یا محمدؐ میں آپؐ پر اور اس کتاب پر جو باری تعالیٰ نے آپؐ پر نازل کی ایمان لایا میں آپؐ کے دین پر ایمان لایا۔ میں آپؐ کے رب اور کائنات کی ہر شے کے رب پر ایمان لایا۔ اگر میں آپؐ کا دور پاؤں تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی اور اگر مجھے آپؐ کی زیارت حاصل نہ ہو سکے تو قیامت کے روز میری شفاعت فرمایئے۔''

یوں تبع بادشاہ ایک ہزار سال پہلے ہی آپؐ پر ایمان لا کر اہل ایمان اور اہل توحید میں شامل ہو گیا تھا۔

سیرت ابن کثیر میں رقم ہے کہ حضورؐ جس مکان میں ٹھہرے وہ آپؐ ہی کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس طرح شاہ یمن کی یہ خواہش پوری ہوگئی کہ حضورؐ جب ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں تو اس گھر میں قیام کریں۔

حضورؐ اس وقت تک اس مکان میں قیام پذیر رہے جب تک مسجد نبوی اور اس کے ساتھ حجرے تعمیر نہیں ہوگئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے بعد اس مکان کا مالک آپ کا آزاد کردہ غلام افلح بن گیا۔ افلح سے مکان مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے خرید لیا اور اس کی قیمت ایک ہزار دینار ادا کی۔ انہوں نے یہ مکان از سر نو تعمیر کرایا اور مدینہ منورہ کے ان افراد کے نام ہبہ کر دیا جو تنگ دست تھے۔

بادشاہ تبع اور اس کی قوم کا ذکر قرآن حکیم میں بھی آیا۔ سورۃ دخان کی آیت 37 ہے:

''کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے بھی پہلے تھے۔ ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ یقیناً وہ گنہگار تھے۔''

پھر سورۃ ق کی آیت 14 ہے:

Marfat.com

''اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی۔ سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پس میرا وعدہ عذاب ان پر صادق آ گیا۔''

درحقیقت تبع کسی ایک بادشاہ کا نام نہیں تھا۔ جس طرح روم کے ہر بادشاہ کو قیصر، ایران کے ہر بادشاہ کو کسریٰ، مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔ اس طرح سبا کے حمیرا اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔ حضرت سلمانؑ کے حوالے سے سبا کی جس ملکہ بلقیس کا ذکر آیا ہے وہ بھی انہیں میں سے تھیں۔ ان کا سورۃ سبا میں ذکر ہے۔ اس حوالے سے جس تبع کی قوم کی ہلاکت کا ذکر آیا ہے وہ کوئی اور تبع تھا۔

امام ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر میں اس تبع کے بارے میں لکھا ہے کہ:

اس نے حیرہ نام کی بستی آباد کی۔ یہ اپنے زمانے میں مدینہ میں بھی آیا تھا اور یہاں کے باشندوں سے لڑا لیکن لوگوں نے اسے اس سے روکا۔ خود اہل مدینہ کا بھی اس سے یہ سلوک رہا کہ دن کو تو لڑتے تھے اور رات کو ان کی مہمانداری کرتے تھے۔ آخر اس کو لحاظ آ گیا اور لڑائی بند کر دی۔ اس کے ساتھ یہاں کے دو یہودی عالم ہو گئے تھے جو حضرت موسیٰؑ کے سچے دین کے عامل بھی تھے اور اسے برائی بھلائی سمجھاتے رہتے تھے۔ انہوں نے کہا آپ مدینے کو تاخت و تاراج نہیں کر سکتے کیونکہ آخر زمانے کے پیغمبرؐ کی ہجرت کی جگہ ہے۔ پس وہ یہاں سے لوٹ گیا اور دونوں عالموں کو ساتھ لیتا چلا گیا۔ جب یہ مکہ پہنچا تو اس نے بیت اللہ کو گرانا چاہا لیکن ان دونوں عالموں نے اسے روکا، اس پاک گھر کی عظمت و حرمت بیان کی اور کہا اس کے بانی خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ ہیں اور نبی آخر الزمانؐ کے ہاتھوں پھر اس کی اصلی عظمت آشکارا ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ اپنے ارادے سے باز آیا بلکہ بیت اللہ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ طواف کیا، غلاف چڑھایا اور یہاں سے واپس یمن چلا گیا۔ خود حضرت موسیٰؑ کے دین میں داخل ہوا اور تمام یمن میں یہی دین پھیلایا۔ اس وقت تک حضرت مسیحؑ کا ظہور نہیں ہوا تھا اور اس زمانے والوں کے لیے یہی سچا دین تھا۔

غالباً بعد میں ان لوگوں نے اللہ اور اس کی نعمتوں کو بھلا دیا اور سورج پرست ہو گئے۔ مروی ہے کہ ان کے پاس بارہ تیرہ پیغمبر تشریف لائے اور آخر شامت اعمال انہیں پانی کا عذاب دیا گیا۔ قرآن کریم میں بھی تبع کی قوم کی مذمت کی گئی ہے خود تبع کی نہیں۔

ایک دفعہ رسول اللہؐ سے سوال ہوا کہ کیا سبا کسی عورت کا نام ہے یا مرد کا یا جگہ کا؟ تو آپؐ نے فرمایا یہ ایک مرد تھا۔ جس کے دس لڑکے تھے۔ جن میں سے 6 تو یمن میں جا بسے اور چار شام میں۔

امام ابن کثیر کے مطابق جس تبع نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا حضرت سعید بن جبیرؒ کی روایت کے مطابق آپؐ لوگوں کو منع کرتے تھے کہ اس تبع کو برا نہ کہو۔ یہ درمیان کا تبع ہے۔ اس کا نام اسد ابو کرب بن

Marfat.com

ملکیرب یمانی ہے۔اس کی سلطنت 326 سال تک رہی۔اس سے زیادہ لمبی عمران بادشاہوں میں سے کسی نے نہیں پائی۔حضورؐ سے قریباً سات سو سال پہلے اس کا انتقال ہوا۔مورخوں نے بیان کیا ہے کہ مدینہ کے ان دونوں موسوی عالموں نے جب تبع کو یقین دلا دیا کہ یہ شہر نبی آخرالزمانؐ کی ہجرت گاہ ہے تو اس نے ایک قصیدہ کہا اور اہل مدینہ کو بطور امانت دے گیا جوان کے پاس ہی رہا اور بطور میراث ایک دوسرے کے ہاتھ لگتا رہا۔اور اس کی روایت سند کے ساتھ برابر چلی آتی رہی یہاں تک کہ حضورؐ کی ہجرت کے وقت اس کے حافظ ابوایوب خالد بن زیدؓ تھے۔آنحضرتؐ کا بحکم اللہ نزول اجلال بھی یہیں ہوا۔اس قصیدے کے اشعار عربی میں ہیں تاہم ان کا ترجمہ یہ ہے:

> میری تہہ دل سے گواہی ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس اللہ کے سچے رسول ہیں جو تمام جانداروں کو پیدا کرنے والا ہے۔اگر میں ان کے زمانے تک زندہ رہا تو قسم اللہ کی آپؐ کا ساتھی اور آپؐ کا معاون بن کر رہوں گا۔اور آپؐ کے دشمنوں کے ساتھ تلوار سے جہاد کروں گا اور کسی کھٹکے اور غم کو آپؐ کے پاس پھٹکنے نہ دوں گا۔

حضرت کعبؓ کا بھی فرمان ہے کہ تبع کی تعریف قرآن سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی مذمت کی ان کی نہیں۔حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے کہ تبع کو برا نہ کہو وہ صالح شخص تھا۔ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تبع کو گالی نہ دو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔

تبع بادشاہوں کے حوالے سے مولانا مودودی تفہیم القرآن میں سورۃ الدخان آیت نمبر 37 کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تبع قبیلہ حمیر کے بادشاہوں کا لقب ہے یہ لوگ قومِ سبا کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔115 قبل مسیح میں ان کو سبا کے ملک پر غلبہ حاصل ہوا اور 300ء تک یہ حکمران رہے۔عرب میں صدیوں تک ان کی عظمت کے فسانے زبانِ زدِ خلائق رہے۔

Marfat.com

نبی کریمؐ کی پہلی نماز جمعہ

یہ جمعہ کا دن تھا آنحضرتؐ قبا میں چودہ روز قیام کے بعد جنوب کی جانب سے مدینہ میں داخل ہوئے اور خزرجی قبیلہ بنو سالم کی بستی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا اور نبی رحمتؐ نے یہاں پہلی بار نماز جمعہ پڑھائی۔ درحقیقت یہ سب سے پہلی نمازِ جمعہ نہیں تھی بلکہ مدینہ میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت سعد بن زرارہؓ پہلے سے ہی جمعہ کی نماز پڑھا رہے تھے لیکن نبی کریمؐ کی مدینہ میں سب سے پہلی نماز تھی قبیلہ بنو سالم اس پر نازاں تھا۔ اس لیے قبیلے نے اس جگہ مسجد بنا دی جس جگہ رسول کریمؐ نے جمعہ پڑھایا تھا۔ جو مسجد جمعہ اور مسجد بنو سالم کہلاتی تھی لیکن اب صرف مسجد جمعہ کا نام رہ گیا ہے۔ اس جگہ آنحضرتؐ کے ساتھ قریباً ایک سو مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ چند سال قبل مسجد میں توسیع اور اس کی تعمیر نو کی گئی اور اب یہاں ساڑھے چھ سو نمازیوں کی گنجائش ہے اور اس کے مینار کی بلندی پچیس فٹ ہے۔ اگر مسجد نبویؐ کی جانب سے آئیں تو مسجد وہاں سے اڑھائی کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

نماز سے پہلے آنحضرتؐ نے خطبہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

> سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ میں اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس سے اعانت، مغفرت اور ہدایت کا خواستگار ہوں۔ میرا اسی پر ایمان ہے۔ میں اس کی حکم عدولی کرنے والوں کا دشمن ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا اور لاشریک ہے اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اس نے محمدؐ کو ہدایت روشنی اور موعظت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے کہ عرصہ دراز سے کوئی رسول نہیں آیا۔ لوگوں میں علم کی قلت اور ظلالت کی زیادتی ہو گئی ہے۔ مجھے اختتام دنیا، قربِ قیامت اور قربِ اجل کے وقت بھیجا گیا ہے۔ جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ راستہ پالے گا اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا کہنا نہیں مانے گا وہ راستہ سے بھٹک جائے گا۔ وہ گمراہ ہو جائے گا اور گمراہی میں بری طرح پھنس جائے گا۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اس لیے کہ مسلمان مسلمان کو جو بہترین نصیحت کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ آخرت کے لیے تیار کیا جائے اور اللہ سے ڈرنے کے لیے کہا جائے

Marfat.com

جن باتوں کے کرنے سے تمہیں اللہ نے روکا ہے ان سے بچتے رہو۔ اس سے افضل کوئی نصیحت نہیں ہے اور نہ اس سے افضل کوئی گفتگو ہے۔ دنیا کے کام انجام دیتے وقت جس کے سامنے اللہ کا ڈر رہتا ہے۔ یاد رکھو یہ ڈر اور تقویٰ اس کی عافیت سنوارنے میں اعلیٰ ترین مددگار ثابت ہوگا۔ اور جب کوئی اپنے اور اللہ کے معاملے کو ٹھیک کرے گا۔ وہ معاملہ پوشیدہ ہو یا ظاہر اور وہ معاملہ ٹھیک کرنے میں اس کی نیت مخلصانہ ہوگی تو ایسا کرنا اسے دنیا میں فائدہ دے گا ور مرنے کے بعد یہ اس کے لیے ایک متاعِ خیر بن جائے گا جب کہ آدمی کو اعمالِ خیر کی ضرورت بھی ہوگی اور اگر کوئی اللہ سے اپنا معاملہ ٹھیک نہیں کرتا تو وہ شخص چاہے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور رکھے جائیں۔ اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ (کہ ساری اونچ نیچ اس نے بندوں کو بتا دی ہے) جس نے اللہ کے فرمانے کو سچ جانا اور اس سے قول وقرار کر کے انہیں پورا کیا۔ اس کی نسبت اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ ہمارے ہاں قول وقرار بدلتا نہیں اور ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔ تم جو اس وقت کر رہے ہو اور جو کام تم آئندہ کرنے والے ہو وہ پوشیدہ ہو یا ظاہر تو اللہ کے ڈر اور تقویٰ کو سامنے رکھو۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثواب کی زیادتی ہوتی ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ بہت بڑی کامیابی پاتا ہے۔ ڈر اور تقویٰ اللہ کے غصہ، عذاب اور خفگی سے بچاتا ہے۔ اللہ کا ڈر اور خوف چہرے کو چمکائے گا۔ اللہ کو راضی کرے گا اور درجات کو بلند کرے گا۔ دنیا کی لذتوں سے تمہیں محروم نہیں کیا جاتا مگر اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے تمہیں اپنی کتاب سکھائی ہے اور اپنی راہ دکھائی ہے کہ مصدقین اور مکذبین میں امتیاز ہو جائے۔ اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے تم اس کے بندے کے ساتھ بھلائی کرو اور اس کے دشمنوں کو دوست نہ رکھو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونے والا دشمن دلائل سے ہلاک ہو اور زندگی پانے والا روشن دلائل سے زندگی پائے اور اللہ کے سوا کوئی قوت والا نہیں ہے۔ اللہ کو یاد رکھو اور اپنے مستقبل کے لیے نیک عمل کرو۔ جو اپنے اور اللہ کے مابین معاملہ ٹھیک کر لیتا ہے۔ اس کے اور خلق خدا کے معاملے اللہ

Marfat.com

ٹھیک کر دیتا ہے۔ اللہ کا حکم بندوں پر چلتا ہے۔ بندے اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے۔ اللہ بندوں کا مالک ہے۔ بندے اللہ کے مالک نہیں ہیں۔ اللہ بڑا ہے اور اللہ عظیم کے سوا کسی میں کوئی قوت نہیں ہے۔ (حیات سرورِ کائناتؐ)

نبی امیؐ کا مدینہ منورہ میں پہلا خطبہ کیا خوبصورت ہے۔ ایک ایک لفظ موتیوں میں تولے جانے کے لائق ہے بلکہ اس سے بھی اتنا زیادہ کہ شاید اس کا مول دیا ہی نہیں جا سکتا۔ اب یہ بندوں کا کام ہے کہ وہ اس پر کس حد تک عمل کر کے اپنے لیے فلاح کا سامان کرتے ہیں۔

نماز جمعہ اور اس خطبہ کے حوالے سے خزرج کے قبیلہ بنو سالم کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت 256 ''لا اکـــــرہ فـــی الدین ''یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ اسی قبیلے کے حوالے سے ہے۔ بنو سالم کے ایک صحابی ابو حصینؓ تو اسلام کے نور سے بہرہ ور ہو چکے تھے مگر ان کے دو بیٹے ابھی تک عیسائیت پر قائم تھے۔ آپؓ انہیں مجبور کرتے تھے کہ اسلام قبول کرلو۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابو خثیمہؓ بھی اس قبیلے سے تھے جو غزوہ تبوک پر نہیں جا سکے۔ ایک دن شرم آ گئی تو گھر میں تیار کھانا اور ٹھنڈا پانی چھوڑ کر روانہ ہو گئے تبوک پہنچنے پر آنحضرتؐ کو آپ بیتی سنائی تو رسولِ رحمتؐ نے انہیں دعا دی۔

Marfat.com

مسجدِ نبویؐ

مدینہ میں قیام کا مسئلہ طے ہونے کے بعد آپؐ نے فیصلہ کیا کہ ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ چنانچہ مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع ہوگئی۔ یہ اس جگہ بنائی گئی جہاں مسلمان حضرت اسعد بن زرارہؓ کی امامت میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ یہ جگہ دو یتیم لڑکوں سہیل اور سہل کی ملکیت تھی۔ دونوں نے اصرار کیا کہ یہ جگہ بلا قیمت قبول کر لی جائے۔ مگر حضورؐ نے یتیموں کی یہ جگہ قیمت ادا کیے بغیر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ سات دینار کی اس جگہ کے دس دینار ادا کیے یہ رقم حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی جیب سے دی۔

مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی۔ حضورؐ اور صحابہؓ اس کی تعمیر کے کام میں خود بھی شریک تھے۔ کچی اینٹوں سے بنی مسجد پر کھجور کے ستون اور اس کی شاخوں کی چھت تھی۔ اس کے ایک جانب چھپر ڈال کر چبوترا بنایا گیا۔ جو مہاجرین بے گھر اور بے وسائل تھے ان کا ٹھکانہ یہ چبوترا تھا۔ عربی میں ''صفہ'' چبوترے کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے یہ مہاجرین اہل صفہ کہلائے۔ یہ لوگ یہاں عبادت میں مصروف رہتے اور عموماً صحابہ کرامؓ خورد و نوش کے لیے انہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ بڑے بڑے نامور صحابہ کرامؓ 'اہل صفہ'' میں سے تھے۔

مسجد کے ساتھ نبی رحمتؐ نے ام المومنین حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ (جن کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی) کے لیے کچی اینٹوں اور کھجور کی چھت کے ساتھ حجرے بنائے۔ آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے اہل خانہ ابھی مکہ مکرمہ میں ہی تھے جنہیں مدینہ بلوالیا گیا۔

کیا شان ہے مسجد نبوی کی —— قبل ازیں یہ اتنی وسیع نہیں تھی مگر آج حضورؐ کے دور کا پورا مدینہ شہر اس کی وسعتوں میں شامل ہے۔ یہاں ایک سرور آمیزسی ٹھنڈک اور راحت کا احساس ہوتا ہے۔ یہاں ہر جگہ آپؐ کے مقدس اور مبارک قدم پڑے ہوں گے۔ کیا معلوم ہم نے کتنی بار انہی مقامات پر اپنی جبینِ نیاز اس ذات باری تعالیٰ کے حضور جھکائی ہو جس جگہ کو آپؐ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ہوگا۔ مسجد نبوی میں ایک جگہ کے بارے میں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے اور یہ جگہ خود منبرِ رسولؐ ہے۔ آپؐ کے ملائے اعلیٰ کے پاس تشریف لے جانے کے بعد خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک سیڑھی نیچے اور پھر خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ اس سے ایک سیڑھی نیچے تشریف فرما ہوتے تھے۔ ایک سیڑھی نیچے آجانے کی وجہ ادب و احترام کے سوا

Marfat.com

کچھ نہیں تھا۔ منبر کا وہ حصہ بند کر دیا گیا ہے جہاں آپؐ کی مبارک پیشانی مالکِ کائنات کے حضور جھکتی رہی ہے۔ چند سال پہلے تک وہ جگہ کھلی تھی جہاں آپؐ امامت کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور جس جگہ آپؐ کے پائے مبارک ہوتے تھے وہاں سجدہ دینے کا لطف ہی کچھ اور تھا۔

اور یہی تو وہ جگہ ہے۔ جہاں ایک معجزہ رونما ہوا تھا۔ اس جگہ سے قریب ہی ایک خشک تنا موجود تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کھجور کا تنا تھا۔ نبی رحمتؐ اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے۔ بعد میں اس جگہ لکڑی کا ایک منبر بنا دیا گیا۔ اگلے جمعہ جب سرورِ عالمؐ خطبہ کے لیے منبر پر تشریف لے گئے تو اس درخت نے ایک بچے کی طرح گریہ زاری شروع کر دی۔ حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لائے تو اسے اپنے ساتھ لگا کر چپ کرانے لگے تنے نے اس طرح ہچکیاں لینا شروع کر دیں جیسے ایک چھوٹا بچہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا یہ اس لیے رو رہا ہے کہ میں نے اس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ کیوں نہیں دیا۔

بعض روایات کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ حضورؐ نے تنے کو سینے سے لگایا اور کچھ دیر بعد اسے حکم دیا کہ وہ اب خاموش ہو جائے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی تو تاجدار کون و مکاںؐ نے تنے کو اختیار دے دیا کہ اسی جگہ اگا کر ہرا بھرا کر دیا جائے بصورت دیگر اس کا مقام جنت میں بنا دیا جائے اس پر تنے نے اپنے لیے جنت میں جانا پسند کیا۔

پھر یہاں ریاض الجنہ ہے۔ حدیث پاکؐ کی روشنی میں یہ جنت کا ہی ایک حصہ ہے اللہ کا فرمان ہے کہ جو ایک دفعہ جنت میں داخل ہو جائے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی میں رہے گا لہٰذا ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ ریاض الجنہ میں داخل ہو جانے والا روز محشر بھی جنت کو سدھارے گا۔ اس جگہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے وقت اس زمین پر موجود مقدس جگہ کو واپس جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ میرا منبر قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوگا (بخاری شریف)

علماء کرام کے نزدیک یہ جگہ جنت کے ایک باغیچہ کے عین نیچے ہے اور یہاں ذکر واذکار سے جنت کے باغیچے والی رحمت اور سعادت حاصل ہوتی ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ میری اس مسجد میں توسیع ہوتی رہے گی۔ آنحضرتؐ کے فرمان کے عین مطابق نہ صرف توسیع ہوئی بلکہ یہ عمل مسلسل جاری وساری ہے۔ نبی رحمتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک

Marfat.com

نماز ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ وہاں جانے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس مسجد کے ادب و احترام کو بھی پوری طرح ملحوظ رکھیں۔

مسجد میں توسیع کی ابتدا خود نبی کریمؐ نے کر دی تھی۔ لہٰذا سب سے پہلی توسیع 7ھ میں ہوئی جس سے مسجد کا رقبہ بڑھ کر 2500 مربع میٹر جب کہ چھت کی بلندی ساڑھے تین میٹر ہو گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دورِ حکومت مختصر رہا اور اس میں مسجد اپنی حدود پر تھی۔ دوسری بار حضرت عمر فاروقؓ نے دس سال بعد مسجد کو وسیع کیا۔ لہٰذا 17ھ میں مغربی، شمالی اور جنوبی جانب اضافہ کیا گیا۔ چھت کی بلندی دو میٹر بڑھا دی گئی جب کہ باب النساء اور باب السلام تعمیر کیے گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے 29ھ میں مذکورہ تینوں اطراف میں مزید پانچ پانچ میٹر بڑھا دیئے۔ وہ اس تعمیر میں خود بھی کام کرتے رہے۔ پھر باسٹھ برس تک مسجد جوں کی توں رہی۔ 91ھ میں اموی دور میں دو رویہ دس دس میٹر کا اضافہ کیا اور دوہری چھت ڈالی گئی۔ دروازوں کی تعداد بیس کر دی گئی۔ چار میناروں اور محراب کا اضافہ کر دیا۔ 75 برس بعد عہد عباسی میں صرف شمالی سمت میں توسیع کی گئی اور صفِ اول پر چھت ڈال کر بند چبوترہ بنا دیا گیا۔ سات صدیوں سے زائد عرصہ بعد 888ھ میں قایتبائی کے دور میں چھٹی توسیع اس طرح ہوئی حجرہ شریف کی جالیوں کی سمت 112 میٹر کا اضافہ کر دیا گیا۔ حجرہ شریف پر دو گنبد بنائے اور مسجد کی چھت بلند کر دی گئی۔ 1277ھ میں ترکی عہد میں اسی جانب 262 میٹر توسیع کے علاوہ چھت کو گنبدوں کی شکل دی اور ان پر سیسے کی تختیاں لگا دی گئیں۔ آٹھویں توسیع ملک عبدالعزیز نے 1372ھ میں کرائی۔ انہوں نے مشرقی، غربی اور شمالی جانب 6044 مربع میٹر رقبہ بڑھا دیا اور چھت بھی مزید بلند کر دی گئی۔ اس تعمیر و توسیع پر قریباً 70 ملین ریال خرچ ہوا۔ شاہ فہد نے 1414ھ میں بہت بڑی توسیع کرائی جس کے بعد نمازیوں کی گنجائش نو گنا بڑھ گئی۔ اب مسجد میں بیک وقت پانچ لاکھ 35 ہزار مسلمان نماز ادا کر سکتے ہیں۔ گراؤنڈ فلور پر ایک لاکھ 67 ہزار، چھت پر نوے ہزار اور عمارت کے بیرونی صحن میں ایک لاکھ سے زائد نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اس وقت مسجد میں دس مینار ہیں۔ دو منزلہ کار پارکنگ میں ساڑھے چار ہزار گاڑیاں کھڑی کی جا سکتی ہیں۔ چار منزلہ وضو خانوں میں چھ ہزار ٹوٹیاں اور دو ہزار بیت الخلا ہیں۔ مشرقی سمت میں بھی مزید پارکنگ اور وضو خانے بنائے جا رہے ہیں۔

آج کی مسجد نبویؐ میں متحرک گنبدوں کی تعداد 27 ہے جن کی تزئین پر 68 کلوگرام سونا استعمال ہوا ہے۔ گراؤنڈ فلور پر 2174 ستون اور ان پر 1600 ٹن پیتل لگایا گیا ہے۔ تہہ خانے کا رقبہ 79 ہزار مربع میٹر

Marfat.com

اوراس میں 2554 ستون ہیں۔ چھت کے ستون 550 ہیں۔ متحرک برقی سیڑھیاں چار عدد اور عام سیڑھیاں 18 عدد ہیں۔ مسجد کا ہر ایک دروازہ 25 ٹن وزنی ہے۔ ائر کنڈیشننگ کے لیے سرنگ کی لمبائی سات کلومیٹر، چوڑائی 6.10 میٹراور بلندی 4.10 میٹر ہے۔ مسجد میں نگران کیمرے بھی نصب ہیں جن کی تعداد 543 ہے۔

اسی باب میں منبر نبویؐ کا ذکر آیا ہے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرا منبر جنت کے ایک اونچے دروازے کی سیڑھی ہوگا۔ ایک اور ارشاد نبویؐ کے مطابق میرے منبر کے پائے بہشت کی سیڑھی ہوں گے جو کوئی اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ میں بن گیا۔

ابتدائی مسجد کے ستونوں میں سے ہر ستون کی کوئی نہ کوئی اہمیت ہے۔ مثلاً ستون حنانہ کھجور کے اس درخت کی جگہ بنایا گیا ہے جہاں نبی کریمؐ خطبہ دیا کرتے تھے۔ ستون عائشہؓ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس جگہ کا تعین کیا جس کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا تھا کہ اگر لوگوں کو اس کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہاں نماز کے لیے قرعہ اندازی کرنا پڑے۔ منبر نبویؐ سے چوتھا ستون ابی لبابہؓ ہے۔ اپنی ایک غلطی پر جناب ابی لبابہؓ نے خود کو اس ستون کے ساتھ باندھ لیا تھا اور توبہ قبول ہونے پر نبی کریمؐ نے آپؓ کو کھولا۔ اسی طرح ہر ستون اس دور کے کسی نہ کسی اہم واقعہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

Marfat.com

دنیا کا پہلا تحریری دستور

مسلمانوں کی پہلی باقاعدہ مملکت مدینہ منورہ میں قائم ہوئی۔ رسول اللہؐ کی مدینہ ہجرت کے ساتھ ہی اس مملکت کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ رسول کریمؐ نے اس کے انتظام و انصرام کی طرف باقاعدہ توجہ دی۔ اگرچہ مدینہ میں یہودی چھائے ہوئے تھے۔ تمام کاروبار ان کے قبضہ میں تھا اور املاک بھی بہت کم غیر یہودیوں کے پاس تھیں لیکن اسلام اور آنحضرتؐ کے مدینہ میں آنے کے بعد انہوں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان کی برتری کو تسلیم کر لیں لہٰذا رسول کریمؐ کو بلا شرکت غیرے اس نئی قائم ہونے والی مملکت کا سربراہ تسلیم کر لیا گیا۔ اب آپؐ ہی سربراہِ مملکت، چیف جسٹس اور سپہ سالارِ اعلیٰ تھے۔

آپؐ نے ابتداء ہی میں ایک ایسے دستور کی ضرورت کو محسوس کر لیا تھا جس میں مملکت کے تمام طبقوں اور مذاہب کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ ہر ایک کو انصاف فراہم کیا جائے اور مملکت کے دفاع میں سب کو شریک کیا جائے۔ لہٰذا مختلف گروہوں کی مشاورت سے ایک دستور ترتیب دیا گیا جس کے 53 آرٹیکلز تھے جو کسی طرح بھی آج کے دساتیر یا اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر سے کم نہیں بلکہ ان سے دو قدم آگے ہی تھا اور بلاشبہ یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا۔ آج میگنا کارٹا کو پہلا تحریری دستور قرار دیا جاتا ہے لیکن یہ دستور کوئی اڑھائی تین سو سال پرانی بات ہے جب کہ رسول اللہؐ کا دیا ہوا دستور چودہ صدیاں قبل تحریر کیا گیا تھا۔

اس دستور میں سیاسی، سماجی، اقتصادی، مذہبی بلکہ ہر قسم کے حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ اور اس کے نبیؐ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔ اس دستور کو یہاں من و عن دیا جاتا ہے تاکہ قارئین اس کے بارے میں صحیح طور پر جان سکیں کیونکہ یہی وہ دستور ہے جس میں مختلف مذاہب، قبیلوں، گروہوں اور جماعتوں کو انسانیت کے بہترین مقاصد اور ان کے فروغ کے لیے متحد کر دیا گیا اور ایک باقاعدہ نظام قائم کیا گیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ دستور ابن ہشام کی سیرت النبیؐ سے لیا گیا ہے جنہوں نے اسے ابن اسحٰق کے حوالے سے دیا ہے۔ متن درج ذیل ہے۔

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ نوشتہ یا دستاویز ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف سے جو نبی ہیں۔ قریش اور اہل یثرب میں سے ایمانداروں اور اطاعت گزاروں نیز ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں، ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیں۔

Marfat.com

1- دوسرے لوگوں کے بالمقابل وہ ایک سیاسی وحدت ہوں گے۔

2- قریش کے مہاجر قبل اسلام کے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کیا کریں گے اور اپنے اسیروں کا فدیہ ادا کریں گے تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہمی نیکی اور انصاف کا ہو۔

3- اور بنی عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

4- اور بنی حارث اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

5- اور بنی ساعدہ اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

6- اور بنی جشم اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

7- اور بنی نجار اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

8- اور بنی عمرو بن عوف اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

9- اور بنی النبیت اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

10- اور بنی اوس اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

11- اور ایماندار لوگ کسی مفلس اور زیر بار شخص کو مدد دیئے بغیر نہ چھوڑیں گے تاکہ اس کا فدیہ یا خوں بہا بخوبی ادا ہو سکے۔

12- اور کوئی مومن کسی مومن کی اجازت کے بغیر اس کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہ کرے گا۔

13- اور متقی، ایماندار ہر اس شخص کی مخالفت پر کمر بستہ رہیں گے جو ان میں سے سرکشی کرے، جو ظلم یا گناہ یا زیادتی کا مرتکب ہو یا ایماندار لوگوں میں فساد پھیلائے۔ ان سب کے ساتھ ایسے شخص کی مخالفت پر ایک ساتھ اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

14- اور کوئی ایماندار کسی ایماندار کو کافر کی خاطر قتل نہ کرے گا اور نہ کسی ایماندار کے خلاف کافر کی امداد کرے گا۔

Marfat.com

-15 اور خدا کا ذمہ ایک ہی ہے۔ مسلمانوں میں سے ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا اور ایماندار دوسرے لوگوں کے مقابلے میں باہم بھائی بھائی ہیں۔

-16 اور یہودیوں میں سے جو اتباع کرے گا اسے امداد و مساوات حاصل ہوگی۔ نہ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جا سکے گی۔

-17 ایمانداروں کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں ہو تو کوئی ایماندار کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا جب تک یہ صلح سب کے لیے برابر نہ ہو۔

-18 وہ تمام گروہ جو ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے ایک دوسرے کے پیچھے ہوں گے۔

-19 اور ایماندار اس چیز کا بدلہ لیں گے جو خدا کی راہ میں ان کے خون کو پہنچے۔

-20 اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ متقی اور ایماندار سب سے بہتر اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

-21 اور کوئی مشرک قریش کے جان اور مال کو پناہ نہ دے گا اور نہ ایماندار کے لیے اس سلسلے میں رکاوٹ بنے گا۔

-22 اور جو شخص کسی مومن کو ناحق قتل کرے گا اور گواہوں سے اس کا ثبوت بھی مل جائے گا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ بجز اس صورت کے کہ مقتول کا ولی خوں بہا پر راضی ہو جائے۔ اور تمام ایماندار اس کی تعمیل کے لیے اٹھیں گے اور اس کے سوا ان کے لیے کوئی صورت جائز نہ ہوگی۔

-23 اور کسی ایماندار کے لیے جو اس نوشتہ یا دستاویز کے مندرجات کا اقرار کر چکا ہے۔ نیز خدا اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہے، جائز نہیں کہ کسی فتنہ اٹھانے والے کی مدد کرے یا اسے پناہ دے۔ جو اسے پناہ دے گا، قیامت کے دن خدا کی لعنت اور غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور اس سے کوئی فدیہ یا بدلا قبول نہ کیا جائے گا۔

-24 اور جب کبھی تم میں سے کسی چیز کے متعلق اختلاف پیدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

-25 اور یہودی جب تک ایمانداروں کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہیں گے، مصارف بھی برداشت کرتے جائیں گے۔

-26 اور بنی عوف کے یہودی ایمانداروں کے ساتھ ایک امت (سیاسی وحدت) تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودی اپنے دین پر رہیں اور مسلمان اپنے دین پر خواہ موالی ہوں یا اصل۔ البتہ جو لوگ ظلم اور جرم کے مرتکب ہوں گے وہ اپنی ذات یا گھرانے کے سوا کسی کو ہلاکت و فساد میں نہیں ڈالیں گے۔

-27 اور بنی نجار کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

-28 بنی حارث کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

Marfat.com

-29 اور ساعدہ نجار کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

-30 اور بنی جشم کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

-31 اور بنی اوس کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

-32 اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ البتہ جو ظلم یا جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مبتلائے ہلاکت وفساد نہ ہوگا۔

-33 اور جفنہ بھی بنی ثعلبہ کی شاخ ہیں انہیں بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

-34 اور بنی شطیبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔

-35 اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

-36 اور یہودیوں کے قبائل کی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

-37 اور یہ کہ ان میں سے کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر جنگ کے لیے نہ نکلے گا۔

-38 اور زخم کا بدلہ لینے میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے گی۔ جو شخص خونریزی کرے تو ذمہ داری اس پر اور اس کے گھرانے پر ہوگی۔ بجز اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور خدا اس کے ساتھ ہے۔

-39 یہودی اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے خرچ کے۔

-40 جو کوئی اس دستور العمل کو قبول کرنے والوں کے خلاف جنگ کرے تو وہ (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی پر عمل پیرا رہیں گے اور باہم مشورہ کریں گے۔ وفا ان کا شیوہ ہوگا نہ کہ عہد شکنی۔

-41 کوئی شخص اپنے حلیف کی بدعملی کا ذمہ دار نہ ٹھہرایا جائے گا اور مظلوم کو بہر حال مدد دی جائے گی۔

-42 یہودی اس وقت تک مصارف برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جنگ میں شریک رہیں گے۔

-43 یثرب کا میدان اس نوشتے کو ماننے والوں کے نزدیک مقدس ومحترم ہوگا۔

-44 پناہ گزین سے ویسا ہی برتاؤ ہوگا جیسا کہ اصل شخص پناہ دہندہ سے ہو رہا ہو۔ نہ اسے کوئی نقصان پہنچایا جائے اور نہ وہ کسی جرم کا مرتکب ہوگا۔

-45 کسی عورت کو اس کے کنبے والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہ دی جائے گی۔

-46 اس نوشتے کو قبول کرنے والوں کے درمیان کوئی نیا معاہدہ یا جھگڑا پیدا ہو، جس پر فساد رونما ہونے کا ڈر ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف لوٹایا جائے

Marfat.com

گا۔اس نوشتے میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کو اس پر زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفاداری پسند ہے۔

-47 نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ اس شخص کو جو ان کا معاون ہو۔

-48 اگر کوئی یثرب پر حملہ آور ہو تو ان (معاہدہ کے فریقوں یعنی یہودیوں اور مسلمانوں) پر ایک دوسرے کی امداد و نصرت لازم ہوگی۔

-49 اگر انہیں صلح کر لینے اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی تو یہ اسے قبول کر لیں گے اور شریک ہوں گے۔اس طرح جب وہ کسی کو صلح کے لیے بلائیں گے تو اسے قبول کریں گے اور مسلمانوں پر بھی قبول کر لینا لازم ہوگا بجز اس صورت کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

-50 ہر شخص کے حصے میں اس کی مدافعت آئے گی جو اس کے بالمقابل ہوگا۔

-51 اور اوس کے یہودیوں کو اصل ہوں یا موالی وہی حقوق حاصل ہوں گے۔ جو اس نوشتے کے ماننے والوں کو حاصل ہوں گے۔

ابن ہشام نے کہا: بعض نے کہا ہے اس نوشتے کے فریقوں سے اچھا برتاؤ اور احسان ہو تو۔

ابن اسحٰق نے کہا: بعض روایتوں کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں! اور وفاداری عہد شکنی سے مانع ہوگی۔ ہر شخص کے کیے دھرے کا نقصان اس پر ہوگا اور اللہ اس شخص کی حمایت پر ہوگا جو اس نوشتے کے مشمولات پر زیادہ سچائی اور زیادہ وفاداری سے قائم رہے۔

-52 یہ نوشتہ کسی ظالم یا مجرم کے آڑے نہ آئے گا۔جو شخص جنگ کے لیے نکلے وہ بھی اور جو شخص گھر میں بیٹھا رہے وہ بھی امن کا مستحق ہوگا۔صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جو ظلم یا جرم کے مرتکب ہوں گے۔

-53 خدا اس شخص کا حامی ہے جو عہد و اقرار میں وفا شعار اور پرہیز گار اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس کے حامی ہیں۔

یہ تحریر مہاجرین، انصار اور یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ کی حیثیت رکھتی ہے جس میں ان کے حقوق و فرائض کی نشاندہی کے علاوہ ان کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔اس لحاظ سے یہ کثیر مذہبی قومی مملکت میں ایک مثالی دستور یا آئین کی حیثیت رکھتا ہے اور آج کی نام نہاد متمدن دنیا کے دساتیر کا مقابلہ ہی نہیں کرتا بعض معاملات میں ان سے بہت بہتر اور بہت آگے ہے۔

Marfat.com

تحویلِ قبلہ

مسجد قبلتین ــــ خوبصورت مسجد، اردگرد کا منظر بھی خوبصورت، درختوں اور پودوں کی بہار ہے۔ شارع خالد بن ولید کے کنارے اور وادی عتیق کے قریب اس مسجد کی تاریخی حیثیت ہے۔ خزرج کے نامور قبیلہ بنوسلمہ کے علاقے میں یہ مسجد نبی کریمؐ کی مسجد سے قریباً ساڑھے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس قبیلہ کی آبادی وادیٔ عتیق کے قریب جبل سلع کے مغربی جانب تھی۔ جبل سلع وہ پہاڑی ہے جہاں غزوہ احزاب یا غزوہ خندق بپا ہوا اور مشرکین کو دم دبا کر بھاگنا پڑا۔ بنوسلمہ نے مسجد نبویؐ کے قریب منتقل ہونے کی اجازت چاہی تو آنحضرتؐ نے انہیں اجازت نہیں دی۔ آپؐ کی نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ دفاعی اور اقتصادی حوالے سے بنوسلمہ کا یہاں سے منتقل ہونا مناسب نہیں۔ لہٰذا آپؐ نے فرمایا اے بنوسلمہ! مسجد نبوی تک اٹھنے والے قدموں کا خیال کرو۔

مسجد قبلتین کی تاریخی اہمیت کیا ہے ــــ؟

یہی وہ مسجد ہے جس میں نبی کریمؐ ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے کہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 144 نازل ہو گئی۔ اس آیت کے ذریعے حکم دے دیا گیا کہ اپنا قبلہ مسجد حرام کی جانب کر لو ــــ اس وقت تک مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے اور مسجد نبوی بھی اسی رخ پر تعمیر ہوئی تھی۔ تحویل قبلہ کا حکم آ جانے پر مسجد نبویؐ میں شمال کی جانب ایک نئے دروازے کا اضافہ کیا گیا۔ اس وقت تک یہودی طعنہ دیتے تھے کہ دیکھو! مسلمانوں نے ہمارا قبلہ اپنا لیا ہے ــــ وہ اسے اپنے مذہب کی سچائی کی دلیل کے طور پر استعمال کرتے تھے ــــ آنحضرتؐ کی دلی خواہش تھی کہ مسلمانوں کے لیے بیت اللہ شریف کو قبلہ قرار دے دیا جائے۔

حکم ربی کے تحت مسلمان مدینہ میں ایک سال پانچ ماہ تک بیت المقدس ہی کے رخ اللہ کے حضور سربسجود ہوتے رہے۔ رسول اللہؐ کے دل کی خواہش برقرار رہی۔

بعض روایات میں بتایا گیا ہے کہ نبی آخر الزمانؐ نے اپنی اس خواہش کا اظہار حضرت جبرائیل امینؑ سے بھی کیا مگر وہ بھی حکم ربیّ کے تابع تھے۔ حضورؐ بار بار خانہ کعبہ کی سمت میں دیکھا کرتے ــــ اکثر آپؐ کی نظریں اس جانب اٹھ جاتیں کہ ــــ آپؐ کے دل میں یہ خواہش بڑی شدت سے موجزن تھی ــــ آخر شعبان 2 ہجری کو وہ حکم ربی آ پہنچا ــــ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

Marfat.com

''اے نبی! ہم آپ کا چہرہ بار بار آسمانوں کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔اب ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف موڑ دیں گے جس سے آپ خوش ہو جائیں گے تو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو اور تم (مسلمان) جہاں کہیں بھی ہو۔اپنا رخ اس جانب موڑ لو۔اہل کتاب جانتے ہیں کہ حق وہی ہے جو ان کے خدا کی طرف سے آیا ہے اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس سے بھی غافل نہیں۔(البقرہ:144)

قصہ اس طرح سے ہے کہ ایک دن آپؐ بنی سلمہ کے محلّہ میں حضرت بشیر بن البراءؓ کی والدہ کے ہاں کھانے پر مدعو تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ اسی محلّہ کی مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز کی امامت فرمائی۔اس وقت رخ اقدس بیت المقدس کی طرف تھا۔یہ ظہر کی نماز تھی آپؐ دو رکعتیں ادا فرما چکے تھے اور تیسری رکعت جاری تھی کہ جبرائیل امینؑ حاضر ہو گئے اور وہ خوشخبری آپؐ تک پہنچا دی۔اس میں کسی تاخیر کا حکم بھی نہیں تھا۔۔۔اسی نماز کا باقی حصہ بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے مکمل کرنے کا حکم تھا۔چنانچہ تیسری رکعت میں ہادیٔ برحقؐ نے رخ انور کو پھیرا اور بیت اللہ کی طرف کر لیا۔آپؐ کی امامت میں نماز ادا کرنے والے صحابہ کرامؓ نے دیکھا تو انہوں نے بھی فوراً رخ بدل لیا۔ان کے پیچھے خواتین تھی جو نماز ادا کر رہی تھیں۔ان خواتین نے بھی کوئی تامل نہیں کیا اپنی جگہ سے ہٹ گئیں اور مردوں کے پیچھے جا کھڑی ہوئیں۔اسی دن سے مسجد کا نام ''مسجد قبلتین'' یعنی دو قبلوں والی مسجد پڑ گیا۔یہ خوبصورت اور وسیع وعریض مسجد آج بھی موجود ہے اور اسی نام سے جانی جاتی ہے۔اس حوالے سے یہ مسجد بلاشبہ تاریخ ساز ہے۔

پھر یہ خبر پھیلتی چلی گئی اور جس جس نے سنا اس نے اسی وقت قبلہ تبدیل کر لیا۔بعض جگہ تو یہ حکم اس وقت پہنچا جب نمازی رکوع میں تھے اور انہوں نے اسی حالت میں قبلہ تبدیل کر لیا۔

قریباً تین عشرے قبل مسجد کے اردگرد کوئی خاص آبادی نہیں تھی۔زیادہ تر جگہ خالی پڑی تھی مگر اب مسجد بارونق علاقے میں ہے اور اردگرد سڑکوں اور بستیوں کا جال بچھا ہوا ہے۔مسجد میں اب تک کی آخری توسیع 1408ھ میں شاہ فہد کے دور میں ہوئی۔جس کے بعد گنجائش بڑھ گئی اور دو ہزار نمازیوں کے لیے جگہ پیدا ہو گئی۔

تاریخ اور سیرت کی کتب میں قبلتین کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے مگر سعودی حکومت اسے نہیں مانتی۔وہاں بتایا جاتا ہے کہ نبی کریمؐ کو تو مسجد نبویؐ میں تحویل قبلہ کی اطلاع مل گئی تھی مگر یہاں اطلاع پہنچی تو نماز جاری تھی لہٰذا امام نے قبلہ رخ تبدیل کر لیا اور یہ امام نبی کریمؐ نہیں تھے۔مسجد کے باہر اسی نوع کا ایک بورڈ لگا ہے جب کہ گائیڈ حضرات بھی حکومتی زبان بولتے ہیں۔اب اس صورتحال کی وضاحت علمائے کرام ہی بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

اذان، روزے، عیدالفطر، زکوۃ اور حج

سن 2 ہجری مسلمانوں کی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہی وہ سال ہے جس میں باقاعدہ طور پر اذان کا تعین ہوا، روزے فرض کیے گئے۔ عیدالفطر کی ادائیگی کی خوشخبری آئی اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہی وہ سال ہے جس میں اسلام اور کفر کی پہلی لڑائی یعنی جنگ بدر ہوئی اور باری تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفر پر ایسی فتح دی کہ کفار کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی۔

اذان کیسے دی جانے لگی---؟ مکہ معظمہ میں مسلمان کوئی باقاعدہ مسجد نہیں بنا سکے تھے کیونکہ مشرکین کی چیرہ دستیاں انتہا پر تھیں لہٰذا مسلمانوں نے اپنے گھروں میں ہی مساجد بنا رکھی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت تک نماز کے باقاعدہ اعلان کا کوئی طریقہ مروج نہیں تھا اور ایسی صورتحال میں کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آیا ہوگا لیکن مدینہ میں جب مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہوگئی اور نماز باجماعت باقاعدگی سے ادا ہونے لگی تو مسلمانوں کو بلانے کے لیے کسی طریقۂ کار کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس مقصد کے لیے کئی ایک تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ کسی نے کہا دف بجائی جائے۔ کوئی بولا یہودیوں کی طرح بگل بجایا جائے۔ کسی نے عیسائیوں کی طرح گھنٹیاں بجانے کی تجویز دی۔ کوئی کہتا تھا کہ اس مقصد کے لیے آدمی مقرر کر دیئے جائیں لیکن نبی کریمؐ نے کسی تجویز کا اثبات میں جواب نہ دیا۔ یقیناً آپ حکم ربی کے منتظر تھے۔ ایک صبح حضرت عبداللہ بن زیدؓ آنحضرتؐ کی محفل میں آئے اور بتایا کہ رات انہیں خواب آیا ہے جس میں نماز کے لیے بلانے کے الفاظ بتائے گئے۔ آنحضرتؐ نے وہ الفاظ سنے تو فیصلہ فرمادیا کہ نماز کے لیے یہی طریقہ ہوگا اور اسے اذان کا نام دیا گیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لائے اور اپنا خواب بتایا جو بالکل حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب جیسا تھا۔ یہ خواب سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عمر! اب تو عبداللہ پہل کر گئے۔ اب قیامت تک جتنی بھی اذانیں دی جائیں گی ان کا اجر عبداللہ کو ملے گا۔

بلند آواز سے اذان دینے کا فریضہ جناب بلالؓ کے سپرد کیا گیا۔ نبی کریمؐ کی رحلت تک حضرت بلالؓ مسجد نبوی کے مستقل موذن رہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے کہا میری اذان سننے والا چلا گیا اب میں بھی اذان نہیں دوں گا۔ صرف یہی نہیں انہوں نے مدینہ منورہ میں رہائش بھی ختم کر دی اور شام چلے گئے۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت بلالؓ نے پوری زندگی میں صرف دو بار اذان کہی۔ ایک بار حضرت عمرؓ اور دوسری بار حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی خواہش پر حضرت عمرؓ کی خواہش پر حضرت بلالؓ نے بیت المقدس فتح ہونے پر اذان دی۔

آپؓ نے آخری بار اذان رسول اللہؐ کے نواسوں کے حکم پر دی۔ اذان کیا دی سارا مدینہ شہر رو اٹھا، آہ و بکا کرنے لگا۔ خواتین روتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں حضرت بلالؓ نے کیف و مستی میں ڈوب کر اذان دی۔ مسجد نبویؐ تھی، روضہ اطہرؐ تھا اور رسول اللہؐ کے پیارے نواسے تھے۔ حضرت بلالؓ نے روضہ مبارک کی طرف چہرہ کیا اور اشہدان محمد الرسول اللہ پکارا تو پورے شہر میں اک کہرام سا مچ گیا۔ کیا مرد، کیا عورتیں، کوئی آنکھ ایسی نہیں تھی جس میں برسات نہ چھائی ہو۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے نبی کریمؐ آج ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ اصل میں حضرت بلالؓ کی اذان اس دنیا سے رخصت ہو رہی تھی۔ وہ اپنی زندگی کی آخری اذان دے رہے تھے۔ سرور میں ڈوبی ہوئی اذان ——!

سبحان اللہ —— سبحان اللہ —— سبحان اللہ

اب روزوں، عید الفطر اور زکوۃ کی جانب آتے ہیں۔

بعثت کے بعد نبی کریمؐ کے مکہ میں تیرہ برس قیام کے دوران ان میں سے کوئی امر نافذ نہیں تھا —— مسلمانوں کو یہ سعادت مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد ملی اور وہ بھی ہجری میں۔

روزے رکھنے کا حکم 2 ہجری میں شعبان کے مہینے میں آیا۔ اللہ پاک نے فرمایا:

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ (سورۃ بقرہ: 183)

پھر آیت نمبر 185 میں باری تعالیٰ نے فرمایا:

ماہ رمضان جس میں قرآن پاک اتارا گیا۔ اس حال میں کہ یہ راہِ حق دکھاتا ہے لوگوں کو اور اس میں روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی، سو جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو وہ یہ مہینہ روزے رکھے۔

روزے کا مقصد محض صبح سے شام تک بھوکا رہنا نہیں بلکہ اللہ سے لو لگانا ہے اور یہی تقویٰ ہے جو انسان کو باری تعالیٰ کے مزید قریب لے جاتا ہے۔ وہ اس ایک ماہ میں ہی نہیں پھر باقی گیارہ مہینوں میں بھی اس مشق پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس سال جب رمضان ختم ہوا اور یکم شوال آیا تو مسلمانوں نے عید الفطر کی پہلی نماز ادا کی۔

Marfat.com

ماہ رمضان میں نبی کریمؐ نے فطرانہ یا صدقہ عید الفطر کا حکم جاری کیا کیونکہ مسلمانوں میں تمام لوگ کھاتے پیتے نہیں تھے اور نہیں ہیں۔ کچھ لوگوں کو اللہ نے خوشحالی عطا کی ہے تو کچھ اس حالت میں بھی ہوں گے کہ اس روز سعید کے لیے پہننے کے لیے کپڑا تو ایک طرف ان کے پاس کھانے کے لیے روٹی تک نہ ہو۔ ان لوگوں کو بھی خوشیوں میں شریک کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے بچوں میں محرومی کا احساس نہ ہو اور وہ اپنی ضرورتیں پوری کر سکیں۔

ہجرت کے دوسرے سال میں ہی زکوۃ فرض کی گئی۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ زکوۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب حیثیت لوگوں پر ٹیکس ہے جو وہ مسلم معاشرے کے محروم، مجبور، بے کس اور بے سہارا طبقوں اور افراد کو دیتے ہیں کہ وہ بھی اللہ کی نعمتوں کے حقدار بن سکیں۔

حج کب فرض ہوا؟ اس کے بارے میں بزرگوں میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ ویسے تو حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے تعمیر کعبہ کے بعد باری تعالیٰ نے لوگوں کو کعبہ کے حج کے لیے بلانے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں بھی یہ مختلف شکلوں میں جاری رہا اور مشرکین مکہ نے تو اس کی مقصدیت اور شکل کو بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو سب پرانے طور طریقے منسوخ کر کے خالص اللہ کے لیے حج کا حکم ہوا۔ کچھ بزرگوں کے مطابق حج 5 ہجری میں فرض کیا گیا۔ کچھ چھ سات اور کچھ آٹھ ہجری بتاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ فرضیت 9 ہجری میں ہوئی، تاہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ نبی کریمؐ نے خود 10 ہجری میں حج ادا کیا۔ یہ بعثت کے بعد آپؐ کا پہلا اور آخری حج تھا، جسے حجۃ الوداع بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے 9 ہجری کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔ اس قافلہ کی روانگی کے بعد سورۃ براۃ نازل ہوئی۔ اس سورۃ کے ذریعے باری تعالیٰ نے تمام مشرکین کے مسجد حرام یعنی بیت اللہ شریف میں داخلے پر پابندی لگا دی اور کفار کے ساتھ کیے جانے والے تمام معاہدوں کو منسوخ کر دیا۔ اس مقصد کے لیے غیر متعین مدت کے معاہدوں کے لیے چار ماہ کا وقت دیا گیا اور متعین مدت والوں کے لیے مدت پوری کرنے کا حکم ہوا۔ جس کے بعد وہ خود بخود کالعدم قرار پاتے۔ اس سورۃ میں بہت سے دوسرے احکامات بھی تھے چنانچہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی ذاتی اونٹنی دی اور حج کے لیے روانہ فرمایا۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ میدان عرفات میں یہ سورۃ سب کو پڑھ کر سنا دی جائے۔ حضرت علیؓ راستے میں ہی قافلہ سے جا ملے اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں حج ادا کیا اور میدان عرفات میں سورۃ براۃ پڑھ کر سنا دی۔ جس کے بعد مشرکین کے حج پر پابندی عائد ہو گئی۔

مدینہ منورہ میں اور بھی بہت سے شرعی احکامات نافذ ہوئے مثلاً 2 ھ میں قصاص و دیت کا قانون

Marfat.com

نافذ کیا گیا۔ ہجرت کے تیسرے سال غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر صلوٰۃ خوف کی آیات نازل ہوئیں۔ 4ھ میں غزوہ بنی نضیر کے بعد شراب پر قطعی پابندی کا حکم آیا کہ شراب، جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں۔ شیطان کی کارستانیاں ہیں۔ سو بچو تم ان سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یہی تو شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان ڈال دے عداوت اور بغض، شراب اور جوئے کے ذریعے اور روک دے تمہیں یاد الٰہی سے۔

سن 6 ہجری میں مومن عورتیں مشرک مردوں کے لیے حرام قرار دے دی گئیں جب کہ مسلم مردوں کو بھی مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح سے منع کر دیا گیا۔ اس حکم کے بعد آنحضرت ؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب ؓ کو مکہ سے واپس بلا لیا تھا جن کے خاوند اس وقت تک مشرک تھے۔

سن 7 ہجری میں متعہ کی حرمت کا حکم بھی نافذ ہوا اور 8ھ میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم آیا۔

Marfat.com

حضرت خدیجہؓ کا ہار

وہ منظر کتنا دل کو مٹھی میں لے لینے والا ہوگا اور ماحول کتنا جذباتی ہوگیا ہوگا جب زرفدیہ کے طور پر حضرت خدیجہؓ کا ہار رسول اللہؐ کے حضور پیش کیا گیا۔ ہار کو دیکھتے ہی آپؐ پر رقت طاری ہوگئی اور چشمان مبارک سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

قصہ اس طرح سے ہے کہ آنحضرتؐ کے داماد ابوالعاص بن ربیع ابھی تک حالت کفر میں تھے۔ وہ قریش مکہ کی طرف سے جنگ لڑنے بدر کے میدان میں پہنچ گئے جہاں وہ جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ جب جنگی قیدیوں سے فدیہ لینے کا معاملہ طے پا گیا تو رسول اللہؐ کی سب سے بڑی صاحبزادی اور ابوالعاص کی اہلیہ حضرت زینبؓ نے فدیہ کی ادائیگی کے لیے رقم کے ساتھ ایک ہار بھیج دیا۔ یہ وہی ہار تھا جو بیٹی کو رخصت کرتے وقت حضرت خدیجہؓ نے انہیں پہنایا تھا۔ ہار کو دیکھتے ہی رسول اللہؐ کو اپنی محبوب بیوی اور ان کی قربانیاں یاد آ گئیں جو انہوں نے اسلام کی خاطر دی تھیں۔ ساتھ ہی بیٹی، نواسے اور نواسی کی محبت نے دل میں جوش مارا۔ رسول اللہؐ نے بھرے ہوئے دل کے ساتھ فرمایا اگر مناسب سمجھو تو اس قیدی کو چھوڑ دو اس کا مال اسے واپس کر دو۔ اس موقعہ پر اپنے داماد کی رہائی کے لیے رسول اللہؐ نے کوئی حکم نہیں دیا لیکن صحابہ کرامؓ نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے فدیہ لیے بغیر ابوالعاص کو رہا کر دیا اور وہ ہار سمیت مکہ چلے گئے۔

دراصل یہ شادی آنحضرتؐ کی بعثت سے قبل ہوئی تھی اور پھر مکہ میں قیام کے دوران کفار کے ساتھ شادیوں کی ممانعت کا حکم نہیں آیا تھا۔

اگرچہ دونوں طرف سے یہ بات ظاہر نہیں ہوئی مگر روایات میں ہے کہ مکہ روانگی سے قبل ابوالعاص نے رسول اللہؐ سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ حضرت زینبؓ، بیٹے علیؓ اور بیٹی امامہؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔

ہجرت مدینہ کے وقت علیؓ کی عمر چھ سال کے قریب تھی۔ ولادت کے بعد آنحضرتؐ نے انہیں بیٹی اور داماد سے مانگ لیا تھا۔ ہجرت تک ان کی پرورش رسول اللہؐ نے کی جب کہ نواسی امامہؓ سے بھی آپ کو بے انتہا محبت تھی۔ اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ نماز ادا کر رہے تھے۔ جب آپؐ سجدے میں جاتے تو بی بی امامہؓ آپؐ کی کمر پر چڑھ جاتیں اور تشہد کے وقت گود میں آ جاتیں۔ رسول اللہؐ نے اسی حالت میں نماز مکمل کی اور ذرا برا نہیں منایا۔

Marfat.com

جنگ بدر کے ایک ماہ بعد ہی نبی کریمؐ نے اپنی صاحبزادی کو مدینہ بلوالیا۔ حضرت زینبؓ کی واپسی کے حوالے سے جو واقعات پیش آئے وہ ایک الگ قصہ ہے۔ آپؓ کو بہت پریشان کیا گیا اور روایات کے مطابق ان کا حمل تک ساقط ہو گیا۔

ابوالعاص اور بی بی زینبؓ میں اسلام کی وجہ سے تفریق پیدا ہو گئی تھی۔ پھر ابوالعاص ایک تجارتی قافلہ لے کر شام گیا۔ واپسی پر رسول اللہؐ کی جماعت نے چھاپہ مارا اور مال لے لیا مگر ابوالعاص گرفتار نہ ہو سکے۔ رات کی تاریکی میں وہ مدینہ آئے اور حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی۔ یزید بن رومان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہؐ اور باقی لوگ نماز پڑھنے لگے تو حضرت زینبؓ نے عورتوں کے چبوترے سے بلند آواز کے ساتھ کہا لوگو! میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی ہے۔ رسول اللہؐ نے سلام پھیر کر لوگوں سے فرمایا جو میں نے سنا ہے تم نے بھی وہی سنا ہے۔ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ:

سن لو! اس ذات کی قسم جس میں محمدؐ کی جان ہے۔ مجھے کسی بات کا علم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ میں نے وہ آواز سنی جو تم نے بھی سنی۔ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک ادنیٰ شخص بھی پناہ دینے کا حق رکھتا ہے۔ پھر رسول اللہؐ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ اس کی خاطرداری کرنا اور اسے اپنے ساتھ خلوت میں نہ آنے دینا کیونکہ تم اس کے لیے حلال نہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت تک کفار سے رشتے ناطے توڑ لینے کا حکم آچکا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے لوگوں سے کہا کہ تم اس کا مال لوٹا دو تو ہمیں یہ بات پسندیدہ ہے۔ اور تم ایسا کرنے سے انکار کرو تو تمہیں اس بات کا زیادہ حق ہے کیونکہ وہ مال اللہ کی راہ میں آیا ہے جس نے تمہیں وہ غنیمت میں عنایت فرمایا ہے۔

ابوالعاص کا سارا مال لوٹا دیا گیا جسے لے کر وہ مکہ چلے گئے اور ہر شخص کو اس کا حصہ ادا کر دیا۔ پھر انہوں نے قریش سے کہا کہ کیا تم میں سے کسی کا کچھ مال میرے پاس باقی رہ گیا ہے؟ لوگوں نے اس سے انکار کیا اور کہا ہم نے تمہیں پورا حق دینے والا شریف پایا ہے چنانچہ ابوالعاص نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے کہا مجھے اسلام اختیار کرنے سے کوئی امر مانع نہ تھا۔ صرف یہ خوف تھا کہ تم یہ خیال نہ کرو کہ میں نے تمہارا مال کھانا چاہا۔ اب اللہ نے تمہارا مال تم تک پہنچا دیا۔ مجھے اس سے فراغت ہو گئی تو میں نے اسلام اختیار کر لیا۔ وہ مکہ سے نکلے اور رسول اللہؐ کے پاس آ گئے۔

ابن اسحٰق نے ابن عباسؓ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت زینبؓ کو چھ سال بعد پہلے ہی نکاح کے لحاظ سے ان کی زوجیت میں دے دیا اور کسی طرح کی تجدید نہ کی۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ

شہر مدینہ میں صحابہ کرامؓ نے جب رسول اللہؐ کا خواب سنا تو وہ خوشی سے سرشار ہو گئے خصوصاً مہاجرین تو انتظار میں تھے کہ وہ مکہ معظمہ جائیں، عمرہ ادا کریں، حجر اسود کو بوسہ دیں۔ انہوں نے سمجھا کہ رسول اللہؐ کا خواب دراصل مکہ میں داخلے کی نوید ہے اور پھر اللہ کے رسولؐ نے انہیں تیاری کا حکم دے دیا۔

سید البشرؐ نے جو خواب دیکھا تھا وہ مکہ میں پُرامن داخلے کے بارے میں تھا۔ جس میں آپؐ اور آپؐ کے ساتھی عمرہ ادا کرتے ہیں۔ کچھ سر کے بال صاف کراتے اور کچھ کترا لیتے ہیں۔ آپؐ کو ہجرت کئے چھٹا سال جا رہا تھا۔ اس خواب پر آپؐ کو بھی خوشی ہوئی۔

وہ چھٹی ہجری کی یکم ذیقعد تھی۔ حضورؐ مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ اس وقت چودہ سو صحابہ کرامؓ آپؐ کے ساتھ تھے (بعض روایات اس سے مختلف ہیں مگر اتفاق 1400 پر ہی ہے) اس بار ام المومنین حضرت ام سلمہؓ آپؐ کی ہم سفر تھیں۔ کچھ لوگ رہ گئے اور یہ وہی لوگ تھے جو لڑائی سے خوفزدہ تھے۔

ذوالحلیفہ کے مقام پر اہل قافلہ نے اپنے ساتھ ہدی کے اونٹوں کے کوہانوں کو چیرا تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ اونٹ قربانی کے لیے ہیں۔ ان اونٹوں میں ابو جہل کا وہ اونٹ بھی تھا جس پر وہ میدان بدر میں آیا اور آخر جہنم واصل ہوا۔ یہیں پر احرام باندھے گئے صرف ابوقتادہؓ اور ان کے چند ساتھی ابھی احرام کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ چنانچہ روحا کے مقام پر جب حضورؐ کو بحیرہ احمر کی جانب مشرکین کے اجتماع کی اطلاع ملی تو آپؐ نے انہی لوگوں کو اس طرف بھیج دیا تا کہ مشرکین کی نقل و حرکت کی نگرانی کی جا سکے۔ اس طرح قافلہ اور یہ دستہ ایک دوسرے کے متوازی سفر کر رہے تھے البتہ جب قافلہ السقیہ پہنچا تو یہ دستہ بھی وہیں آ گیا۔

دوسری جانب مشرکین تھے جنہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ آپؐ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اسی دوران کئی آیات قرآنی بھی نازل ہوئیں جن میں حرم کعبہ پر کفار کے استحقاق کے خاتمے کا صاف اعلان تھا۔ اب یہ استحقاق مسلمانوں کو دے دیا گیا تھا۔

قریش نے خالد بن ولید (انہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا) اور عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں دو سو افراد پر مشتمل لشکر بھیجا جس نے ذی طویٰ کے مقام پر قافلے کا راستہ روک لیا۔ مسلمانوں کے پاس آلات جنگ نہیں تھے۔ صرف ذاتی حفاظت کے لیے تلواریں تھیں اور وہ بھی چمڑے کے نیاموں میں

Marfat.com

بند۔ آپؐ نے غور وفکر فرمایا۔ لشکرِ کفار کے ساتھ تصادم سے بچنے کے لیے راستہ بدل دیا حدود حرم کے قریب حدیبیہ کی وادی میں پہنچ گئے اور حکم باری تعالیٰ کے تحت قصویٰ یہاں خود بخود بیٹھ گئی۔ اس وادی میں پانی وغیرہ نہیں تھا یہاں باری تعالیٰ نے مدد کی۔ ہوایوں کہ وہاں ایک قدیم کنواں تھا۔ رسول اللہؐ نے صحابہ کرامؓ کو ایک تیر دیا اور حکم صادر فرمایا کہ اسے کنوئیں کے اندر گاڑھ دیا جائے۔ آپؐ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو کنواں پانی سے بھر گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل آسان کر دی۔

قریش کو ایک اور فکر نے آن لیا کہ اگر مسلمانوں نے فتح حاصل کر لی اور بیت اللہ شریف کے تمام مناصب حضورؐ کے پاس چلے گئے تو وہ سارے عرب میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ چنانچہ قریش نے فہم وفراست رکھنے والوں کو مسلمانوں کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا تا کہ وہ انہیں واپسی کے لیے قائل کر لیں۔

ان کے پہلے سفیر قبیلہ بنوخزاعہ کے بدیل بن ورقاء تھے۔ رسول اللہؐ سے بات چیت کے بعد وہ سمجھ گیا کہ مسلمانوں کا مقصد صرف عمرہ ادا کرنا ہے۔ وہ جنگ کے لیے نہیں آئے۔ وہ واپس آیا اور کفار کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکا جائے لیکن قریش یہ جواب سننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ الٹا انہیں ڈانٹ دیا۔

اس کے بعد حلیس احابیش گیا جو بنوکنانہ کا سردار تھا لیکن احابیش سے پہلے ایک دوسرا وفد بھی گیا تھا جس نے واپس آ کر قریش کی طرف سے الزام لینے کی بجائے انہیں باتوں میں ٹال دیا۔

احابیش پہنچا تو رسول اللہؐ نے قربانی کے تمام جانور اس کے سامنے سے گزرانے کا حکم فرمایا۔ قربانی کے جانور دیکھ کر وہ کوئی بات کیے بغیر ہی چلا گیا اور قریش کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کو مت روکو۔ قریش نے اس کا مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے وہ ناراض ہو گیا۔

احابیش کے بعد بنوکنانہ کا یہی مکرز گیا اس کے بعد کرۂ فال عروہ بن مسعود کے نام نکلا جو بنی ثقیف کا سردار تھا رسول اللہؐ نے عروہ سے بھی فرمایا ہم لڑنے نہیں آئے صرف بیت اللہ کی حاضری کے لیے جا رہے ہیں۔ یہاں عروہ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی ـــــ واپس جا کر اس نے قریش سے کہا، میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن کسی بادشاہ میں محمدؐ کی سی شان اور عظمت نہیں دیکھی۔ ان کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ تو آپؐ کے وضو کے وقت پانی کے قطرے زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اور ان کا بال پڑا مل جائے تو گوارا نہیں کرتے کہ کسی اور کو دے دیا جائے۔ اس صورتحال میں قریش مشکل میں پڑ گئے کہ اب کیا کیا جائے۔

اب رسول اللہؐ نے اپنا مقصد قریش پر واضح کرنے کے لیے خراش بن امیہ الخزاعیؓ کو اپنے قاصد

Marfat.com

کے طور پر بھیجا۔ رسول اللہؐ نے اسے سواری کے لیے اونٹ بھی فراہم کیا۔ قریش نے اسے دیکھتے ہی اونٹ کو ہلاک کر دیا۔ اور قریب تھا کہ انہیں بھی شہید کر دیتے لیکن احابیش نے مداخلت کی اور خراش کی جان بچ گئی۔

اسی شب قریش کے چالیس پچاس نوجوان آئے۔ انہوں نے پہلے مسلمانوں پر پتھراؤ کیا اور پھر حملہ بول دیا لیکن سب کے سب گرفتار کر لیے گئے۔ رسول اللہؐ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپؐ نے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کو رہا کر دیا۔

آنحضرتؐ اب حضرت عمر فاروقؓ کو بھیجنا چاہتے تھے مگر انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! قریش مجھ پر پہلے ہی برہم ہیں پھر مکہ میں میرے خاندان بنو عدی کا کوئی سرکردہ شخص موجود نہیں۔ چنانچہ ان کے مشورے پر آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجنے کا فیصلہ کیا جن کے قبیلے کے طاقتور افراد مکہ معظمہ میں موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ کے وہاں پہنچتے ہی ابان بن سعید بن العاص نے انہیں پناہ دینے کا اعلان کر دیا اور ابوسفیان بن حرب کے پاس لے گیا۔ آپؓ نے رسول اللہؐ کا پیغام پیش کر دیا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو طواف کعبہ کی پیشکش کی مگر حضرت عثمانؓ کا جواب تھا کہ جب تک رسول اللہؐ طواف نہیں کریں گے میں بھی طواف نہیں کر سکتا۔

قریش کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی گفتگو کا سلسلہ دراز ہوتا گیا اور آپؓ کے وہاں قیام کا عرصہ بھی طویل ہوتا گیا۔ امام ابن کثیرؒ کی روایت کے مطابق قریش نے آپؓ کو حرم میں قید کر دیا تھا۔ بہر حال! دوسری جانب صورتحال یہ تھی کہ مسلمانوں میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔ مسلمانوں میں اضطراب کا پیدا ہونا یقینی سی بات تھی۔ لہٰذا ہر صحابیؓ نے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ لیا۔ رسول اللہؐ کا دل بھی بیٹھ سا گیا اور انہوں نے فرمایا: ''اب میں ان سے جنگ کیے بغیر ایک قدم پیچھے نہ ہٹوں گا۔

اب آپؐ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام مسلمانوں میں منادی کرا دی کہ آپؐ بیعت لے رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ کا ہاتھ تھام لیا اور صحابہ کرامؓ نے بیعت کی۔ اس بیعت کا مقصد یہ تھا کہ وہ فرار کی بجائے موت کو ترجیح دیں گے۔ آخر میں آپؐ نے اپنے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ یعنی یہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت تھی۔

مختلف روایات کے حوالے سے چودہ سو صحابہ کرامؓ نے بیعت کی مگر ان میں تین شامل نہیں تھے۔ جد بن قیس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اونٹ کے پیچھے چھپ گئے۔ عبداللہ بن ابی سلول اور عمر بن عفوف کے بارے میں بھی بیعت نہ لینے کی روایات موجود ہیں۔

قریش کو مسلمانوں کی ایمانی قوت اور ان کے عزم و استقلال کا علم تھا۔ وہ پریشان ہو گئے۔ اسی دوران حضرت عثمانؓ بھی واپس آ گئے۔ انہوں نے رسول اللہؐ سے عرض کی ''قریش اس بات کو تسلیم کرتے ہیں

Marfat.com

کہ آئندہ حرمت والے مہینوں میں حج و عمرہ کے لیے مکہ آنے والوں کو نہیں روکا جائے گا۔''

ایک روایت کے مطابق خالد بن ولید نے اسی دوران اپنے ایک دستے کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ بول دیا اور ان کی مسلمانوں کے ساتھ جھڑپ بھی ہوگئی۔

دوسری طرف خوفزدہ قریش ایک بار پھر مصالحت کے لیے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا رعب بٹھا دیا تھا۔ انہوں نے سہیل بن عمرو کو سفارتکاری کے لیے چنا۔ بنیادی شرط یہی تھی کہ مسلمان عمرہ کیے بغیر چلے جائیں کیونکہ قریش کو عرب میں اپنی ناک کٹنے کا اندیشہ تھا

سہیل نے کہا مسلمان اسی جگہ قربانی دے کر واپس چلے جائیں اور آئندہ برس ہم تین دن کے لیے مکہ خالی کر دیں گے۔ مسلمانوں کو یہ شرائط قبول نہیں تھیں لہٰذا حضرت عمرؓ کا اس حوالے سے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ایک مکالمہ بھی ہوا۔ جس میں حضرت عمرؓ نے گلہ کیا تھا۔ وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کی طرح آپؐ سے بھی سوال جواب کیے مگر انہوں نے دیکھا کہ آپؐ کے عزم میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ رسول اللہ کا فرمان تھا ''اللہ مجھے ضائع نہیں ہونے دے گا۔''

معاہدہ تحریر ہو رہا تھا حضورؐ کے حکم پر حضرت علیؓ نے تحریر شروع کی۔ سہیل نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور حضورؐ کو رسول لکھوانے پر اعتراض کر دیا چنانچہ حضورؐ کے حکم پر تحریر کیا گیا کہ یہ معاہدہ (حضرت) محمدؐ بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا۔

اس معاہدہ کی جو شرائط تحریر کی گئیں وہ یہ تھیں:

- فریقین ایک دوسرے کے خلاف دس برس تک جنگ نہیں کریں گے اور امن کے ساتھ رہیں گے۔
- قریش مکہ میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے گا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسے واپس لوٹائیں گے۔
- مسلمانوں میں کوئی شخص مرتد ہو کر مکہ چلا جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔
- مسلمانوں میں سے حج، عمرہ یا تجارت کے لیے مکہ جانے والوں کو جان اور مال کی امان حاصل ہوگی۔ قریش میں سے کوئی شخص اگر تجارت کی غرض سے شام یا مصر جاتے ہوئے مدینہ میں سے گزرے گا تو اسے بھی امان حاصل ہوگی۔
- اہل عرب میں سے اگر کوئی فریقین میں سے کسی کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے تو دوسرا فریق اس میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ فریقین ایک دوسرے کے خلاف کسی کی خفیہ یا علانیہ مدد بھی نہیں کریں گے۔
- مسلمان اس سال طواف اور زیارت کے بغیر مدینہ لوٹ جائیں گے اور حدیبیہ میں ہی قربانی دیں

Marfat.com

گے۔ اگلے سال ان شرائط کے ساتھ آئیں گے کہ ان کے ساتھ صرف نیام میں بند تلوار ہو گی اور وہ تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔ اس دوران اہل مکہ باہر چلے جائیں گے۔

اس معاہدے کی رو سے وہیں حدیبیہ کے مقام پر ہی رسول اللہؐ کے ساتھ قبیلہ خزاعہ اور قریش کے ساتھ بنو بکر نے معاہدہ کر لیا۔

لیکن یہیں ایک واقعہ پیش آ گیا۔ ابھی صلح نامے پر دستخط نہیں ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا ابوجندلؓ قید سے فرار ہو کر بیڑیاں پہنے ہوئے اس جگہ آ گئے۔ اس سے پہلے غزوہ بدر کے موقعہ پر سہیل کا ایک بیٹا مسلمانوں سے جا ملا تھا۔ اب سہیل نے ابوجندلؓ کو دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اس نے ابوجندلؓ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ تو رسول اللہؐ نے اس کی بات مان لی۔

اور پھر زمانے نے دیکھا کہ یہی شرط جو قریش کے حق میں تھی ان کے گلے کی ہڈی بن گئی وہ اس شرط پر اپنے آپ سے افسوس کرتے رہے۔ معاہدے کی دیگر شرائط کے بھی مدینہ کی اسلامی ریاست کے لیے بہتر اثرات مرتب ہوئے جب کہ کفار اور مشرکین کو ناکامی کے سوا کچھ نہ مل سکا۔

معاہدہ ہو گیا تو حضورؐ نے تھوڑی دور حدود حرم میں جا کر نماز ادا کی۔ پھر قربانی کی اور سر کے بال منڈوائے۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی آپؐ کو دیکھتے ہوئے یہی عمل کیا اور یہ قافلہ تین روز اور بعض روایات میں تین ہفتے کے بعد حدیبیہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ سفر کے دوران ہی وحی نازل ہوئی جس میں "فتح مبین" کی بشارت دی گئی تھی۔ یہاں کلام اللہ کی جو سورۃ اتری اس کا نام ہی "سورۃ فتح" ہے۔

صحابہ کرامؓ کے سوال پر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ معاہدہ فتح ہے۔

اس معاہدہ کی رو سے قریش مکہ نے نہ صرف رسول اللہؐ کی حیثیت کو تسلیم کر لیا بلکہ ریاست مدینہ اور دین اسلام کی حیثیت بھی انہیں تسلیم کرنا پڑی۔ اس معاہدے سے مسلمانوں کو امن اور سکون حاصل ہو گیا۔ اسلام اور سرزمین عرب کے مستقبل پر اس کے دوررس اور گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

Marfat.com

عمرۂ قضا

گزشتہ برس یعنی ذی قعدہ 6ھ (مارچ 692ء) میں مشرکین نے رسول کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا اور مسلمانوں کو حدیبیہ سے واپس آنا پڑا تھا۔ خیبر فتح ہو گیا تو رسول اللہؐ نے ربیع الاول سے شوال تک آٹھ ماہ مدینہ میں قیام فرمایا۔ اس دوران کوئی بڑا واقعہ نہیں ہوا۔ چھوٹے چھوٹے غزوات اور سرایا پیش آئے۔

ذی قعدہ 7ھ میں آپؐ عمرۂ قضا کے لیے روانہ ہوئے جسے رسول اللہؐ نے عمرہ قصاص کا نام بھی دیا۔ آپؐ کے ساتھ وہ لوگ بھی روانہ ہو گئے جو گزشتہ برس عمرہ نہیں کر سکے تھے۔ روایات میں بتایا گیا ہے کہ عمرہ کے لیے مکہ میں داخل ہونے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی۔

رسول اللہؐ کا عزم تھا کہ اس بار عمرہ ضرور کیا جائے گا خواہ کفار سے جنگ ہی کیوں نہ کرنا پڑے چنانچہ زرہیں، ڈھالیں، خود دوسرا جنگی ساز و سامان اور گھوڑے بھی ساتھ لے لیے۔ مرالظہران کے مقام پر قریش نے مسلمانوں کو اتنے زیادہ ہتھیاروں کے ساتھ دیکھا تو وہ خوفزدہ ہو گئے اور حضورؐ کے پاس ایک وفد بھیجا۔ رسول اللہؐ نے وفد کو یقین دلا دیا کہ ہتھیار مکہ کے اندر نہیں جائیں گے۔ جس پر قریش کو اطمینان ہو گیا۔

پھر چشم فلک نے یہ منظر دیکھا کہ جس درِ یتیم کو مکہ سے ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا گیا تھا وہ کتنی شان سے مکہ میں داخل ہو رہا ہے۔ کفر و الحاد کے اس مرکز میں لبیک اللھم لبیک ــــ لبیک لاشریک لک لبیک کی صدائیں گونجنے لگیں۔ ڈرے سہمے مشرکینِ مکہ اپنے گھر خالی کر کے پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ رسول اللہؐ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو کفار اللہ کی چال کی کامیابی اور اپنی چالوں کی ناکامیوں کا جائزہ لینے کے لیے دار الندوہ میں سر جوڑے بیٹھے تھے۔

اب عمرہ شروع ہوا حضورؐ نے اضطباع ادا فرمایا یعنی اپنا داہنا بازو چادر سے باہر نکالے رکھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ اپنے اس بندے پر رحم فرمائے جو آج ان کے روبرو اپنی قوت کی نمائش کرے۔ پھر آپؐ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور تین چکر لپک لپک کر چلتے ہوئے جب کہ باقی چار چکر عام چال کے ساتھ پورے کیے۔ دراصل وہ جتانا چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں کوئی کمزوری نہیں آئی بلکہ وہ چاک و چوبند ہیں۔ اور یہ سنت اسی طرح قائم رہے گی۔

Marfat.com

طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی کی گئی۔ جانور ذبح کیے اور سر منڈوائے گئے۔ اسی دوران ظہر کا وقت ہو گیا تو آپؐ کے حکم پر حضرت بلالؓ بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ گئے اور اذان کی آواز مکہ کے گلی کوچوں میں اور پہاڑوں پر گونجنے لگی۔ وہ کیا منظر ہو گا کہ جب کفار کی گردنیں شرم سے جھکی جا رہی تھیں کہ آج بیت اللہ کے اندر موجود ان کے سارے معبود حضرت بلالؓ کے قدموں کے نیچے ہیں۔

سورج، چاند اور ستارے تین روز تک ایسے ہی مناظر دیکھتے رہے، اور خوفزدہ کفار گھروں سے باہر پہاڑوں میں چھپے بیٹھے رہے۔

تین دن بعد سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاہدہ یاد دلاتے ہوئے اللہ کے واسطے شہر سے چلے جانے کی درخواست کی تو آپؐ نے شام سے پہلے روانگی کا حکم دے دیا۔

نبی اکرمؐ مکہ مکرمہ میں حضرت میمونہؓ سے شادی کرنے والے تھے (اس کا ذکر ازواج مطہراتؓ کے باب میں موجود ہے) تاہم مقام سرب پر پہنچ کر حضرت میمونہؓ کو بلوا لیا اور وہیں پر نکاح ہوا۔ سرب مکہ کے نواح میں ہے یہ حضور اکرمؐ کا آخری نکاح تھا۔ جس کا ولیمہ بھی اسی مقام پر ہوا اور عجیب اتفاق ہے کہ حضرت میمونہؓ کا انتقال اور تدفین بھی یہیں ہوئی۔ حضورؐ ذی الحجہ 7ھ کو مدینہ واپس چلے گئے۔

Marfat.com

حضرت خالد بن ولیدؓ اسلام قبول کرتے ہیں

سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار ـــــ حضرت خالد بن ولیدؓ کا خطاب ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد اسلام کے لیے لڑی جانے والی کوئی ایسی جنگ نہیں تھی جس میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے شرکت نہ کی ہو اور اپنی جنگی مہارت کا لوہا نہ منوایا ہو لیکن اس سے پہلے خالد بن ولید کی اسلام دشمنی بھی انتہا پر تھی۔ ہر معرکہ میں وہ باطل کے ساتھ تھے۔ حدیبیہ میں بھی یہ مسلمانوں کا راستہ روک کر کھڑے ہوئے۔ آنحضرتؐ نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے حملے کا ارادہ کیا مگر ہمت جواب دے گئی۔ وہ خود کہتے ہیں کہ حضورؐ نے جب ظہر کے بعد حدیبیہ میں نماز خوف ادا کی تو میری سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ ہم ان پر حملہ نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان کی حفاظت کرتا ہے لہٰذا میں اپنے ساتھیوں کو لے کر دائیں جانب مڑ گیا اور تصادم ٹل گیا لیکن روشنی ان کے دل کی راہ دیکھ چکی تھی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے قبول اسلام کے پورے واقعہ کے راوی جناب یحییٰ ہیں جنہوں نے یہ واقعہ اپنے والد حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰنؒ سے سنا اور جناب مغیرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سارا قصہ خود خالد بن ولیدؓ کی زبان سے سنا۔

جناب خالدؓ بتاتے ہیں کہ وہ ابھی سوچ بچار میں ہی تھے کہ حضورؐ عمرۃ القضاء کے لیے مکہ تشریف لے آئے۔ میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھنا چاہتا تھا چنانچہ میں کہیں جا چھپا۔ میرا بھائی ولید بن ولیدؓ مسلمان ہو چکا تھا اور مدینہ چلا گیا۔ وہ رسول پاکؐ کے اس قافلے کے ساتھ تھا۔ تلاش بسیار کے باوجود میں اسے نہ ملا تو وہ میرے لیے ایک خط چھوڑ گیا جس کا مضمون یہ تھا:

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ امر میرے لیے بہت تعجب کا باعث ہے کہ تیرے دل سے اسلام کی صداقت کس طرح چھپی رہی حالانکہ تیری عقل و دانش کا کوئی ثانی نہیں۔ اسلام ایک سچا مذہب ہے اور یہ تجھ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ خود رسول اللہؐ نے مجھ سے پوچھا کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کی کہ باری تعالیٰ اسے ہم میں لے آئے گا۔ رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا خالد جیسا عقل مند اور دانا انسان اسلام جیسے دین سے کیسے جاہل رہ سکتا ہے؟ وہ کفار اور مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کرتا تو اس

Marfat.com

کے لیے بہتر ہوتا۔ ہم نہ صرف اس کی قدر کرتے بلکہ دوسروں پر اس کو فوقیت دیتے۔

اے میرے بھائی! تو نے زندگی کے جو لمحے ضائع کر دیئے ہیں ان کی فوری تلافی کر کیونکہ حقیقت ہے کہ تو نے بڑے سنہری مواقع ضائع کر دیئے ہیں۔

اس خط کا ملنا تھا کہ نہ صرف میری آنکھیں کھل گئیں بلکہ قبول اسلام کا جذبہ مزید قوی ہو گیا اور نبی کریمؐ کے بارے میں میرے دل میں جو بغض اور عناد تھا وہ خود بخود جاتا رہا۔ پھر میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک بنجر اور تنگ علاقے میں ہوں مگر وہاں سے نکل کر ہرے بھرے اور شاداب علاقے میں آ گیا ہوں۔ میں نے مدینہ جا کر حضرت ابوبکرؓ سے اس کی تعبیر پوچھنے کا ارادہ کیا کیونکہ وہ ٹھیک تعبیر بتایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم جس تنگ اور بنجر علاقے میں تھے وہ کفر تھا۔ اب باری تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے سرسبز اور شاداب علاقے میں پہنچا دیا ہے۔

اس خواب کے بعد میں نے قبول اسلام کا پکا ارادہ کر لیا اور سوچا کہ کس کو شریکِ سفر کروں۔ صفوان بن امیہ نے یہ کہہ کر میری بات رد کر دی کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے بھی مجھے ایسا ہی جواب دیا۔ میں اپنے دوست عثمان بن طلحہ کو دعوت دینے گیا تو خلاف توقع انہوں نے میری دعوت قبول کر لی۔

اگلی صبح ہم مدینہ روانہ ہو گئے۔ ہداۃ کی بستی میں ہمیں عمرو بن العاص مل گئے اور استفسار پر پتہ چلا کہ وہ بھی یہی مقصد لے کر مدینہ منورہ جا رہے ہیں۔ ہم نے مدینہ کے قریب حرہ (پہاڑی علاقہ) میں اپنی اونٹنیاں روکیں۔ نہائے دھوئے، صاف ستھرا لباس پہنا تا کہ نبی کریمؐ کی خدمت میں پیش ہو جائیں مگر حضورؐ کو تو اس سے پہلے ہی اطلاع ہو چکی تھی۔ راستے میں میری ملاقات اپنے بھائی سے ہو گئی تو اس نے کہا جلدی کریں۔ حضورؐ آپ کا انتظار فرما رہے ہیں۔ ہم بارگاہِ رسالت میں پہنچے تو حضورؐ میری طرف دیکھتے رہے آپؐ کے ہونٹوں پر تبسم تھا۔ میں نے سلام پیش کیا تو حضورؐ نے میرے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ میں نے کلمہ پڑھا تو آنحضرتؐ یوں گویا ہوئے:

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تجھے ہدایت عنایت فرمائی۔ مجھے امید تھی کہ تمہاری خداداد عقل تجھے خیر تک پہنچائے گی۔

میں نے گزارش کی کہ میں آپؐ کی مخالفت اور عناد میں اڑا رہا۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری غلطیاں معاف کر دے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرنے پر تمام سابقہ گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر میری درخواست پر حضورؐ نے میری بخشش کی دعا فرمائی۔ جس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ نے سرورِ کائناتؐ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔

Marfat.com

تاریخ اسلام کا یہ واقعہ ماہ صفر 8 صدی ہجری کا ہے جب ایک مشرک اور کافر سیف اللہ بن گیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ ان حضرات سے کیسے ملے۔۔۔؟ اس کی بھی داستان ہے۔ وہ اسلام دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا کہ نجاشی کی پناہ میں حبشہ چلے جائیں تا کہ رسول اللہؐ اگر سارے عرب پر بھی قبضہ کر لیں تو ہم نجاشی کی پناہ میں ہوں گے۔ وہ چمڑے کی مصنوعات کے تحائف لے کر وہاں پہنچ گئے۔ نجاشی نے وہ تحائف بخوشی قبول کر لیے۔ یہی وہ وقت تھا جب نبی کریمؐ نے جناب عمرو بن امیہ الضمریؓ کو مکتوب دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ نجاشی خوش تھا۔ لہٰذا ہم نے عمرو بن امیہ کو ان سے مانگ لیا تا کہ ہم انہیں قتل کر سکیں کیونکہ انہوں نے ہمیں بہت دکھ پہنچائے تھے۔ یہ سن کر نجاشی غصہ میں بھر گیا اور میرے منہ پر زوردار طمانچہ مارا۔ میں شرم سے پانی پانی ہی نہیں ہو گیا میری ناک سے خون بہنے لگا۔ نجاشی نے کہا تم نے ایسی ہستی کے قاصد کو مانگا ہے جس کے پاس ناموس اکبر (جبرائیل) آتا ہے جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے پاس بھی آیا کرتا تھا۔ ان الفاظ نے میرے دل میں انقلاب برپا کر دیا۔ میرے استفسار پر نجانشی نے کہا۔ اس ہستی کی غلامی اختیار کر لو وہ حق پر ہیں۔ وہ اپنے تمام مخالفوں پر غالب آ جائیں گے۔

میں نے بادشاہ سے کہا آپ ان کی طرف سے میرے قبول اسلام کی بیعت لینے کے لیے تیار ہیں۔ نجاشی نے کہا بیشک میں تیار ہوں اور اپنا ہاتھ بڑھا کر قبول اسلام کے لیے مجھے بیعت کر لیا (اس کا مطلب ہے نجاشی اس وقت تک اسلام قبول کر چکا تھا) پھر اس نے میرے خون آلود کپڑے اتروا کر شاہی پوشاک پہنائی۔ میں ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے اس شان کی وجہ دریافت کی مگر میں انہیں طرح دے کر بندرگاہ پہنچا۔ کشتی میں یمن کی ''شعیبہ'' نامی بندرگاہ پر اترا اور اونٹ خرید کر ''مرا ظہران'' سے گزرتا ہوا ''ہداۃ'' پہنچ گیا جہاں خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور بارگاہِ رسالتؐ میں حاضری کے لیے روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

جناب وحشیؓ کا قبولِ اسلام

حضورؐ ایک دن کوہ صفا پر تشریف رکھتے تھے جو بیت اللہ شریف اور آپؐ کے گھر کے قریباً درمیان ہے۔ اسی دوران ابوجہل وہاں آ گیا اور آپؐ کے بارے میں واہی تباہی بکنے لگا۔ اس پر بس نہیں کیا بلکہ ایک پتھر اٹھایا اور آپؐ پر دے مارا جس سے حضورؐ کا سر مبارک پھٹ گیا حضورؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کو اس کی خبر ہوگئی۔ وہ اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ آپ صرف چچا ہی نہیں حضورؐ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے اور یہ تعلق ایک قسم کی دوستی میں ڈھل گیا تھا۔ جناب حمزہ نے جواب میں ابوجہل کا سر پھاڑ دیا اور آ کر حضورؐ سے کہا، بھتیجے خوش ہو جاؤ کہ میں نے تمہارا بدلہ لے لیا ہے لیکن حضورؐ نے کہا چچا آپ میری خوشی چاہتے ہیں تو مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت حمزہ کو ہدایت کی راہ دکھانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے ٹھیک تین دن پہلے کا ہے۔ حضرت حمزہؓ اور پھر حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی خبر کفار پر برق کی طرح گری اور وہ اپنے دانتوں سے ہونٹ کاٹنے لگے۔

حضرت حمزہؓ جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت حرب نے ایک غلام وحشی کو لالچ دے کر بھیجا۔ جس نے نیزہ مار کر آپؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے والا وحشی بعد میں مسلمان ہو گیا اور سرورِ کائناتؐ کے چچا کا یہ قاتل صحابی کا درجہ پا گیا۔

سیرت کی کتب میں جناب وحشیؓ کے قبول اسلام کا واقعہ درج ہے۔

وحشیؓ کا کہنا ہے کہ غزوہ احد کے بعد مجھے غلامی سے آزادی مل گئی اور میں مکہ میں ہی رہائش پذیر رہا۔ مکہ فتح ہوا تو میں بھاگ کر طائف آ گیا۔ جب اہل طائف کا وفد اسلام قبول کرنے کے لیے جانے لگا تو مجھ پر دنیا اندھیر ہوگئی۔ میں زندگی سے مایوس ہو گیا۔ مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں یمن یا شام چلا جاؤں اور زندگی کے بقیہ ایام وہاں گزار دوں۔ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا نبی کریمؐ کسی ایسے شخص کو ہرگز قتل نہیں کرتے جو دین اسلام کو قبول کر لے۔ چنانچہ میں نے مدینہ جا کر خود کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دینے کا فیصلہ کیا۔ میں مدینہ پہنچا تو لوگوں نے نبی کریمؐ کو میری آمد کی اطلاع دی۔ حضورؐ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو۔ ایک شخص کا اسلام قبول کرنا مجھے اس سے بہت عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کافروں کو قتل کر دوں۔

Marfat.com

حضورؐ نے مجھے بالکل اپنے قریب کلمۂ شہادت پڑھتے دیکھا تو انہیں بڑی حیرت ہوئی۔ پوچھا کیا تم وحشی ہو۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ۔ پھر آپؐ نے مجھ سے حضرت حمزہؓ کی شہادت کا سارا واقعہ سنا اور کہا تیری خیر ہو۔ اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپائے رکھنا۔ مجھے نظر نہ آنا۔

حضرت وحشیؓ نے حضورؐ کے اس حکم کی تعمیل کی وہ آپؐ کے سامنے نہ آتے اور آپؐ سے فاصلے پر رہنے کی کوشش کرتے تھے لیکن ہر لمحہ رسول اللہؐ کے بلاوے کے منتظر رہتے جب رسول اللہؐ کا انتقال ہو گیا تو یہ خبر ان پر بجلی بن کر گری کیونکہ اب انہیں کسی بلاوے کی امید نہ رہی تھی۔

جنگ یمامہ میں وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ وہ دشمن اسلام اور نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کو قتل کرنا چاہتے تھے تاکہ حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے کی تلافی کر سکیں۔ انہوں نے وہی زنگ آلودہ نیزہ تھاما جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا شکست دیکھ کر مسیلمہ کذاب نے قلعہ سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک نے اسے دیکھ لیا اور وحشیؓ کو پکارا کہ وہ رہا خدا کا دشمن جانے نہ پائے۔ یہ آواز سنتے ہی جناب وحشیؓ نے اپنے نیزے کو حرکت دی اور مسیلمہ کے سینے میں اتار دیا۔ وہ گھوڑے سے گر پڑا تو جناب وحشیؓ شکر خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

Marfat.com

سفرِ حج

رسول کریمؐ نے بعثت کے بعد جو واحد حج ادا کیا اس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ چوالیس ہزار فرزندان اسلام آپؐ کے ساتھ تھے۔ 10ھ کا یہ سب سے اہم واقعہ ہے۔

اعلان کر دیا گیا جو مسلمان آنحضرتؐ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرنا چاہیں وہ رختِ سفر باندھ لیں۔ لہٰذا لوگ اس باسعادت قافلہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل کرنے کے لیے جوق در جوق آنے لگے۔

اس مقدس سفر میں ازواج مطہراتؓ اور آنحضرتؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھیں۔ آپؐ مدینہ منورہ سے 25 ذیقعد کو عازم سفر ہوئے۔ آپؐ ذی طویٰ سے منیٰ کے لیے روانہ ہوئے تو جمعرات کا دن تھا اگلی رات حضورؐ نے اسی جگہ گزاری۔ صبح کی نماز منیٰ میں ادا کی اور سورج طلوع ہونے کے بعد عرفات کی جانب روانہ ہو گئے جہاں وقوف حج کا رکن اعظم ہے۔ عرفات میں وادیٔ نمرہ میں حضورؐ نے اونٹ کے بالوں سے بنے ہوئے خیمے میں قیام فرمایا۔۔۔ دوپہر ڈھلنے پر آپ قصویٰ پر سوار ہوئے اور عرفات کے میدان میں تشریف لے گئے۔ یہیں آپؐ نے وہ تاریخی خطبہ دیا جو تا قیامت مسلمانوں کے لیے رہنما رہے گا۔ یہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

> ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔'' (3:5)

وہ مشن میدان عرفات میں مکمل ہو گیا جو اس جگہ سے چند کلومیٹر دور یعنی غارِ حرا میں حضورِ رحمت کو سونپا گیا تھا اور جسے سن کر پہلے پہل آپؐ پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکمیل دین کی خوشخبری کا علم حاضرین کو ہوا تو حضرت عمرؓ رونے لگے۔ اہل علم کا کہنا ہے کہ انہیں احساس ہو گیا تھا کہ رسول اللہؐ کو اللہ کی طرف سے بلاوا آنے والا ہے۔ جب حضورؐ نے انؓ سے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کی دین مکمل ہو گیا۔ کمال کے بعد زوال ہی تو ہے۔

نبی کریمؐ نے میدان عرفات میں جبل رحمت پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا:

> ''آج اوپر جانے کے لیے پتھروں کو تراش کر سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں اور جس جگہ

Marfat.com

آنحضرتؐ نے خطاب فرمایا وہاں ایک چھوٹا سا ستون ہے۔ جبل رحمت پر دن کے وقت میلے کا سماں ہوتا ہے۔ زائر بڑی تعداد میں یہاں آتے ہیں تا کہ اس مقدس پہاڑی کا دیدار کر سکیں جس کے بارے میں روایت بھی ہے کہ حضرت آدمؑ اور اماں حوا اسی پہاڑی پر اترے تھے۔

عرفات سے آپؐ نے حضرت اسامہؓ کو پیچھے بٹھایا اور مزدلفہ تشریف لائے۔ یہاں مغرب اور عشا ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھیں اور پھر آرام فرمایا یہ واحد موقع ہے جب آپؐ نے تہجد کی نماز ادا نہیں کی۔ نماز فجر کے بعد مسجد حرام تشریف لائے اور قبلہ رخ ہو کر اللہ سے دعا کی۔ راستے میں وادیٔ محسر آئی تو آپؐ نے رفتار تیز کر دی کیونکہ یہی وہ وادی ہے جہاں ابرہہ پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ شیطانوں کا ٹھکانہ ہے۔

اس بار حضرت فضلؓ بن عباس آپؐ کے پیچھے سوار تھے۔

ایک نوجوان لڑکی آئی اس نے پوچھا حضرتؐ! میرا والد بہت بوڑھا ہے کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے لڑکی کو اجازت دی اسی دوران نوجوان فضلؓ بن عباس نے لڑکی کی طرف دیکھا تو آپؐ نے خود اپنے دست مبارک سے نوجوان کا چہرہ دوسری جانب کر دیا۔ حضرت عباسؓ نے اس کی وجہ جاننا چاہی تو آپؐ نے جواب دیا میں نے ان کی آنکھیں ملتے دیکھیں تو خطرہ محسوس ہوا کہ ان پر شیطان حملہ آور ہو جائے گا۔

یہیں آپؐ نے رمی کے لیے کنکریاں منگوائیں اور ہدایت فرمائی کہ چنے کے دانے سے تھوڑی بڑی کنکریاں شیطانوں کو مارو۔ اس سنتِ ابراہیمیؑ سے فارغ ہو کر آپؐ نے مہاجرین کو دائیں اور انصار کو بائیں جانب بٹھایا۔ باقی حاجی اردگرد بیٹھ گئے تو آپؐ نے اپنے دونوں پاؤں اونٹنی کی رکابوں میں ڈالے اور کھڑے ہوئے۔ پھر آپؐ نے یہاں پر بھی خطاب فرمایا۔ اس وقت آپؐ کی اونٹنی کی مہار حضرت بلالؓ کے ہاتھوں میں تھی جب کہ حضرت علیؑ اور دوسرے مکبر آپؐ کا پیغام دوہرا کر لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔

یہیں آپؐ نے قربانی کے مسائل بتائے۔ لوگوں کو مناسکِ حج سے آگاہ کیا اور کنکریوں کا حجم دکھا کر انہیں مارنے کے طریقہ سے بھی آگاہ فرمایا۔

آپؐ قربانی کے لیے اپنے ساتھ ایک سو اونٹ لائے تھے۔ جن میں سے 63 آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیے۔ یہ آپؐ کی عمر مبارک کے حساب سے ہر سال کے عوض ایک اونٹ کی قربانی تھی۔ باقی 37 اونٹوں کی قربانی کے لیے آپؐ نے حضرت علیؑ کو ہدایت فرمائی۔ آپؐ نے ہر قربانی سے ایک ایک بوٹی جمع

Marfat.com

کرائی اور پھر پکوا کر شوربہ پیا اور گوشت کھایا۔

قربانی کی سنت سے سبکدوش ہو کر آپؐ نے حلق کرایا یعنی سر کے بال منڈوائے کانوں کے نیچے کے بال حضرت معمر بن عبداللہؓ دائیں جانب کے دیگر لوگوں میں تقسیم کر دیئے جب کہ بائیں جانب کے بال حاصل کرنے کی سعادت حضرت ابوطلحہؓ کو حاصل ہوئی۔ روایت کے مطابق پیشانی کے بال حضرت خالد بن ولیدؓ کو عطا ہوئے۔ یہ بال وہ مستقل طور پر اپنی ٹوپی میں رکھتے تھے اور جب بھی وہ ٹوپی پہن کر کسی لڑائی میں شریک ہوتے تو اللہ تعالیٰ فتح کو ان کا مقدر قرار دے دیتا۔

حلق کے بعد آپؐ نے احرام کھول دیا اور آپؐ کی جانب سے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے اعلان کر دیا کہ یہ کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کا دن ہے۔ یہاں سے آپؐ کی سواری بیت اللہ کی طرف چل پڑی۔ طواف کے بعد عام حاجیوں کے ساتھ آپؐ نے زم زم پیا اور پھر منیٰ آ گئے۔ 11 اور 12 ذی الحجہ کو باری باری تینوں شیطانوں کو ساتھ ساتھ کنکریاں ماریں۔ جب آپؐ کنکری پھینکتے تو بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر بھی پکارتے۔ 12 ذی الحجہ کو رمی سے فارغ ہو کر آپؐ نے خطاب وداع فرمایا۔

آپؐ نے فرمایا جاہلیت کے دور کے تمام قتل، قرض، سود اور بری رسمیں میرے قدموں تلے روندی جا چکی ہیں۔

آپؐ نے لوگوں کو ظلم و ستم سے منع فرمایا اور کہا کہ جو جرم کرے گا وہ اس کا ذمہ دار خود ہوگا۔ باپ بیٹے کے جرم کا اور بیٹا باپ کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔

آپؐ نے دیگر باتوں کے علاوہ فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

آپؐ نے لوگوں سے کہا۔ مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو شاید میں اس کے بعد حج نہ کر سکوں۔

آپؐ نے ہاتھ پھیلائے اور وہاں موجود لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا؟

حاضرین نے جواب دیا: جی ہاں! یا رسول اللہؐ۔

اس پر آپؐ نے فرمایا اے لوگو! گواہ رہنا۔

پھر آپؐ نے ہدایت فرمائی جو حاضر ہے وہ واپس جا کر اسے بتا دے جو حاضر نہیں کیونکہ ان لوگوں کی نسبت جو سننے والے ہیں وہ لوگ زیادہ یادداشت اور فہم و فراست کے مالک ہوتے ہیں جو حاضر نہیں۔

اگلے روز یعنی 13 ذوالحجہ وادیٔ محصب میں رات گزارنے کے بعد آپؐ مکہ روانہ ہوئے۔ وہاں آپؐ نے طواف وداع کیا اور اسے ہر حاجی کا آخری فعل قرار دیا۔

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہؓ مکہ آمد کے وقت عمرہ ادا نہیں کر سکی تھیں۔ انہوں نے عمرہ کے لیے اجازت چاہی تو انہیں اپنے بھائی عبدالرحمنؓ کے ساتھ تنعیم (مسجد عائشہ) سے احرام باندھ کر عمرہ کی اجازت دی۔ ام المومنینؓ کی واپسی پر آپؐ نے ساتھیوں کو واپس چلنے کا حکم دے دیا۔

نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے جانے کے بارے میں بڑے واضح پیغامات دے رہے تھے۔ مدینہ واپسی پر آپؐ نے راستے میں خم کے مقام پر ایسا ہی خطاب کیا وہاں تالاب کے کنارے آپؐ نے فرمایا:

> ''اے لوگوں میں انسان ہوں اور مجھے گمان ہے کہ جلد ہی اللہ تعالیٰ کا قاصد میرے پاس آنے والا ہے اور مجھے اس دنیا سے انتقال کو قبول کرنا ہوگا لیکن میں تمہارے پاس دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں روشنی اور ہدایت موجود ہے۔ پھر آپؐ نے تین دفعہ فرمایا کہ میں اپنے اہل بیت کے سلسلے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

عربی میں تالاب کو غدیر کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہ ''خطبہ خم غدیر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اب مدنیہ قریب تھا لیکن آپؐ نے رات ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا اور صبح مدینہ تشریف لے گئے۔

Marfat.com

ہرقل کا فیصلہ

وہ بھی کیا منظر ہوگا۔اس وقت کی سپر طاقت قیصر روم ہرقل کا دربار سجا ہوا ہے۔ابوسفیان کفارِ مکہ کے نمائندہ ہیں ان سے رسول اللہؐ کے بارے میں سوال جواب ہو رہے ہیں مگر ہرقل ہر بات میں انہیں لاجواب کر دیتا ہے۔پھر اس نے جو فیصلہ سنایا اس کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے کہ ''اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدموں کو دھوتا۔''

دراصل آنحضرتؐ نے مختلف حکمرانوں کو مکتوبات مبارک بھیج کر انہیں اسلام کی دعوت دی تھی۔ایسا ہی یک خط ہرقل کو بھی بھیجا گیا۔اسلام کے زور پکڑنے کے بعد ارد گرد کے حکمران عالمِ عرب میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے بھی آگاہ رہنا چاہتے تھے۔قیصر روم کو رسول اللہ کا مکتوب ملا۔اسے آپؐ کی کامیابیوں اور فتوحات کا بھی علم ہو چکا تھا۔لہٰذا اس نے شام میں اپنے گورنر کو ایسے عرب باشندے بھیجنے کے لیے کہا جو رسول اللہؐ کو جانتے ہوں اور ان کے بارے میں ہرقل کو آگاہ کریں۔شام کے گورنر نے ایسے تیس افراد کی ایک جماعت تیار کی جن میں ابوسفیان بھی تھے۔ابوسفیان ان دنوں اتفاق سے مالِ تجارت لے کر شام آئے ہوئے تھے۔یہ جماعت بیت المقدس روانہ کر دی گئی جہاں ہرقل موجود تھا۔اس موقع پر ہرقل کے ابوسفیان سے جو سوال و جواب ہوئے احادیث مبارکہ اور سیرت پاکؐ کی کتب میں اس کا تفصیل سے ذکر ہے۔بخاری شریف میں اس کی تفصیل حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے ہے۔جنہیں یہ واقعہ خود ابوسفیان نے سنایا۔

یہاں اسے مختصراً پیش کیا جا رہا ہے۔ابوسفیان کہتے ہیں:

جس مدت میں میرے اور رسول اللہؐ کے درمیان صلح (حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق) تھی۔میں (سفر تجارت پر) گیا ہوا تھا۔میں شام میں تھا کہ آنحضورؐ کا مکتوب ہرقل کے پاس پہنچا۔انہوں نے بیان کیا کہ وجیہ الکلبیؓ وہ خط لائے تھے اور عظیم بصریٰ کے حوالے کر دیا تھا اور ہرقل کے پاس اس کے واسطے سے پہنچا تھا۔بیان کیا کہ ہرقل نے پوچھا کیا ہماری حدود سلطنت میں اس شخص کی قوم کے بھی کچھ لوگ ہیں جو نبیؐ ہونے کا دعویدار ہے۔درباریوں نے بتایا کہ جی ہاں! موجود ہیں۔ابوسفیان نے بتایا کہ پھر مجھے قریش کے چند دوسرے افراد کے ساتھ بلایا گیا۔ہم ہرقل کے دربار میں داخل ہوئے اور اس کے سامنے بٹھا دیا گیا۔اس نے پوچھا تم لوگوں میں اس شخص سے زیادہ قریب کون ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ابوسفیان نے بیان کیا میں نے کہا

Marfat.com

میں زیادہ قریب ہوں۔اب درباریوں نے مجھے بادشاہ کے بالکل قریب بٹھا دیا اور میرے دوسرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھا دیا۔اس کے بعد ترجمان کو بلایا اوراس سے ہرقل نے کہا انہیں بتاؤ کہ میں اس شخص کے بارے میں تم سے کچھ سوال کروں گا جو نبی ہونے کا دعویدار ہے۔اگر یہ (یعنی ابوسفیان) جھوٹ بولے تو تم اس کی تکذیب کر دینا۔ابوسفیان کا بیان تھا کہ خدا کی قسم! اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ میرے ساتھی کہیں میرے جھوٹ کا راز فاش نہ کر دیں تو میں (آنحضورؐ کے بارے میں) ضرور جھوٹ بولتا۔پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ اپنے نسب میں کیسے ہیں؟ ابوسفیان نے بیان کیا کہ میں نے کہا ان کا نسب ہم سب میں باعزت ہے۔اس نے پوچھا کہ ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے؟ بیان کیا کہ میں نے کہا نہیں۔اس نے پوچھا تم نے دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت لگائی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔پوچھا ان کی پیروی معزز لوگ زیادہ کرتے ہیں یا کمزور؟ میں نے کہا کہ قوم کے کمزور لوگ زیادہ ہیں۔اس نے پوچھا ان کے ماننے والوں میں زیادتی ہوتی رہتی ہے یا کمی؟ میں نے کہا کہ نہیں بلکہ زیادتی ہوتی رہتی ہے۔پوچھا کبھی ایسا بھی کوئی واقعہ پیش آیا ہے کہ کوئی ان کے دین کو قبول کرنے کے بعد ان سے بدگمان ہو کر انہیں چھوڑ گیا ہو؟ میں نے کہا ایسا کبھی نہیں ہوا۔اس نے پوچھا تم نے کبھی ان سے جنگ بھی کی ہے؟ میں نے کہا ہاں —— اس نے پوچھا تمہاری ان کے ساتھ جنگ کا کیا نتیجہ رہا؟ میں نے ہماری جنگ کی مثال ایک ڈول کی ہے کہ کبھی ان کے حق میں رہی اور کبھی ہمارے حق میں۔اس نے پوچھا کبھی انہوں نے تمہارے ساتھ دھوکا بھی کیا؟ میں نے کہا اب تک تو نہیں کیا لیکن ہمارا ان کے ساتھ آج کل ایک معاہدہ چل رہا ہے۔نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں ان کا طرزِ عمل کیا رہے گا۔

ابوسفیان نے کہا کہ بخدا اس ایک جملہ کے سوا میں پوری گفتگو میں کوئی بات اپنی طرف سے نہیں ملا سکا۔اس نے پوچھا اس سے پہلے بھی تمہارے ہاں یہ دعویٰ کسی نے کیا تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔اس کے بعد ہرقل نے سارے سوال و جواب دہرائے۔پھر ہرقل نے پوچھا کہ وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں؟ میں (ابوسفیان) نے کہا نماز، زکوۃ، صلہ رحمی اور پاکدامنی کا۔آخر اس نے کہا جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یقیناً وہ نبی ہیں۔اس کا علم تو مجھے بھی ہے کہ ان کی بعثت ہونے والی ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ تمہاری قوم میں مبعوث ہوں گے۔اگر مجھے ان تک پہنچ سکنے کا یقین ہوتا تو میں ضرور ان سے ملاقات کرتا اور اگر میں ان کی خدمت میں ہوتا تو ان کے قدموں کو دھوتا اور ان کی حکومت میرے ان دو قدموں تک پہنچ کر رہے گی۔بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی منگوایا اور اسے پڑھا۔جب ہرقل مکتوب گرامی پڑھ چکا تو وہ دربار میں بڑا شور و ہنگامہ برپا ہو گیا اور پھر ہمیں دربار سے باہر کر دیا گیا۔باہر آ کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ

Marfat.com

(حضور اکرمؐ کی طرف اشارہ تھا) کا معاملہ تو اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ ملک بنی الصفر (ہرقل) بھی ان سے ڈرنے لگا۔ اس واقعہ کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ آنحضورؐ غالب آ کر رہیں گے۔ اور آخر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی روشنی میرے دل میں بھی ڈال دی۔

زہری نے بیان کیا کہ پھر ہرقل نے روم کے سرداروں کو بلایا اور انہیں ایک خاص کمرے میں جمع کیا۔ پھر ان سے کہا اے معشرِ روم! تم ہمیشہ کے لیے اپنی ہدایت اور فلاح چاہتے ہو اور یہ کہ تمہارا ملک تمہارے ہی ہاتھ میں رہے۔ بیان کیا کہ یہ سنتے ہی وہ سب وحشی جانوروں کی طرح دروازے کی طرف بھاگے۔ دیکھا تو دروازہ بند تھا۔ پھر ہرقل نے ان سب کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ میں نے تمہیں آزمایا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر پختہ ہو۔ اب میں نے اس چیز کا مشاہدہ کر لیا جو مجھے پسند تھی (یعنی تمہاری دین مسیح میں پختگی) چنانچہ سب درباریوں نے اسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ہرقل کے نصیب میں نہیں تھا کہ وہ اسلام کی پناہ میں آ جائے۔ وہ غالباً اپنے سرداروں سے خوفزدہ ہو گیا اور ہمیشہ کی فلاح کے مقابلے میں وقتی اقتدار کو فوقیت دی جو اس کی بدنصیبی تھی۔

Marfat.com

شاہِ عمان کا قبولِ اسلام

رسول اللہؐ کی دعوت پر عمان کے بادشاہ جیفر، اس کے بھائی عبد اور بہت سے دوسرے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے نام حضورؐ کا خط جناب عمرو بن العاصؓ لے کر گئے تھے۔ ملا واحدی دہلوی نے ''حیاتِ سرورِ کائناتؐ ''میں اس کی دلچسپ تفصیل دی ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ سب سے پہلے شاہ عمان کے چھوٹے بھائی عبد سے ملے اور کہا کہ میں اللہ کے رسولؐ کا سفیر ہوں اور تمہارے اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔ عبد نے کہا میں تمہیں بھائی تک پہنچا دوں گا لیکن تم کس کام سے آئے ہو۔ میں نے کہا اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہؐ کی رسالت کا پیغام دینے آیا ہوں۔ عبد نے کہا عمرؓو تو سردار قوم کا بیٹا ہے یہ تو بتا اس پیغام کو تیرے باپ نے بھی مانا ہے۔ ہم تیرے باپ کو عمل کا نمونہ بنائیں گے۔

میں نے کہا: میرا باپ تو مر گیا۔ کاش وہ ایمان لاتا۔

عبد نے پوچھا: تم نے محمدؐ کی پیروی کب اختیار کی۔

میں نے کہا: کچھ ہی زمانہ گزرا ہے۔

عبد نے پوچھا: کہاں مسلمان ہوئے تھے۔

میں نے کہا: نجاشی کے دربار میں مسلمان ہوا۔ نجاشی بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

عبد نے پوچھا: نجاشی کے درباریوں نے نجاشی کو بادشاہ رہنے دیا یا ہٹا دیا۔

میں نے کہا: نجاشی کے درباریوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور نجاشی کو بادشاہ رکھا۔

عبد نے پوچھا: کیا پادری بھی مسلمان ہوئے؟

میں نے کہا: پادری بھی مسلمان ہو گئے۔

عبد گھبرا کر بولا: دیکھو یہ کہہ رہے ہو۔

میں نے کہا: جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ اسلام میں جھوٹ بولنا شدید ترین گناہ ہے۔

عبد نے پوچھا: اچھا ہرقل نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا ہرقل کو نجاشی کے اسلام کا علم ہے؟

میں نے کہا: ہاں علم ہے۔

Marfat.com

عبد نے پوچھا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ علم ہے۔

میں نے کہا: نجاشی ہرقل کا باجگزار تھا۔ جب مسلمان ہوا تو اس نے ہرقل کو لکھ بھیجا کہ اب مجھ سے ایک پیسے کی توقع مت رکھو۔ ہرقل کے بھائی نباق نے ہرقل کو بھڑکایا کہ نجاشی تیرا ماتحت ہے۔ اس کی یہ جرأت کہ تیرے دین سے منحرف ہو جائے اور تجھے خراج دینے سے انکار کر دے۔ ہرقل نے کہا مجھے اپنی بادشاہی کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی یہ کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبد نے پھر کہا: عمروؓ کیا کہہ رہے ہو۔

میں نے کہا: واللہ سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد نے کہا: اچھا یہ بتاؤ تمہارے پیشوا تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں اور کن کن سے روکتے ہیں۔

میں نے کہا: وہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین فرماتے ہیں اور بتوں اور صلیب کی پرستش سے روکتے ہیں۔

عبد نے کہا: یہ تو ٹھیک احکام ہیں۔ میں بھائی کو مشورہ دوں گا کہ انہیں قبول کرے اور میرے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں چلے۔ اگر اس نے نہ مانا اور حکومت کا لالچ کیا تو لالچ اسے اور اس کے ملک کو ڈبو دے گا۔

میں نے کہا: حکومت کہاں جاتی ہے وہ مسلمان ہو جائے تو حضورؐ اس کی حکومت کو تھوڑا چھیڑیں گے۔ صرف اتنا کرنا پڑے گا کہ یہاں کے مالداروں سے زکوۃ وصول کی جائے گی۔ جو یہیں کے غریبوں میں تقسیم ہوگی۔

عبد نے کہا: اس میں کیا مضائقہ ہے لیکن زکوٰۃ سے کیا مطلب ہے ذرا وضاحت سے بیان کرو۔

میں نے زکوۃ کے مسائل بیان کیے۔

عبد نے کہا: ہمارے اونٹوں پر بھی زکوۃ لی جائے گی۔ اونٹ تو درختوں کے پتے کھا کر پیٹ بھر لیتے ہیں۔ میری قوم دیکھیے اس حکم کو تسلیم کرتی ہیں یا نہیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ سے عبد کی جو باتیں ہوتی تھیں وہ عبد اپنے بھائی شاہ عمان کو سنا دیتا تھا۔ کئی دن بعد شاہ عمان نے عمرو بن العاصؓ کو دربار میں بلایا اور کہا کیا کہنا چاہتے ہو۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضور سرور کائنات کا خط دے دیا۔ شاہ عمان نے خط پڑھا اور پڑھ کر عبد کی طرف بڑھا دیا۔ عبد نے بھی پڑھ لیا تو شاہ عمان نے سوال کیا کہ قریش کس رنگ میں ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا سب آہستہ آہستہ راہ راست پر آ گئے ہیں۔ شاہ عمان نے پوچھا تمہارے پیشوا کے گرد و پیش کے لوگ

Marfat.com

کون ہیں؟

حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا: جو نبوت کے دعویٰ سے پہلے ہی حضورؐ کی بابت اچھی رائے رکھتے تھے اور دعویٰ سنتے ہی مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے اسلام کی خاطر سب کچھ تج دیا تھا۔

شاہ عمان نے کہا: اچھا تم کل پھر آنا۔

دوسرے دن عمرو بن عاصؓ پہلے عبد سے ملے۔ عبد نے کہا حکومت کو ٹھیس نہ پہنچے تو بادشاہ غالباً اسلام قبول کر لے گا۔ بادشاہ کے پاس گئے تو اس نے کہا: اسلام قبول کرنے سے میں سارے عرب میں کمزور مشہور ہو جاؤں گا۔ حالانکہ واقعہ یہ نہیں۔ تمہاری فوج آتی تو تم دیکھ لیتے کہ کس سے سابقہ پڑا ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا تو بہتر ہے میں پھر واپس جاتا ہو۔

شاہ عمان نے کہا ایک دن ٹھہرو۔ دوسرے دن شاہ عمان، عبد اور بہت سے دوسرے عمانی مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

پھر کسریٰ مارا گیا

اس دور میں ایران کے بادشاہ کسریٰ کہلاتے تھے۔ نبی کریمؐ نے جب مختلف حکمرانوں کو خطوط بھیجے ان میں خسرو پرویز ایران کا کسریٰ بھی تھا۔ یہ سارا واقعہ بڑا سبق آموز ہے کہ حضورؐ کی شان میں گستاخی کا کیا انجام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے کس طرح بدلہ لیتا ہے۔

کسریٰ کے نام آنحضرتؐ کا مکتوب گراں حضرت عبداللہ بن حزامہؓ لے کر گئے۔ خط اس طرح سے تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہؐ کی جانب سے عظیم فارس کے کسریٰ کے نام

اس پر سلام ہو جو سیدھی راہ اختیار کرے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور اس امر کی شہادت دے کہ اللہ کا کوئی شریک ہے اور نہ عبادت کے لائق اور محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں۔ مجھے پوری دنیا کے لیے رسول بنایا گیا ہے تا کہ اہل دنیا کو دوسرے جہاں کے عذاب سے خوف دلاؤں اور اہلِ کفر تک اللہ کی بات پہنچاؤں۔

تو اسلام قبول کر لے تو سلامت رہے گا ورنہ تیری ساری مجوسی قوم کا گناہ تیرے اوپر ہوگا۔

خسرو پرویز نے یہ خط پڑھا تو غصے میں آ گیا اور نامۂ مبارک کو پرزے پرزے کر دیا۔ اس نے کہا ہماری رعایا کے ایک شخص نے ہمیں خط لکھنے اور ہمارے نام سے پہلے اپنا نام لکھنے کی جرأت کی ہے۔

کسریٰ کی اس حرکت کی اطلاع رسول اللہؐ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے میرا خط نہیں پھاڑا بلکہ اپنی حکمرانی کے فرمان کو چاک کر دیا ہے۔

حاکم فارس کی بدبختی نے اسے آواز دے دی تھی۔ اس نے یمن میں باذان نامی اپنے نائب کو حکم بھیجا کہ محمدؐ کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ لہٰذا باذان نے مختصر سی فوج مدینہ روانہ کر دی تا کہ آپؐ کو گرفتار کر کے لے آئے۔ نانویہ نامی ایک شخص اس فوج کا سربراہ تھا۔ یہ لوگ طائف کے راستے گئے۔ طائف والے انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ اب محمدؐ کی تباہی یقینی ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔

اس فوج کا سربراہ حضورؐ کی خدمت میں گیا اور مدعا بیان کیا تو آنحضرتؐ نے اسے اگلے روز طلب

Marfat.com

کیا۔ وہ دوسرے دن آیا تو نبی کریمؐ نے اسے اطلاع دی کہ تمہارا کسریٰ تو رات کو قتل کر دیا گیا۔ نانو یہ بڑا حیران ہوا اور اپنی جمعیت لے کر یمن واپس چلا گیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد یہ خبر درست ثابت ہوئی کہ خسرو پرویز کو قتل کرنے کے بعد اس کے بیٹے شیرویہ نے تخت سنبھال لیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد یمن کے حاکم نے آنحضرتؐ کے بارے میں تحقیق کی اور آپؐ کی تعلیمات کو پرکھنے کے بعد کفر سے توبہ کی اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے سارے درباری بھی مسلمان ہو گئے جب کہ رعایا میں سے اکثریت نے پرانا مذہب چھوڑ کر دین اللہ کا دامن تھام لیا۔

کچھ اور حکمرانوں کو بھی خطوط ارسال کیے گئے۔ والیٔ قبط (مصر) مقوقس کے نام مکتوب مبارک حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے حوالے کیا گیا۔ وہ اسے لے کر مصر گئے۔ جس میں رسول اللہؐ نے مقوقس کو اسلام کی دعوت دی تھی۔

مقوقس کا جواب تھا کہ آنے والا نبی شام میں آئے گا۔ تمہارے نبیؐ میں نبوت کی علامات تو ہیں لیکن میرا دل نہیں مانتا۔ تاہم اس نے نبی کریمؐ کو دو کنیزیں بھیجیں۔ جن میں حضرت ماریہ قبطیہؓ بھی شامل تھیں۔ ان کے علاوہ دیگر تحائف بھی بھیجے اور آنحضرتؐ کا مکتوب مبارک ہاتھی دانت کے ڈبے میں بند کر کے اسے سربمہر کیا اور خزانے میں رکھوا دیا۔ مکتوب ابھی تک موجود ہے۔

نجد کے حاکم ثمامہ بن اثال کو نبی رحمتؐ کا نامہ مبارک 6ھ میں بھیجا گیا اس نے دعوتِ حق قبول کر لی اور مسلمان ہو گیا۔

غسان کے حاکم جبلہ کے پاس آپؐ کا مکتوب 7ھ میں گیا۔ لہٰذا اس نے بھی اسلام کی آغوش میں پناہ لے کر عافیت حاصل کی۔

شام کے گورنر فروہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ وہ قیصر روم کی جانب سے گورنر مقرر کیے گئے تھے۔ قیصر کو معلوم ہوا تو اس نے اسلام ترک کرنے کا حکم دیا مگر آپ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر قیصر نے انہیں بلوایا اور قید خانے میں ڈال دیا۔ وہ پھر بھی حق کی راہ سے نہ ہٹے تو انہیں شہید کرا دیا گیا۔

دومتہ الجندل کا حاکم اکیدر بھی اسلام کی پناہ میں آ گیا۔ اس نے 9ھ میں اسلام قبول کیا تھا۔

یمامہ کے حکمران ہوذہ بن علی کے پاس حضرت سلیط بن عمروؓ نبی کریمؐ کی جانب سے اسلام کی دعوت لے کر گئے۔ ہوذہ نے عجیب وغریب مطالبہ کر دیا اور نورِ اسلام سے محروم رہ گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسے اسلامی حکومت میں نصف کا شریک کر لیا جائے تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔

یمن وطائف کا حاکم اور حمیر قبیلے کا سردار ذوالکلاح حمیری خود کو خدا کہلواتا تھا اور اپنی رعایا سے

Marfat.com

سجدے کرواتا تھالیکن وہ عقل مند نکلا گمراہی چھوڑ کر اسلام کی دعوت قبول کر لی اور فلاح پا گیا۔ روایات میں بتایا گیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کر دیئے تھے۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں وہ حکمرانی چھوڑ کر درِ مصطفیٰؐ کی خاک چومنے مدینہ منورہ آ گیا اور پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔

Marfat.com

نبی کریمؐ کی رحلت

آخر وہ دن آن پہنچا۔

جانثاران رسالتؐ کے لیے اس سے زیادہ غم واندوہ کا دن اور کون سا ہوگا۔ وہ رنج اور حزن وملال میں ڈوب گئے۔ چودہ روز تک مرض الموت میں مبتلا رہنے کے بعد ہادی ورہنماؐ اس جہاں سے وصال فرما گئے ـــ اور ملائے اعلیٰ کے پاس چلے گئے۔

جن دنوں آپؐ علیل تھے۔ ایک دن نماز کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو دنیا کی نعمتوں کو قبول کر لے اور اگر وہ چاہے تو اللہ کے پاس جا کر وہ نعمتیں قبول کر لے جو وہاں ملنے والی ہیں۔ اس بندے نے اللہ کے پاس جا کر ملنے والی نعمتوں کو قبول کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی ایمانی فراست کی بنا پر آنحضرتؐ کے ارشادات کی تہہ کو پہنچ گئے۔ آخر کیوں نہ پہنچتے۔ یارِ غار ہی نہیں نبی کریمؐ کے بچپن کے دوست بھی تھے۔ آنحضرتؐ نے ایک بار فرمایا تھا کہ ابوبکرؓ کا ایک ہی عمل عمرؓ کے تمام عمر کے اعمال پر بھاری ہے اور یہ عمل وہی ہے جس کی بنا پر انہوں نے یارِ غار کا لقب پایا ـــ

حضرت ابوبکر صدیقؓ جان گئے کہ حضورؐ نے جس بندے کا ذکر کیا ہے۔ وہ خود آپؐ ہی ہیں وہ رونے لگے اور بیقرار ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی۔

نہیں یا رسول اللہؐ! ہم اپنی جانیں اور مال آپؐ پر قربان کر دیں گے۔

حضورؐ اپنے یارِ غار سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

''اے ابوبکرؓ! رومت۔ میں جس کے مال اور رفاقت کا سب سے زیادہ احسان مند ہوں وہ ابوبکرؓ ہے۔ میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت کافی ہے۔ ابوبکرؓ کے دروازے کے سوا مسجد کے رخ کوئی اور دروازہ نہ رکھا جائے۔''

حضورؐ کی کمزوری اور نقاہت میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا تھا۔ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ کو نماز کی امامت

Marfat.com

کا حکم ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ مسجد نبویؐ میں امامت کرانے لگے اور مختلف روایات کے مطابق پیر 12 ربیع الاول 11ھ کو حضور کے وصال تک انہوں نے 17 نمازوں کی امامت فرمائی۔

روایات میں آتا ہے کہ حضورؐ کی بیماری کے دوران حضرت جبرائیل امینؑ آپؐ کے پاس تشریف لائے اور نبی رحمتؐ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے اعزاز و اکرام کے لیے خصوصی طور پر آپؐ کے پاس بھیجا ہے کہ میں اس ذات کی طرف سے جو آپؐ سے بہتر جانتی ہے، دریافت کروں کہ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟

حضور اکرمؐ نے جواب دیا:

اے جبرائیل میں اپنے آپ کو غم زدہ پاتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو مصیبت زدہ پاتا ہوں۔

جبرئیل امینؑ اگلے دن آئے اور اس سے اگلے دن پھر آئے۔ اور یہ بات پوچھی جس کا حضورؐ نے وہی جواب دیا جو آپؐ پہلے دن دے چکے تھے۔

جبرئیل امینؑ اگلے دن پھر آئے مگر اس باران کے ساتھ ملک الموت بھی تھے۔

جبرئیل امینؑ نے آپؐ سے کہا یہ ملک الموت ہے جو آپؐ سے اجازت چاہتا ہے کہ اندر آ جائے۔ آپؐ سے پہلے اس نے کسی سے اجازت طلب کی ہے اور نہ آپؐ کے بعد کسی سے اجازت طلب کرے گا۔

حضورؐ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دے دو۔ لہٰذا جبرئیلؑ نے ملک الموت کو اجازت دے دی۔ وہ اندر آیا اور آپؐ کو سلام کیا۔ پھر کہا اے محمدؐ! مجھے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف بھیجا ہے۔ آپؐ مجھے اجازت دے دیں تو میں آپؐ کی روح قبض کر لوں گا۔ اگر آپؐ اجازت نہ دیں تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ اے ملک الموت کیا تو ایسا کرے گا؟ تو اس نے جواب دیا۔ ہاں مجھے یہی حکم ہے۔ مجھے حکم ہے کہ میں آپؐ کی اطاعت کروں۔ (روایات کے مطابق) رسول اللہؐ نے حضرت جبرئیل امینؑ کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ آپؐ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ جس پر رسول اللہؐ نے ملک الموت سے فرمایا کہ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزرئے لہٰذا اس نے آپ کی روح قبض کر لی۔ (البدایہ و النہایہ)

یہ پیر کا دن، ربیع الاول کی 12 تاریخ اور سال 11 ہجری تھا۔ چاشت کا وقت تھا۔ سرِ اقدس حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گود میں تھا کہ آپؐ پر سکرات طاری ہوگئی۔

ہادیٔ برحقؐ نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو پہلے آپؐ نے دندان مبارک پر مسواک کی۔ اور تین بار فرمایا:

Marfat.com

''اب اور کوئی نہیں۔ وہی سب سے بڑھ کر ساتھی چاہیے۔''

آفتابِ رسالتﷺ شفق رحمت میں غروب ہوا تو حضرت ابوبکرؓ وہاں موجود نہیں تھے ـــــ اس صبح بظاہر حضورؐ کی طبیعت بہتر اور مرض میں افاقہ معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ نماز کے بعد آپؐ سے اجازت لے کر اپنی اہلیہ حبیبہؓ بنت خارجہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؓ کا یہ گھر مدینہ شریف کے نواح میں دو میل دور بستی سخ میں تھا۔ حضرت سالم بن عبیدؓ نے آپؓ کو یہ روح فرسا خبر پہنچائی تو حضرت ابوبکرؓ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوئے اور مدینہ شریف پہنچ گئے۔ جہاں صحابہ کرامؓ کے لیے قیامت صغریٰ برپا تھی۔ آپؓ حجرہ اقدس میں گئے۔ انہوں نے بچپن کے رفیق اور اپنے ہادی و رہنما کی مبارک جبیں پر بوسہ دیا۔ وہ رو دیئے اور روتے ہوئے فرمایا:

آپؐ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپؐ کی حیات اور وفات دونوں ہی پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے حق میں جو موت لکھ دی تھی۔ آپؐ نے اس کا ذائقہ چکھ لیا۔ اس کے بعد آپؐ کبھی وفات نہیں پائیں گے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کا مقدس چہرہ چادر سے ڈھکا اور باہر نکلے۔ اس وقت مسجد نبوی مہاجر اور انصار دونوں سے بھری ہوئی تھی۔ ہر چہرے پر رنج اور ہر آنکھ میں آنسو تھا۔ صحابہ کرامؓ کی یہ حالت تھی کہ ان کا چین و قرار چھن گیا تھا۔ کسی کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ حضورؐ اب ان میں نہیں رہے اور رب کریم کے جوارِ رحمت میں تشریف لے جا چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی اس وقت عجیب حالت تھی۔ وہ یقین کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھے کہ حضورؐ اب ان میں نہیں ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کی بہادری اور شجاعت کا کوئی ثانی نہیں مگر اس وقت ان کی جو حالت تھی وہ یہ بات کہنے والے کے ساتھ مرنے مارنے پر تل گئے۔ وہ حضورؐ سے 13 برس چھوٹے تھے مگر انہیں حضور کا سسر ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ وہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے والد گرامی تھے۔

حضور اکرمؐ نے ایک بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا لیکن آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس سے حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

روایت ہے کہ وہ اس قدر خود رفتہ ہو گئے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں اعلان کر دیا ''جو شخص یہ کہے کہ ''آنحضرتؐ نے وفات پائی اس کو قتل کر دوں گا۔'' حضرت عمر فاروقؓ وفور جذبات میں لوگوں سے کہہ رہے تھے:

''واللہ آپؐ نے وفات نہیں پائی بلکہ موسیٰ کی طرح اپنے رب کے پاس گئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ بھی چالیس دن کے بعد واپس آ گئے تھے حالانکہ ان کی نسبت بھی کہا جاتا

Marfat.com

تھا کہ وفات پا گئے ہیں ـــــ اسی طرح رسول اللہؐ بھی واپس تشریف لائیں گے۔اور لوگوں (منافقوں) کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔"

صدیق اکبرؓ اگرچہ فرطِ غم سے نڈھال تھے لیکن ان کے عشق رسولؐ اور خیر خواہی امت کے جذبہ کو گوارا نہ ہوا کہ لوگ حضور پر نورؐ کے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔غم واندوہ کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں وہ منیارۂ نور بن کر کھڑے ہو گئے۔پہلے تو حضرت عمر فاروقؓ کو آواز دی: اے عمر سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ بار روایت دیگر فرمایا: اے قسمیں کھانے والے ٹھہر جا، جلدی نہ کر۔

حضرت عمرؓ سخت جوش اور وارفتگی کے عالم میں تھے۔انہوں نے صدیق اکبرؓ کی بات سنی ان سنی کر دی۔اس پر صدیق اکبرؓ کو جلال آ گیا۔وہ آگے بڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے لوگو! جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمدؐ وفات پا گئے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔کبھی نہیں مرے گا۔

اور اللہ کا ارشاد ہے:

اور نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسول۔ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں اگر محمدؐ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل (کفر کی جانب) پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر گزار بندوں کو عنقریب جزا دے گا۔(آل عمران: 144)

صدیق اکبرؓ کا خطبہ سن کر لوگ چونک پڑے اور انہیں ایسا محسوس ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو سن کر میرے پاؤں ٹوٹ گئے۔ کھڑے رہنے کی سکت نہ رہی۔میں زمین پر گر گیا اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ بے شک رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی ہے (سیرت خلیفۃ الرسولؐ)

وصال سے پہلے آنحضرتؐ نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔گھر میں سات دینار تھے وہ بھی خیرات کر دیئے۔یوم وفات حضورؐ کی طبیعت کچھ بہتر معلوم ہو رہی تھی۔آپؐ نے حجرے کا پردہ ہٹایا۔مسجد میں فجر کی نماز ادا کی جا رہی تھی اور امام حضرت ابو بکرؓ تھے۔آپؐ نے پردہ چھوڑ دیا۔چہرہ مبارک اگرچہ سفید پڑ گیا تھا مگر نماز کا منظر دیکھ کر اس پر بشاشت دوڑ گئی۔حضرت فاطمہؓ پاس ہی تھیں۔آپؐ نے پیاری بیٹی سے کچھ فرمایا۔وہ پہلے رو دیں اور پھر مسکرا پڑیں۔حضرت عائشہؓ کے استفسار پر حضرت فاطمہؓ نے کہا ابا جان نے بتایا ہے کہ وہ دنیا

Marfat.com

سے رخصت ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ تم سب سے پہلے مجھ سے آن ملو گی۔ اس موقع پر آپؓ کو سیدہ النساء ہونے کی بشارت دی گئی۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو بلایا۔ پیار کیا اور فرمایا کہ انہیں احترام دینا۔ ازواج مطہراتؓ سے بھی ملاقات کر کے انہیں کچھ ہدایات دیں۔ حضرت علیؓ کو نصیحتیں فرمائیں۔ سکرات کے کرب کے باعث چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا۔ حضرت فاطمہؓ بولیں۔ ابا جان کس قدر کرب میں ہیں تو فرمایا بیٹی! آج کے بعد تیرا باپ کبھی کرب میں مبتلا نہیں ہوگا۔

آپ بار بار دہرا رہے تھے کہ اے اللہ تو بڑا رفیق ہے۔ میں ان کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر تو نے انعام فرمایا۔ پھر ظہر کا وقت آ گیا اور آپؐ ملائے اعلیٰ سے جا ملے۔ یہ پیر کا دن تھا۔ مغرب کے بعد نماز جنازہ شروع ہوئی۔ چونکہ جگہ مختصر تھی لہٰذا تھوڑے تھوڑے لوگ آ کر نماز پڑھتے گئے اور یہ سلسلہ بدھ کے دن تک جاری رہا۔ جس کے بعد آپؐ کو دفن کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ نبی جس جگہ وفات فرماتے ہیں انہیں اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے لہٰذا آپؐ کو سیدہ عائشہؓ کے حجرہ میں ہی دفن کیا گیا۔ غسل حضرت علیؓ نے دیا۔ اس موقعہ پر حضرت عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت قثم بن عباسؓ بھی موجود تھے۔ انصار کی خواہش پر ان کی نمائندگی بدری صحابی اوس بن خولیؓ نے کی۔

اب سوال اٹھا کہ قبر کیسی بنائی جائے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ مکے کی طرز اور حضرت طلحہؓ مدینے کی طرز کی قبر کھودتے تھے جس کی لحد بغلی ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا دونوں کو بلواؤ جو پہلے پہنچ جائے وہی قبر کھودے گا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت ابوطلحہؓ نے پہلے پہنچ کر بغلی لحد والی قبر کھودی۔ حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ نے آپ کو لحد میں اتار دیا اور یہ چاند دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت

بعض لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خود نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو صحابہ کرامؓ میں سب سے افضل قرار دیا تھا۔ نبی کریمؐ نے اپنی حیات میں ہی امامت کا فریضہ حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کیا۔ اور رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد خلافت کا معاملہ فوراً حل نہ ہو جاتا تو ممکن تھا کہ مسلمان انتشار کا شکار ہو جاتے اور قبائلی عصبیت اور منافقین کی ریشہ دوانیاں رنگ دکھا دیتیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اڑھائی سالہ دورِ خلافت میں ثابت کیا کہ انہوں نے حکمرانی کا حق ادا کر دیا ہے۔

خلافت کا مسئلہ اسی وقت طے ہو گیا تھا۔ جب نبی کریمؐ کے جسد اطہر کو ابھی قبر میں نہیں اتارا گیا تھا۔ یہ سب کیسے ہوا۔۔۔؟ بہتر ہوگا کہ اسے خود حضرت عمرؓ کے حوالے سے بیان کر دیا جائے۔ بخاری شریف کی جلد سوم (کتاب المحاربین) میں حضرت عمرؓ کا ایک طویل خطاب ہے جو آپؓ نے حج سے واپسی پر جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر کیا۔ اس خطاب میں بہت کچھ ہے لیکن یہاں مختصراً وہی حصہ دیا جا رہا ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت سے متعلق ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

> تم میں سے ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ واللہ اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں صاحب سے بیعت کروں گا۔ کوئی شخص یہ کہہ کر مغالطہ نہ ڈالے کہ ابوبکرؓ کی بیعت تو اچانک ہو گئی تھی اور پھر پوری ہو گئی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ بالکل صحیح تھی۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے شر سے محفوظ رکھا اور تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو ابوبکرؓ جیسی فضیلت و عظمت رکھتا ہو۔
>
> بلاشبہ جس وقت حضور اکرمؐ کی وفات ہوئی تو ابوبکرؓ ہم میں سب سے بہتر تھے۔ البتہ انصار نے ہماری مخالفت کی تھی اور وہ سب لوگ سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی طرح علیؓ اور زبیرؓ اور ان کے ساتھیوں نے بھی ہماری مخالفت کی۔ باقی مہاجرین ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اس وقت میں نے ابوبکرؓ سے کہا تھا کہ اے ابوبکرؓ! ہمیں ہمارے انصار بھائیوں کے پاس لے چلیے۔ چنانچہ ہم ان سے ملاقات کے ارادے سے چل پڑے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ہماری انہی میں سے دو صالح

Marfat.com

افراد سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ہم سے قوم کا رجحان بیان کیا۔

ہم آگے بڑھے اور انصار کے پاس سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچے۔ مجلس میں ایک صاحب اپنے سارے جسم پر چادر لپیٹے درمیان میں بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ سعد بن عبادہؓ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ انہیں بخار آ رہا ہے۔ پھر ہمارے تھوڑی دیر تک بیٹھنے کے بعد ان کے خطیب نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی پھر کہا امابعد! ہم اللہ کے مددگار (انصار) اور اسلام کے لشکر ہیں اور تم اے گروہ مہاجرین! کم تعداد میں ہو جو عصبیت کی وجہ سے اپنی قوم میں سے نکل کر یہاں چلے آئے ہیں۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں جڑ سے اکھاڑ دیں اور خلافت وحکومت سے ہمیں نکال باہر کریں۔ جب وہ خطبہ پورا کر چکے تو میں نے بولنا چاہا۔ میں نے پوری بات اپنے ذہن میں ترتیب دے رکھی تھی۔ جب میں نے کہنا چاہا تو ابوبکرؓ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ۔ میں نے اس وقت انہیں ناراض کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے کہنا شروع کیا۔ وہ مجھ سے زیادہ بردبار اور باوقار تھے۔ واللہ! انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جسے میں نے اپنے ذہن میں ترتیب دے رکھا تھا اور بہت خوش تھا۔ انہوں نے ساری باتیں اسی ترتیب سے بلکہ اس سے بھی بہتر انداز میں فی البدیہہ کہہ ڈالیں اور پھر خاموش ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے اپنی جس فضیلت و بھلائی کا ذکر کیا ہے تو آپ لوگ یقیناً اس کے اہل ہیں لیکن خلافت وامارت اس قبیلۂ قریش کے سوا کسی قبیلے میں تسلیم نہیں کی جاتی۔ عرب میں نسب اور خاندان کے اعتبار سے یہی سب سے بہتر سمجھے جاتے ہیں۔ میں ان دو حضرات میں سے کسی ایک کے لیے تیار ہوں۔ آپ لوگ جس سے چاہیں بیعت کر لیں۔ انہوں نے میرا اور عبیدہ بن الجراحؓ کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ہمارے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی ساری گفتگو میں صرف یہی بات مجھے ناگوار گزری۔

پھر انصار نے کہا ہماری حیثیت جڑ اور بنیاد کی ہے ہمارے بغیر گاڑی کا چلنا ممکن نہیں۔ اس لیے ایک امیر ہم سے اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے۔ اس پر شور وغل ہونے لگا اور آوازیں بلند ہو گئیں اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں اختلاف ونزاع نہ پیدا ہو جائے۔

Marfat.com

چنانچہ میں نے کہا ابوبکرؓ آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ہم سعد بن عبادہؓ پر غالب آ گئے۔

واللہ! جو مسائل درپیش تھے (آنحضرتؐ کو دفن کرنا بھی ان میں شامل تھا) ان میں ابوبکرؓ کی بیعت سے زیادہ (فوری) کوئی اور مسئلہ نہیں تھا (کیونکہ آنحضرتؐ کی تدفین کی تیاری ان کے گھر والے بھی کر سکتے ہیں) ہمیں خوف تھا کہ اگر ہم نے لوگوں کو یوں ہی چھوڑ دیا اور کسی نے بیعت نہ کی تو ہمارے پیچھے لوگ اپنے میں سے ہی کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ اب یا تو ہمیں اپنی مرضی کے خلاف اس سے بیعت کرنا پڑے گی یا پھر مخالفت کرتے ہوئے فساد برپا ہوتا۔

ابتدا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تمام صحابہ کرامؓ پر فضیلت کا ذکر آیا ہے۔ اسی سلسلے میں چھٹی صدی ہجری کے ایک بزرگ امام موفق الدین ابن قدامہ مقدسیؒ کے رسالہ ''لمعۃ الاعتقاد'' سے اقتباس دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے باقاعدہ حوالوں کے ساتھ لکھا ہے۔ ان حوالوں میں معتبر ہستیوں کے نام نامی شامل ہیں۔

لکھا گیا ہے کہ آپؐ کی امت تمام امتوں سے بہتر اور آپؐ کے صحابہ تمام انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے افضل ہیں۔ آپؐ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ پھر علی الترتیب عمر فاروقؓ عثمان ذوالنورینؓ اور علی مرتضیٰؓ ہیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں ہم اس طرح کہتے تھے: ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی اور آپؐ کو اس بات کی اطلاع ہوتی تھی لیکن آپؐ نکیر نہیں فرماتے تھے۔

علیؓ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا نبیؐ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ اور چاہوں تو تیسرے کا نام بھی بتا دوں۔ (اس روایت کو امام سیوطی نے ''جامع کبیر'' میں بیان کیا ہے) نیز ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: انبیاء و رسلؑ کے بعد ابوبکرؓ سے افضل کوئی نہیں جس پر سورج طلوع ہوا ہو یا غروب ہوا ہو۔

امام موفق لکھتے ہیں نبی کریمؐ نے فرمایا تھا۔

میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔

چنانچہ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کی خلافت اسی حدیث میں مذکور خلافت کا آخری زمانہ تھا۔ ان احادیث کے سلسلے میں مسند امام احمد، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے حوالے سے احادیث مبارکہ کے بیان کے بعد مزید بحث کی گنجائش نہیں رہتی

Marfat.com

کیونکہ حدیث کے کسی ایک لفظ کو بھی نہ ماننا صریحاً کفر ہے۔

یہاں یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ نبی کریمؐ نے 63 برس عمر پائی جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی 63 برس کی عمر میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت علیؓ کی عمر بھی 63 برس ہی بتائی جاتی ہے۔

بعض حضرات نے حضرت علیؓ کی طرف سے آخر تک حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ قصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ ہر مشورہ میں شامل رہے اور آپؓ نے پہلے خلیفہ راشد کے دور میں جنگوں میں بھی شرکت فرمائی۔

Marfat.com

روضۂ اطہر

دیارِ نبیؐ کی ہر ایک شے حسیں ہے
یہیں روضۂ رشکِ خلدِ بریں ہے
رہے جو عقیدت سے سرشار ہردم
میں ایسا ہی قلب و جگر ڈھونڈتا ہوں

روضۂ اطہر کی کیا کیفیت ہے۔۔۔؟ یہ اندر سے کیسا ہے۔۔۔؟ کس کس خوش نصیب کو روضۂ پاک دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔۔۔؟ کن ادوار میں یہ کیسے تعمیر ہوا۔۔۔؟

یہ بہت سے سوالات ہیں جن کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں موجود ہیں۔ اکثر سنا گیا ہے کہ فلاں نے اصل روضۂ مبارک دیکھا ہے۔ حالانکہ یہ ممکن ہی نہیں۔ اندر سے روضہ پاک دیکھنے والے آخری بزرگ قریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے۔ اب تو سعودی عرب کا کوئی بادشاہ بھی دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے اصل روضۂ پاک کو دیکھنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ روضۂ رسولؐ کی بہت سی تصاویر بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ تصاویر اصل ہیں۔ ان کو اصلی کہنے والے اللہ تعالیٰ سے ڈریں کیونکہ وہ حبیب کبریاؐ کے بارے میں ایک غلط اور بے بنیاد دعویٰ کر رہے ہوتے ہیں۔ ان تصاویر میں دروازوں کھڑکیوں، برقی شمعوں اور خوبصورت وال پیپر کے ساتھ روضۂ پاک دکھایا گیا ہے جن میں نام نہاد قبروں پر قالین بچھے ہوئے ہیں۔ جب کہ روضہ کی اندرونی تصویر بنانا ممکن ہی نہیں کیونکہ 91ھ میں مدینہ کے حاکم حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پانچ کونوں والی دیواروں کے ساتھ روضۂ مقدس کو اس طرح بنا دیا تھا کہ کوئی اندر جا ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ ان دیواروں میں کوئی دروازہ یا کھڑکی تو کجا روشندان تک نہیں۔ دو تین بار جب دیواروں کو نقصان پہنچا اور ان کی مرمت کی گئی تو ان اوقات میں کچھ بزرگوں نے نبی کریمؐ اور شیخینؓ کی قبورِ مبارکہ کا دیدار کیا تھا۔

یہ غلط فہمی عام ہے کہ سوراخوں والی جالی کے اندر قبور مبارکہ ہیں۔ حالانکہ جالی کی سطح پر تو اصل روضہ اطہر کی چھت ہے اور وہ بھی ایک گنبد کی شکل میں جو اوپر والے سبز گنبد کے عین نیچے بنایا گیا ہے۔ قبور مبارکہ اس جالی سے کئی میٹر نیچے ہیں اور کسی صورت میں نہیں دیکھی جاسکتیں۔ قاسم بن محمد بن ابوبکر سے روایت

Marfat.com

ہے کہ انہوں نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہؓ سے اجازت لے کر قبورِ مبارک دیکھیں جو نہ اونچی تھیں اور نہ ہی زمین کے بالکل برابر اور ان پر بطحا کی سرخ مٹی پڑی ہوئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ قبورِ مبارکہ کو پختہ کیا ہی نہیں گیا۔ ایک اور بزرگ غنیم بن بسطام مدنی کی روایت ہے کہ انہوں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں قبور دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔ جو زمین سے چار انگلی اونچی تھیں۔ دراصل خلیفہ ولید کی ہدایت پر امہات المومنینؓ کے حجرے خرید کر انہیں مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ جب ان کی دیواروں کو گرایا گیا تو قبور مبارکہ بھی ظاہر ہو گئیں لہٰذا حجرہ عائشہؓ کی دیواروں کو سیاہ پتھر سے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ پہلی بار پختہ دیواریں خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور میں تعمیر ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے یہ کھجور کی شاخوں کی تھیں بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے چھوٹی دیواریں اونچی کرا دیں۔

قبور مبارکہ کے بارے میں کئی ایک روایات ہیں تاہم بزرگوں کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ نبی کریمؐ کی قبر مبارک اس طرح سے ہے کہ سلام پیش کرنے کے لیے جالی کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پشت کی جائے۔ ان سے ذرا ہٹ کر حضرت ابوبکرؓ کی قبر مبارک ہے۔ آنحضرتؐ کے شانۂ مبارک سے آپؓ کا سر شروع ہوتا ہے۔ اس طرح حضرت عمرؓ کی قبر بھی حضرت ابوبکرؓ کے شانہ سے شروع ہوتی ہے۔ تینوں قبور میں قریباً ایک ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ روایات ہیں کہ ایک چوتھی قبر کی جگہ خالی ہے۔ اس جگہ کے لیے حضرت عائشہؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو پیشکش کی تھی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں نبی کریمؐ کے گھر کو قبرستان نہیں بنانا چاہتا۔ خود حضرت عائشہؓ نے دوسری ازواج مطہراتؓ کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہونا پسند کیا۔ حضرت سعید بن المسیبؒ کا فرمان ہے کہ یہ جگہ حضرت عیسیٰؑ کی تدفین کے لیے ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی ترمذی میں روایت ہے کہ نبی کریمؐ کی تورات میں صفات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ان کے ساتھ دفن ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ترمذی میں روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی 45 برس ہوگی۔ وہ دوبارہ آمد پر شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں امہات المومنینؓ کے حجروں کو گرانے سے منہدم ہونے والی دیوار کو دوبارہ تعمیر کرنے کا قصد کیا گیا تو بنیاد کی کھدائی کے دوران ایک پاؤں مبارک قبر سے ظاہر ہو گیا۔ لوگ سراسیمہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا یہ نبی کریمؐ کا پائے مبارک ہے۔ اس لیے وہ پریشان ہو گئے لیکن حضرت عروہ بن زبیرؓ نے شناخت کی اور بتایا یہ نبی کریمؐ کا نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کا پاؤں ہے۔ اس تعمیر کے بارے میں حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت ہے کہ وہ نماز فجر تک مسجد میں ہی رہتے تھے۔ بارش کی ایک رات میں وہاں پہنچا تو ایک خوشبو نے فضا کو معطر کر دیا۔ ایسی خوشبو پہلے کبھی نہیں سونگھی تھی۔ میں سلام کے لیے روضہ اطہر

Marfat.com

پر گیا تو منہدم دیوار پر نظر پڑ گئی۔ اسی دوران مدینہ کے حاکم عمر بن عبدالعزیزؒ بھی آ گئے اور حجرۂ شریفہ کو کپڑے سے ڈھانپ دینے کی ہدایت کی۔ صبح ایک معمار کے ساتھ حاکم مدینہ نے خود بھی اندر جانا چاہا تو حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر جو حضرت عمرؓ کے پوتے تھے اور حضرت قاسم بن ابوبکرؓ نے بھی اصرار کیا کہ وہ اندر جائیں گے۔ جس پر حاکم مدینہ نے اندر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور کہا کہ وہ بھیڑ بھاڑ سے ان مبارک ہستیوں کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے۔ انہوں نے اپنے آزاد کردہ غلام مزاحم کو اندر بھیج دیا۔ انہیں اپنے اندر نہ جانے کا زندگی بھر افسوس رہا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے قبور مبارکہ کی صفائی کی سعادت مل جاتی تو وہ مجھے دنیا کی ہر چیز سے عزیز ہوتی۔

کچھ بزرگوں نے آخری بار 881ھ میں روضۂ پاکؐ کا دیدار کیا۔ جب دیواروں میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ 14 شعبان کو انہیں منہدم کیا گیا تو روضۂ رسولؐ کا اندرونی منظر نظر آنے لگا۔ ان بزرگوں میں علامہ سمہودیؒ بھی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نے وہاں جو خوشبو محسوس کی اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اندر قدم رکھے اور آنحضرتؐ کے علاوہ شیخینؓ کو سلام پیش کیا میں نے تعمیر میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کی۔ اندر والی عمارت میں بیت اللہ شریف جیسے سیاہ پتھر لگے تھے۔ مگر اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہاں نہ صرف محبت کی کشش ہے بلکہ ایک طرح کی ہیبت بھی طاری ہو جاتی ہے۔

ان دنوں اسی تعمیر پر غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ اس کی دیواروں کی بلندی ساڑھے چھ میٹر ہے اور یہ حائز مخمس (پانچ کونوں والا کمرہ) کہلاتا ہے جس میں کوئی دروازہ، کھڑکی یا روشندان نہیں۔

1296ھ میں قبہ کی جالی دار کھڑکی حجرہ مبارک کے اندر گر گئی چنانچہ شیخ الحرم اور کچھ دوسرے بزرگ صورتحال معلوم کرنے کے لیے مسجد کی چھت پر چڑھے۔ اس وقت ان بزرگوں نے دیکھا کہ حجرۂ مبارک مربع شکل کا ہے جس پر پڑا ہوا پردہ اندرونی حصے اور چھوٹے قبہ کو دیکھنے میں مزاحم ہے۔

حجرہ شریف کی اوپر موجود دیواروں کی پیمائش کچھ اس طرح سے بیان کی گئی ہے۔ قبلہ کی جانب والی اوپر کی دیوار میں جالی لگی ہوئی ہے ساڑھے آٹھ میٹر طویل ہے۔ مغربی سمت والی دیوار باب جبرائیل تک آٹھ میٹر۔ یہاں سے شمالی جانب کے زاویے تک چھ میٹر، اس طرح پہلے زاویے تک مشرقی دیوار بھی چھ میٹر جب کہ یہاں سے شمال کی سمت والے زاویے تک سات میٹر طویل ہے۔

ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی کی کتاب ''مسجد نبوی شریف، تاریخ، آداب، فضائل'' میں مقصورہ شریف کا بھی تفصیل سے بیان ہے۔ اس لوہے اور پیتل کی جالی کو مقصورہ شریف کہا جاتا ہے جو پانچ کونی کمرہ کے اردگرد کچھ جگہ چھوڑ کر ہے۔ اس جالی دار دیوار کی جنوب سے شمال تک لمبائی سولہ میٹر اور مشرق سے مغرب تک پندرہ

Marfat.com

میٹر ہے۔ حجرہ شریف کے اردگرد جالی سب سے پہلے سلطان رکن الدین بیبرس (مملوک مصری حکمران) نے 668ھ میں بنوائی تھی اور وہ لکڑی کی تھی۔ اس کی بلندی دو آدمیوں کے قد کے برابر تھی۔ بعد میں شاہ زین الدین کتبغا نے 694ھ میں اس کے اوپر مزید جالی بڑھا دی جو چھت کے ساتھ جا لگی۔ (دوسری آتشزدگی میں) جب یہ مقصورہ 886ھ میں نذر آتش ہو گیا تو سلطان قایتبائی نے لوہے اور پیتل کی جالیاں تیار کروا کر 888ھ میں بھجوائیں جن کا وزن تقریباً سترہ ہزار آٹھ سو سترہ کلوگرام تھا۔ ستر اونٹ اسے مدینہ طیبہ لائے۔ پیتل کی جالیاں جانب قبلہ جب کہ مشرق، مغرب، شمال میں فولادی جالیاں نصب کی گئیں۔ لوہے کی جالیاں سبز رنگ کی تھیں۔ ہر جالی کے اوپر پیتل کی باریک جالی لگا دی گئی تا کہ کبوتر اندر داخل نہ ہوں۔ لوہے کی ایک جالی اندر مقصورہ شریفہ پر بھی نصب کی گئی جو کہ سیدہ عائشہؓ اور سیدہ فاطمہ الزہراؓ کے حجروں کے درمیان حدِ فاضل ہو گئی۔ اس طرح حجرہ شریفہ کے گرد ایک علیحدہ جگہ مستقل طور پر بن گئی جو جنوب شمال کی طرف چودہ میٹر لمبی اور مشرق مغرب کی طرف سات میٹر چوڑی ہے۔ پانچ کونی کمرے کی مثلث کے دائیں اور بائیں دو دروازے بھی بنائے گئے اور یہ مقصورہ اپنی پرانی بنیادوں پر سلطان قایتبائی کے زمانے سے پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود تا حال موجود ہے۔ لوگ مقصورہ کو ہی حجرہ شریفہ اور اس کے دروازوں کو حجرہ شریفہ کے دروازے کہنے لگ گئے اور جو اس کے اندر فانوس ہیں، انہیں حجرہ شریفہ کے فانوس کہنا شروع کر دیا۔ قبلہ کی جانب کے حصہ کا نام مواجہہ شریفہ ہو گیا جہاں زائرین صلوۃ وسلام کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

مقصورہ شریفہ کے چار دروازے یعنی باب التوبہ، ستونِ وفود سے متصل باب وفود، باب فاطمہ اور باب تہجد ہیں۔ پہلے تین دروازے 668ھ اور چوتھا 729ھ میں بنا۔ کسی خاص مہمان کی آمد پر صرف باب فاطمہؓ کھولا جاتا ہے لیکن یہ مہمان بھی پانچ کونی دیوار سے باہر ہی رہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کوئی دروازہ یا کھڑکی موجود نہیں۔ اس کے اوپر پڑے ہوئے پردے کے اندر کا حال تو اغوات کو بھی معلوم نہیں۔ اغوات ترکی لفظ آغا کی جمع ہے۔ یہ مقدس ہستیاں پانچ کونی دیوار کے اردگرد صفائی وغیرہ کی ذمہ دار ہیں۔ جب یہ اندر داخل ہوتے ہیں تو ایک مخصوص لباس پہنے ہوتے ہیں۔ باہر آنے پر ان کے چہروں پر جلال سا ٹپک رہا ہوتا ہے۔

یہ مقدس ہستیاں حضرت بلالؓ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ جناب بلالؓ کے خاندان میں ہر دور میں ایک خواجہ سرا پیدا ہوتا ہے جسے اس مقصد کے لیے مختص کر دیا جاتا ہے۔ ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت غالباً ان کی تعداد گیارہ ہے۔ ان کا قیام مسجد نبوی کے اندر ہی حجرہ بلالؓ میں ہے۔ یہ حجرہ باب النساء کے اندر ہے اور اس کا لکڑی کا دروازہ محرابی شکل کا ہے۔

روضۂ اطہر پر موجودہ سبز گنبد کی بھی ایک تاریخ ہے۔ 678ھ تک اس کی نشاندہی محض اینٹوں سے کی

Marfat.com

گئی تھی۔ پھر سلطان منصور قلادون نے لکڑی کا گنبد بنوایا جو ہشت پہلو تھا۔ چھت کے اوپر اس گنبد پر سیسے کی چادریں چڑھائی گئیں تاکہ وہ حجرۂ مبارک موسمی اثرات سے محفوظ رہے۔ پھر سلطان ناصر حسن قلادون اور اس کے بعد لکڑی کی تختیاں خراب ہونے پر سلطان اشرف شعبان نے 765ھ میں گنبد ازسرِ نو بنوایا۔

886ھ میں مسجد میں آگ لگ گئی اور گنبد بھی باقی نہ رہا۔ اس وقت کے سلمان قایتبائی نے مصر سے سفید چپس منگوا کر گنبد تعمیر کرایا۔ یہ تعمیر 892ھ میں مکمل ہوئی۔ کئی سو سال تک یہ گنبد اسی طرح رہا۔ 13ویں صدی میں اس میں دراڑیں پڑ گئیں لہٰذا سلطان محمود عثمانی نے 1233ھ میں اس کی انتہائی مضبوط تعمیر کرائی۔ 1253ھ میں پہلی بار اس پر سلیٹی کی جگہ سبز رنگ کیا گیا۔ اسی وقت سے یہ گنبدِ خضراء کہلاتا ہے۔

روضہ پاک کی چھت پر اور گنبدِ خضراء کے نیچے ایک اور گنبد ہے جو 881ھ میں سلطان اشرف قایتبائی نے تعمیر کرایا۔ منقش پتھروں کے علاوہ اس پر سفید سنگِ مرمر لگایا گیا ہے۔ اوپر پیتل سے بنا ہوا ایک ہلال بھی نصب کرایا گیا۔ تاریخ مسجد نبویؐ کے مطابق اس گنبد کی بلندی نو میٹر ہے۔ اس گنبد اور اس کے اوپر گنبدِ خضراء میں ایک ایک سوراخ ہے جن پر باریک جالی لگی ہے۔ اس کا مقصد سورج کی روشنی قبور مبارکہ تک پہنچانا ہے۔ بارش ہو تو چند قطرے پانی بھی وہاں گرتا ہے۔

روضہ پاک کی جس قدر تفصیل سامنے آئی اسے مختصراً بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد نہ صرف رسولِ خداؐ کے پروانوں کی آگاہی بلکہ بہت سی غلط فہمیوں کا ازلہ بھی ہے جو بعض عاقبت نااندیش لوگوں کی جانب سے پھیلائی گئی ہیں۔ امید ہے یہ باب پڑھنے والوں کو اس قسم کا کوئی شخص غلط فہمی میں نہیں ڈال سکے گا۔

روضۂ اطہرؐ کا نقشہ

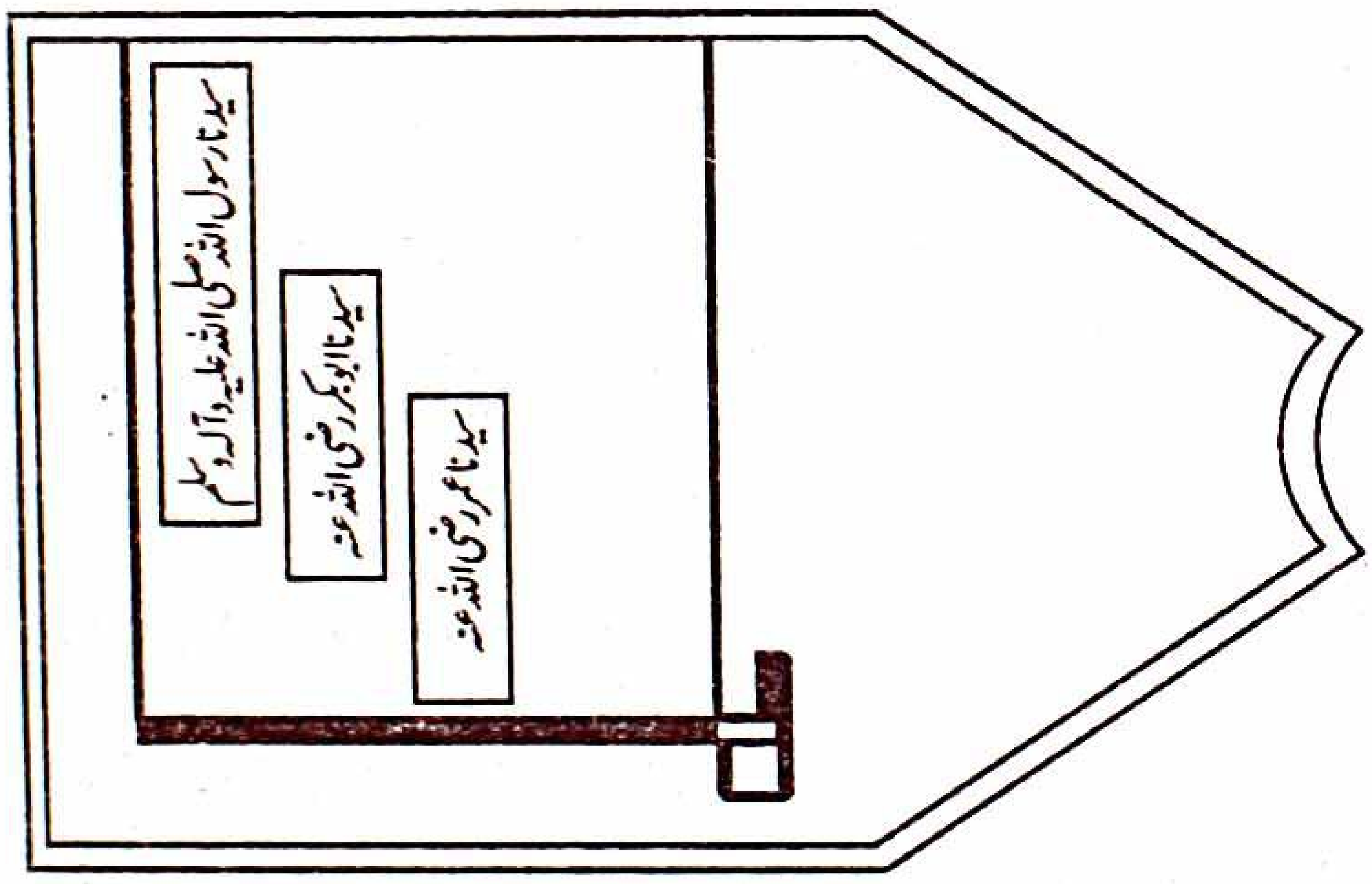

Marfat.com

بے حرمتی کی سازشیں اور ان کا انجام

اسلام کے دشمنوں اور کفار نے آنحضرتؐ کی زندگی میں تو انہیں مصائب و آلام میں مبتلا کیا ہی تھا لیکن آپؐ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی انہیں چین نہیں آیا اور انہوں نے نبی رحمتؐ کے جسدِ مبارک اور روضۂ اطہر کی بے حرمتی کی کئی بار کوشش کی مگر ہر بار ان کی یہ کوشش نہ صرف ناکام ہوئی بلکہ باری تعالیٰ نے ان مفسدوں کو سبق سکھایا اور دوسری دنیا میں بھی یقیناً وہ عذاب سے دوچار ہوں گے کیونکہ نبی کریمؐ کے خلاف کچھ بھی سوچنے یا کرنے والا اللہ کی بارگاہ میں مردود ہی قرار پائے گا۔

مصر کے بادشاہ نورالدین زنگی کے دور میں ہونے والی سازش اور اس کی ناکامی سے تو اکثر مسلمان آگاہ ہیں لیکن یہ واحد سازش نہیں تھی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

اب سازشوں کا حال ملاحظہ کریں:

(1) رسول اللہؐ اور صاحبینؓ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے اجسام مبارکہ کو ان کی قبور سے چوری کرنے کی پانچ سازشوں کا ذکر ملتا ہے۔ یہ سازشیں آپؐ کے رحلت فرما جانے کے قریباً چار سو سال بعد شروع ہوئیں اور پہلی سازش کرنے والے کوئی اور نہیں خود کو مسلمان کہلواتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ خود مسلمانوں کے خلیفہ اور مکہ و مدینہ کے حاکم اس سازش کے بانیوں میں سے تھے۔ اس وقت مصر میں چھٹے فاطمی عبیدی حکمران حاکم بامراللہ جب کہ مذکورہ دونوں مقدس و محترم شہروں کا حاکم ابوالفتوح حسن بن جعفر تھا۔ یہ حاکم لبنان کے دروز قبائل کے لیے روحانی پیشوا کی حیثیت رکھتا تھا اور وہ ابھی تک اس کے منتظر ہیں کہ یہ ملعون دنیا میں واپس آئے گا کیونکہ ان کے نزدیک اس میں باری تعالیٰ حلول کر گیا تھا۔ اس واقعہ کے راوی ابوالقاسم عبدالحلیم بن محمد مغربی ہیں جن کا ذکر ابن نجار کی تاریخ بغداد میں ہے۔ ان حکمرانوں کی سازش تھی کہ رسول اللہؐ اور ان کے دونوں دوستوںؓ کے اجسام اطہر کو مدینہ منورہ سے مصر منتقل کر دیا جائے تاکہ عالم اسلام میں مدینہ کی بجائے مصر کو مرکزی حیثیت حاصل ہو جائے اور مسلمان ادھر کا رخ کر لیں۔ مصر میں اجسامِ مبارکہ کی تدفین کی تیاریاں کر لی گئیں اور زرِ کثیر خرچ کر کے ایک احاطہ بنا دیا گیا۔ سازش پر عمل کرنے کی ذمہ داری ابوالفتوح کو سونپی گئی جو اس مقصد کے لیے مدینہ پہنچ گیا۔ کسی طرح سے اہلِ مدینہ کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ وہ ابوالفتوح کے پاس آئے۔ ان میں زلبانی نام کے ایک قاری بھی تھے جنہوں نے آیات قرآنی کی تلاوت کی جو حسبِ حال تھیں۔ آیات مبارکہ سن کر

Marfat.com

مسلمان غصہ میں بپھر گئے اور اس حاکم کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ وہ ڈر گیا اور اعلان کر دیا کہ خلیفہ مجھے موت کے گھاٹ بھی اتار دے تو میں یہ کام نہیں کروں گا۔ اسی شام ایک خوفناک آندھی نے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا آندھی کے ساتھ ہی زلزلہ بھی آ گیا اور بڑی تعداد میں انسان اور مویشی موت کے منہ میں چلے گئے۔ ابوالفتوح خوفزدہ تو پہلے ہی ہو گیا تھا۔ اس آندھی کے بعد وہ واپس چلا گیا۔ یوں باری تعالیٰ نے اس سازش کو ناکام بنا دیا اور سازشیوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ یہ سازش چوتھی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔

(2) ابن سعدون قیروانی کی کتاب میں اسی ملعون حاکم کا ایک اور واقعہ ملتا ہے جو پہلی سازش کی ناکامی کے بعد ٹلا نہیں تھا۔ قصہ اس طرح سے ہے کہ پانچویں صدی ہجری کی ابتدا میں بامراللہ نے اس بار مصر سے کچھ لوگ روانہ کیے تا کہ وہ قبورِ مبارکہ کو اکھاڑ کر اجسامِ اطہر کو ان میں سے نکال لیں۔ ان لوگوں نے روضہ پاکؐ کے قریب ہی ایک مکان لے لیا اور اس میں رہائش اختیار کر لی۔ سازش یہ تھی کہ مکان سے روضہ پاک تک سرنگ کھود کر ان پاک اور مقدس ہستیوں کے اجسام مبارکہ کو وہاں سے نکال لیا جائے۔ ابھی وہ یہ کام کر ہی رہے تھے کہ مدینے پر تیز آواز کے ساتھ روشنی نمودار ہو گئی اور ایک آواز آنا شروع ہو گئی جو کہہ رہی تھی کہ مدینے والو! تمہارے نبیؐ کی قبر مبارک کو اکھاڑا جا رہا ہے۔ مدینہ کے باشندے یہ آواز سن کر روضہ مبارک کی طرف دوڑے اور اصل معاملے کا سراغ لگانے لگے۔ جب انہیں سازشیوں کا علم ہو گیا تو انہیں پکڑ کر قتل کر دیا اور ہمیشہ کے لیے آگ میں جلنا ان کا مقدر ٹھہرا۔ واضح رہے بامراللہ یہودی النسل تھا۔

(3) یہ سازش مسیحی بادشاہوں نے کی تھی۔ انہوں نے 557ھ میں مراکش کے دو عیسائیوں کی خدمات حاصل کیں۔ انہوں نے بھی یہاں آ کر خود کو بڑا پرہیز گار ظاہر کیا اور ایک مکان میں قیام کے بعد سازش پر عمل شروع کر دیا۔ یہ بھی روضۂ مبارک تک سرنگ کھود کر جسمِ اطہر کو چرانا چاہتے تھے لیکن رسول پاکؐ کی حفاظت کی ذمہ داری تو خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ پھر یہ سازشیں کیسے کامیاب ہو سکتی تھیں۔ علامہ سمہودی نے علامہ جمال الدین کے حوالے سے اس سازش کا ذکر کیا ہے۔ علامہ سمہودیؒ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ان قبور کو آخری بار دیکھا تھا۔ اس دور میں مصر کا حاکم نورالدین زنگی تھا جو بہادر ہی نہیں صوم وصلوٰۃ کا پابند اور تہجد گزار تھا۔ ایک روایت ہے کہ وہ تہجد پڑھ کر سو گیا تو رسول اللہؐ اس کے خواب میں آئے اور دو سرخ رو افراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا مجھے ان سے بچاؤ یہ مجھے ایذا پہنچا رہے ہیں۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، لہٰذا اسے پھر یہی خواب آیا۔ تیسری بار پھر رسول اللہؐ تشریف لائے اور اپنی بات دہرائی۔ نورالدین زنگی نے اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو طلب کیا اور اسے تینوں خوابوں سے آگاہ کیا۔ جس پر موصلی نے فوراً کہا کہ پھر آپ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ ابھی اور اسی وقت مدینہ چلیں۔ رسول خداؐ نے آپ کو بلایا ہے اور اپنے خواب سے کسی کو آگاہ نہ کریں، لہٰذا فوری طور پر تیاری کی گئی اور مسلسل سفر کرتے ہوئے روایات کے مطابق سولہ دن میں مدینہ

Marfat.com

منورہ پہنچ گئے۔ انہوں نے ریاض الجنہ میں نوافل ادا کیے اور نبی کریمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا۔ جب اہل مدینہ نماز کے لیے مسجد میں آئے تو وزیر اٹھا اور اعلان کیا سلطان نور الدین زنگی رسول رحمتؐ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ ان کے پاس بہت سا مال بھی ہے جو وہ اہلِ مدینہ میں تقسیم کریں گے۔ کچھ روایات کے مطابق اس نے مدینہ کے تمام باشندوں کی دعوت کی اور ہر ایک کو غور سے دیکھتا رہا لیکن وہ دونوں چہرے اسے نظر نہ آئے۔ جس پر سلطان نے استفسار کیا کہ کوئی شخص رہ تو نہیں گیا۔ لوگوں نے کہا دو مراکشی بزرگ ہیں جو عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ سلطان نے انہیں طلب کر لیا۔ وہ آئے تو بولے کہ ہم خود صاحب حیثیت ہیں اور صدقہ وخیرات نہیں لیتے۔ سلطان نے انہیں پہچان لیا تھا۔ رسول اللہؐ نے انہی ملعونوں کی نشاندہی کی تھی۔ کچھ سوال و جواب کے بعد سلطان روضۂ پاک کے قریب ہی ان کی رہائش گاہ پر چلا گیا اور گھوم پھر کر دیکھتا رہا۔ ایک جگہ چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ سلطان نے وہ اٹھائی تو نیچے سرنگ نظر آ گئی جو روضۂ پاک تک چلی گئی تھی۔ نور الدین زنگی کی تفتیش پر انہوں نے سچ اگل دیا کہ وہ جسم اطہر کو چرانے کے لیے آئے تھے تاکہ مسلمانوں کو سبق سکھایا جا سکے، کیونکہ نور الدین زنگی کی فتوحات نے عیسائی بادشاہوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ ان دونوں نے بتایا کہ ہم رات کو مٹی نکال کر بوروں میں بھرتے اور جنت البقیع کی زیارت کے بہانے وہاں قبروں کے درمیان ڈال آتے رات کو جب ہم قبر مبارک کے قریب پہنچے تو زوردار کڑک کے ساتھ خوفناک زلزلہ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے۔ اسی صبح آپ آ گئے اور ہمیں پکڑ لیا۔ سلطان نے سازش کی ناکامی پر اللہ کا شکر ادا کیا اور بہت رویا۔ اس نے ان دونوں کا سر اڑا دیا اور واپس جا کر عیسائیوں کے خلاف جنگی کارروائیوں میں اضافہ کر دیا۔ بعض کتب میں سلطان کا یہ حکم بھی ملتا ہے کہ عیسائیوں کو ملازم نہ رکھا جائے۔

اس قسم کی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لیے سلطان نے ایک مستقل حل ڈھونڈا اور روضہ پاکؐ کے گرد گہری کھدائی کرا کے سیسہ پگھلا کر اس میں بھر دیا۔ یہ سیسہ اوپر تک بھرا گیا تاکہ کہیں بھی سرنگ نہ لگائی جا سکے۔

(4) چوتھی سازش شام کے عیسائیوں نے کی۔ یہ لوگ مدینہ طیبہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھے کہ ''لؤلؤ'' نام کا مشہور حاجب بحری جنگ کے ماہر کچھ مراکشی نوجوانوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ لوگوں نے سازشیوں کو پکڑ لیا اور کچھ کو مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، سکندریہ اور دوسرے شہروں میں بھیج دیا تاکہ انہیں جہنم واصل کر دیا جائے۔ علامہ ابن جبیرؒ 29 ذی القعد 578ھ کو مصری شہر سکندریہ پہنچے۔ ان کی آمد کا مقصد سیر و سیاحت تھا۔ وہاں انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ کچھ رومی عیسائیوں کو اونٹوں پر الٹا لٹایا گیا تھا۔ ان کا منہ اونٹوں کی پشت کی جانب تھا۔ لوگ بڑی تعداد میں انہیں دیکھنے کے لیے نکلے تھے اور وہ باجے بجا رہے تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی عیسائی ہیں جو لوٹ مار کے بعد جسم اطہر کو نکال لانا چاہتے تھے۔ انہوں نے حاجیوں کے قافلوں کو

Marfat.com

لوٹا اور ان میں سے بہت سوں کو شہید کر دیا۔ مکہ مدینہ کے لیے جانے والے اناج کا ذخیرہ جلا دیا۔ وہ رسولِ کریمؐ کے جسم مبارک کو روضۂ پاک سے نکالنے کے لیے مدینہ جا رہے تھے کہ باری تعالیٰ نے ان کی دراز رسی کھینچ لی اور آخرکار یہ سارے ملعون سازشی اپنے انجام کو پہنچے۔

(5) پانچویں سازش ساتویں صدی ہجری کے وسط میں کی گئی۔ سازشی حلب کے لوگ تھے اور مدینہ کا بے غیرت حاکم بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس وقت مسجدِ نبویؐ کے خادموں کے سربراہ شمس الدین صواب المطی تھے۔ حاکم مدینہ نے حلب کے لوگوں سے رشوت میں بہت سا مال لیا اور انہیں اجازت دے دی کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ کے اجسام مبارک قبور سے نکال کر لے جائیں۔ اس وقت چونکہ روضۂ پاک کے گرد سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھی لہٰذا سرنگ لگانا ممکن نہیں تھا۔ اس حاکم نے جناب شمس الدین صواب المطی کو طلب کیا اور کہا رات کو کچھ لوگ آئیں گے۔ تم مسجد کا دروازہ کھول دینا۔ وہ جو کرنا چاہیں انہیں کرنے دینا۔ انہیں روکنا نہیں اور خبردار کسی کو بتانا بھی نہیں۔

صواب کا ایک دوست حاکم مدینہ کا ہمنشیں تھا۔ اس نے صواب کو اصل سازش سے آگاہ کر دیا۔ جس کے بعد حاکم نے اسے بھی بلا کر حکم دے دیا۔ وہ واپس آیا اور حجرہ شریف کے پاس بیٹھ کر مسلسل روتا رہا۔ عشا کی نماز کے بعد مسجد کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حاکم مدینہ کی رہائش کے بالمقابل باب سلام کھٹکا۔ اس نے دروازہ کھولا تو چالیس آدمی اندر آ گئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ پندرہ یا بیس لوگ تھے۔ ان کے پاس شمعیں اور عمارت کھودنے کا سامان تھا۔ وہ حجرہ شریف کی طرف جا رہے تھے۔ ابھی وہ منبر کے پاس ہی پہنچے تھے کہ زمین پھٹ گئی اور وہ تمام کے تمام اپنے ساز و سامان سمیت اس میں دھنس گئے۔ ایسا لگتا تھا جیسے تھوڑی دیر پہلے یہاں کوئی تھا ہی نہیں۔

امیر مدینہ ان لوگوں کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔ آخر اس نے صواب کو بلایا اس کے پوچھنے پر صواب المطی نے ان کے انجام سے آگاہ کیا۔ پہلے تو حاکم کو یقین ہی نہیں آیا۔ پھر اس نے کہا کسی سے اس بات کا ذکر نہ کرنا ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس کی یہ دھمکی سن کر وہ واپس آ گئے۔

یہ درس عبرت ہے کہ دشمنوں نے سازشیں کیں۔ ادھر اللہ نے تدبیر فرمائی اور اللہ ہی سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ اس کی تدبیر کے آگے کسی کے پر مارنے کی مجال نہیں۔ یہ واقعات ان لوگوں کے لیے بھی عبرت کا نشان ہیں جو غیروں سے دوستی بڑھانے کو فخر کا باعث جانتے ہیں لیکن آخرکار منہ کی کھاتے ہیں۔

Marfat.com

حصّہ چہارم

غزوات

Marfat.com

Marfat.com

غزوات وسرایہ جات

سرور عالمؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا چکے ہیں جہاں آپؐ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ ریاست مدینہ قائم ہو چکی ہے اور آپؐ کو اس کا سربراہ، کمانڈر انچیف اور چیف جسٹس تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اب اس کے استحکام کا مسئلہ ہے کیونکہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔ نہ صرف کفار مکہ بلکہ دوسرے قبائل خصوصاً مدینہ کے اردگرد کے قبائل اس ریاست کو ختم کرنے کے درپے تھے لہٰذا ریاست کو مستحکم اور دشمنوں کی طاقت کو کمزور بلکہ ختم کرنے کے لیے رسول اللہؐ نے کئی ایک مہمات بھیجیں اور شاندار کامیابیاں حاصل کیں جو عسکری تاریخ میں بھی روشن کارناموں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان مہمات کی وجہ سے ریاست مدینہ کے لیے خطرات کم سے کم ہوتے گئے اور اللہ کے دین کے فروغ میں بھی بڑی مدد ملی کیونکہ اسلام جزیرہ نما عرب کی سب سے بڑی اور مضبوط قوت بن کر ابھرا اور اسلام کی چکا چوند مدینہ اور اس کے اردگرد ہی نہیں، پورے عالم عرب میں پھیل گئی۔ ان کامیابیوں کی اصل ابتدا جنگ بدر سے ہوئی جب کہ فتح مکہ نے ان پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور غزوہ تبوک نے قیصر جیسی سپر پاور کو اپنی سرحدوں کے اندر محدود رہنے پر مجبور کر دیا۔ اس سلسلے میں قربان جائیے ان عاشقان رسولؐ کے جو جذبہ جہاد سے سرشار ہر لمحہ اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار رہتے اور پھر حضورؐ کی قیادت و رہنمائی ان کے شوق جہاد میں مہمیز کا کام دیتی۔ واضح رہے کہ مسلمانوں کو جہاد کی اجازت سورۃ الحج کی آیات 39, 40 کے ذریعے ملی اور یہ آیات 2 ہجری میں 12 صفر کو نازل ہوئیں۔

ریاست مدینہ کے استحکام اور اسلام کی سربلندی کے لیے آنحضرتؐ نے کئی مہمات روانہ فرمائیں۔ کچھ مہمات کی قیادت تو رسول اللہؐ نے بنفس نفیس فرمائی جب کہ کچھ کی کمانداری آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے سپرد کی۔ جس مہم کی قیادت حضورؐ نے خود فرمائی اس کو غزوہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس مہم کا مقصد لڑائی ہی ہو۔ جب حضورؐ کسی مہم کی سربراہی خود فرما رہے ہوتے تو وہ غزوہ کہلاتا خواہ اس سپاہ کا کسی سے معرکہ ہوا یا نہیں۔

تاجدار کائناتؐ نے بعض مہموں کی سربراہی صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو دی ایسی مہمات کو سریہ یا بعث کہا جاتا ہے تاہم معروف سریہ ہی ہے۔ ان مہمات میں بھی لڑائی کا ہونا ضروری نہیں۔ اصل اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ حضورؐ نے کسی صحابیؓ کی سربراہی میں مہم روانہ فرمائی۔

جہاں تک غزوات کی تعداد کا تعلق ہے بعض نے 27 اور بعض نے 19 بتائی ہے۔ حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن بریدہؓ روایت کرتے ہیں، میں نے زید بن ارقمؓ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ نے کتنے غزوات میں شرکت فرمائی توانہوں نے کہا کہ 19 غزوات میں۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپؐ کتنے غزوات میں رسول اللہؐ کے ہمرکاب تھے توانہوں نے کہا17 غزوات میں۔

ابن سعد نے یہ تعداد 27 لکھی ہے اور اس حوالے سے بعض صحابہ کرامؓ کی روایات بھی موجود ہیں۔ درحقیقت یہ کوئی اختلافی بات نہیں۔ اصل میں بعض غزوات ایک ہی سفر کے دوران پیش آئے۔ بعض کے مقامات ایک دوسرے سے بہت قریب تھے اس لیے کچھ نے انہیں الگ الگ اور کچھ نے ایک ہی غزوہ شمار کیا ہے مثلاً ودان اور بواء قریب واقع ہیں لہٰذا کئی جگہ انہیں ایک اور کئی جگہ دو غزوات شمار کیا گیا ہے۔ کچھ نے جنگ موتہ اور عمرۃ القضاء کو بھی غزوہ قرار دیا ہے۔

اکابر امت غزوات کی تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت دیتے رہے ہیں۔ وہ اپنی اولادوں کو یہ واقعات زبانی یاد کراتے تھے۔ ان کا مقصد تھا کہ آنے والی نسلیں قربانی کے اس جذبے کو فراموش نہ کردیں جو نبی کریمؐ اوران کے جانثار صحابہؓ میں موجزن تھا اور اسی جذبہ قربانی کی بدولت اسلام کی روشنی ہر طرف پھیلتی چلی گئی۔ حضرت امام زین العابدین بن علی بن حسینؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہؐ کے مغازی یوں پڑھائے جاتے تھے جس طرح قرآن پاک کی کوئی سورۃ پڑھائی جاتی۔

اب ہم غزوات کی طرف آتے ہیں جس کی تفصیل لکھنے لگیں تو ایک ضخیم کتاب بھی کم پڑ جائے گی۔ سیرت اور کتب تفاسیر قرآن پاک میں غزوات کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا ہے جن کو یکجا کرنے سے معلومات کا ایک خزانہ جمع ہو جاتا ہے تاہم یہاں غزوات رسولؐ کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔

یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان جتنے بھی غزوات اور سرایہ جات ہوئے ان میں جانی نقصان بہت کم تھا لیکن اثر پذیری کے اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کو کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ دونوں طرف سے مقتولین کی کل تعداد چار سو چالیس بنتی ہے جس میں غلطی یا دھوکے سے مارے جانے والے بھی شامل ہیں۔ غزوہ بنو قریظہ میں مارے جانے والے چھ سات سو یہودی اس کے علاوہ ہیں جو حضرت سعد بن معاذؓ کے حکم پر قتل ہوئے جنہیں خود یہودیوں نے حکم تسلیم کیا تھا۔

Marfat.com

ابتدائی غزوات

سب سے پہلے ابتدائی غزوات کو مختصر بیان کر لیتے ہیں کیونکہ ان میں قریباً کوئی معرکہ نہیں ہوا اور جدال وقتال کی نوبت نہیں آئی۔

پہلا بڑا معرکہ غزوہ بدر تھا جب کہ سب سے پہلا غزوہ ابواء یا ودان کہلاتا ہے جو رسول اللہؐ کی مدینہ تشریف آوری کے قریباً ایک سال بعد پیش آیا۔ یہ پہلی مہم تھی جس کی قیادت خود نبی کریمؐ نے فرمائی۔ اس میں مجاہدین ساٹھ سے ستر اور پرچم حضرت حمزہؓ کے پاس تھا۔ مذکورہ دونوں مقامات مدینہ سے قریباً سوا سو کلومیٹر جنوب میں ضلع فرعہ میں ہیں۔ نبی کریمؐ کے لیے ابواء کی انتہائی جذباتی اہمیت بھی تھی کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں بچپن میں آپؐ نے اپنی والدہ کو کھو دیا تھا اور سیدہ آمنہ اسی جگہ آسودۂ خاک ہیں۔ اس غزوہ کا مقصد اقتصادی مقاطع تھا کیونکہ مشرکین مکہ کے تجارتی قافلوں کا بڑا مقصد مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں کے لیے سرمایہ کی فراہمی تھی۔ آپؐ قریش کے جس تجارتی قافلے کے لیے گئے تھے وہ تو بچ نکلا مگر اس مہم نے کفار کو چونکا دیا اور ان کے دل میں ایک قسم کا خوف بیٹھ گیا۔ یہی اس غزوہ کا مقصد تھا جس کے نتیجے میں بنی ضمر کے سردار مخشی بن عمرو نے آپؐ سے مصالحت کا معاہدہ کرلیا۔ نبی کریمؐ پندرہ راتیں وہاں قیام کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

دوسرا غزوہ بواط تھا جو ربیع الاول 2ھ میں ہوا۔ یہ علاقہ ضلع رضویٰ کی ایک وادی ہے اور اس غزوہ کا مقصد بھی مشرکین کے تجارتی قافلہ کو روکنا تھا۔ آپؐ 200 مجاہدین کے ساتھ وہاں پہنچے تو قافلہ جا چکا تھا لہٰذا مقابلہ نہیں ہوا لیکن علاقے پر مسلمانوں کا رعب قائم ہو گیا۔

غزوہ العشیرہ تیسرا تھا۔ اس بار امیہ بن خلف ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ لے کر جا رہا تھا لہٰذا آپؐ 200 مجاہدین کے ساتھ نکلے اور راستے بدلتے ہوئے جمادی الآخر 2 ہجری میں مجاہدین کو لے کر العشیرہ پہنچ گئے تاہم دشمن سے سامنا نہیں ہوا۔ لہٰذا آپؐ بنی مدلج سے مصالحت اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر کے مدینہ واپس آ گئے۔ روایات میں ہے کہ اس غزوہ میں حضرت علیؓ کو ابوتراب کی کنیت ملی۔

Marfat.com

العشیرہ سے واپسی کے بعد نبی کریمؐ نے مدینہ منورہ میں دس راتیں بھی قیام نہیں کیا تھا کہ کرز بن جابر الفہری اور اس کے ساتھیوں کی مدینہ کی ایک چراگاہ پر حملہ کی اطلاع ملی۔ حملہ آور چند مویشی لے گئے تھے اور اب ایک غار میں چھپے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے ستر صحابہؓ کے ساتھ فوری کارروائی کی۔ آپؐ ابھی بدر کی وادی صفوان تک پہنچے تھے کہ پتہ چلا حملہ آور فرار ہو گئے ہیں۔ لہٰذا آپؐ واپس آ گئے۔ اس غزوہ کو بدر الاولیٰ کے علاوہ غزوہ صفوان بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

غزوۂ بدر

اب تک کسی غزوہ میں دشمن سے آمنا سامنا نہیں ہوا تھا مگر رمضان 2 ہجری میں ہونے والے غزوہ بدر میں دشمن سے بھر پور مقابلہ ہی نہیں ہوا بلکہ یہ اسلام کی ایک ایسی تاریخ رقم کر گیا کہ سارا عرب چونک اٹھا۔ کل تک مسلمانوں کے جس مٹھی بھر گروہ کے لیے کہیں جائے امان نہ تھی اور ان پر اللہ کی زمین تنگ کر دی گئی تھی آج وہی مسلمان نہ صرف کفار مکہ جیسی بڑی قوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکتے ہیں بلکہ انہیں ایسی بدترین ہزیمت سے دوچار کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے بڑے بڑے اور نامور سرداروں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ یہ سب کچھ باری تعالیٰ کے کرم اور اس کی رحمت کا نتیجہ تھا۔ خود حضورؐ نے اسے فیصلہ کن معرکہ اور قرآن نے یوم الفرقان قرار دیا ہے۔

رسول اللہؐ کی سپہ سالاری میں 313 اور بعض روایات کے مطابق 317 مجاہدین نے اس غزوہ میں حصہ لیا اور تاریخ میں امر ہی نہیں ہو گئے بلکہ باری تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں قریش کے نامی گرامی جنگجو اور سردار شامل تھے لیکن کفار کو ابوجہل جیسے دشمنان اسلام سمیت ستر لاشیں چھوڑ کر پسپا ہونا پڑا۔ دشمن کے قیدیوں کی تعداد بھی ستر ہی بتائی جاتی ہے۔ غزوہ میں جن مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا ان کی تعداد بارہ ہے اس غزوہ کی بنیاد بھی اقتصادی مقاطعہ ہی تھا۔ شعبان 2 ہجری میں ابوسفیان کی قیادت میں قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ شام سے لوٹ رہا تھا۔ قافلہ کے ساتھ 50 ہزار اشرفی کا مال تھا۔ مگر محافظ تھوڑے تھے۔ ابوسفیان کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مسلمان قافلے پر چھاپہ نہ ماریں اور سارا مال نہ لے جائیں چنانچہ اس نے مدد کے لیے ایک آدمی مکہ دوڑایا۔ یہ شخص ضمضم بن عمرو الغفاری تھا۔ ابن ہشام نے عباس بن عبدالمطلب کی روایت کے حوالے سے ضمضم غفاری کے بارے میں لکھا ہے وہ بطن وادی میں اپنا اونٹ ٹھہراتے ہوئے چیخ رہا تھا۔ اونٹ کی ناک کاٹ دی تھی۔ کجاوہ الٹ دیا تھا، کرتا پھاڑ لیا تھا اور وہ کہہ رہا تھا قریش! تمہارے سامان والے اونٹ، تمہارے سامان والے اونٹ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی گھات میں بیٹھے ہیں۔ اپنا مال بچاؤ جو ابوسفیان کے ساتھ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اسے پا سکو گے...... فریاد! فریاد!

یہ آواز سنتے ہی مکہ کے لوگوں نے تیزی کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ ابولہب بن

Marfat.com

عبدالمطلب کے سوا قریش کے سارے ہی سرکردہ لوگ لشکر میں شامل تھے۔ لشکر میں ایک ہزار مرد تھے جن میں چھ سو زرہ پوش اور ایک سو سواروں کا رسالہ بھی تھا۔ لشکر صرف اپنے قافلے کو بچانے کے لیے ہی نہیں اسلام کے خطرے کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے ارادے سے نکلا تھا۔

دوسری طرف رسول اللہؐ کو ابوسفیان کے قافلے کی شام سے واپسی کی اطلاع ملی تو آپؐ دو سو مجاہدین کو لے کر اس کی ناکہ بندی کے لیے نکلے لیکن قافلہ گزر چکا تھا۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا اور چند روز گزر چکے تھے۔

آپؐ راستے بدلتے ہوئے بدر پہنچے۔ انصار و مہاجرین کو قریش کے لشکر کی خبر دی اور صحابہ کرامؓ سے مشورہ چاہا۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت مقداد بن عمروؓ نے اس موقع پر تقریر کی لیکن آپؐ انصار کی رائے جاننا چاہتے تھے جن سے اب تک کوئی فوجی خدمت نہیں لی گئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: لوگو! مجھے مشورہ دو۔ آپؐ کا روئے سخن یقیناً انصار کی طرف تھا۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ (انصاری) اٹھے اور گویا ہوئے۔ یارسول اللہؐ! غالباً آپؐ ہم سے خطاب فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت سعدؓ نے عرض کی۔

ہم آپؐ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ آپؐ نے جو کچھ پیش فرمایا وہ حق ہے۔ ہم آپؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا مستحکم وعدہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا یارسول اللہؐ! آپؐ جہاں بھی تشریف لے چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ سمندر میں داخل ہوں تو ہم آپؐ کے ساتھ داخل ہوں گے اور ہمارا ایک بھی شخص پیچھے نہ ہٹے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے کہ کل ہمیں اپنے ساتھ لے کر دشمن کے مقابل ہوں۔ ہم جنگ کرنے میں بڑے مضبوط اور مقابلے میں کامل ہیں۔ امید ہے اللہ ہماری جانب سے آپؐ کو ایسے کارنامے دکھائے گا جن سے آپؐ مطمئن ہو جائیں گے۔ آپؐ ہمیں ہمراہ لے کر چلیے۔

حضرت سعدؓ کی تقریر رسول اللہؐ کے لیے مسرت اور طمانیت کا باعث تھی۔ ابن ہشام کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

چلو اور خوش ہو جاؤ اللہ نے مجھ سے دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔
واللہ! اس وقت گویا میں بلاشبہ ان لوگوں کے بچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔

جنگی ساز و سامان سے لیس قریش کے ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر کے مقابلے کے لیے اسلامی لشکر کی تعداد تین سو تیرہ یا تین سو سترہ تھی۔ روایات کے مطابق اس میں قبیلہ اوس کے 61، خزرج کے 170 اور 86

Marfat.com

مہاجرین تھے۔ دو تین کے پاس گھوڑے جب کہ 70 اونٹ تھے اور صرف ساٹھ مجاہدین زرہ پوش تھے۔ سامان جنگ بھی انتہائی قلیل تھا۔ یہ لشکر ہجرت کے 19 ویں مہینے یعنی 2 ہجری کی 12 رمضان المبارک کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا۔ سواری کی اس قلیل تعداد کے پیش نظر آنحضرتؐ نے تین تین مجاہدین کے لیے ایک ایک اونٹ مخصوص کر دیا اور اپنے آپ کو بھی اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ یہ لشکر بدر کی جانب جا رہا تھا جو مدینہ سے سوا سو کلومیٹر بجانب مکہ ہے۔ مکہ مدینہ پرانی سڑک بدر کے قریب سے گزرتی تھی مگر نئی شاہراہ ہجرہ سے بدر کافی فاصلے پر ہے۔

دوسری طرف ابوسفیان کا قافلہ بچ کر جا چکا تھا اس نے بدر کے قریب اونٹوں کی مینگنیاں دیکھیں جن میں کھجور کی گٹھلیاں تھیں تو پکار اٹھا کہ یہ تو یثرب کا چارہ ہے۔ چنانچہ اس نے قافلے کا راستہ پھیرا۔ بدر کو بائیں جانب چھوڑا اور تیزی کے ساتھ بحیرہ احمر کے ساحل کی طرف نکل گیا۔ محفوظ مقام پر پہنچ کر اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ قافلہ بچ گیا ہے لہٰذا واپس چلے جاؤ لیکن ابوجہل کی ضد آڑے آ گئی۔ اس نے کہا ہم بدر پہنچے بغیر نہیں لوٹیں گے۔ وہاں ہم تین دن رہیں گے، جانور کاٹیں گے، کھانا کھلائیں گے، شراب پلائیں گے، گانے والیاں ہمارے سامنے گانا گائیں گی۔ ہمارے جانے اور اکٹھے ہونے کی خبر پھیلے گی عرب میں ہماری شہرت ہوگی اور ان پر ہمارا رعب پڑے گا۔ قریش کے حلیف قبیلے بنو زہرہ کے سردار اخنس بن شریق نے ابوجہل کو سمجھایا مگر وہ نہ مانا تو اخنس بنی زہرہ کے افراد کو لے کر واپس لوٹ گیا۔ بعض افراد کے ساتھ سوال و جواب کے بعد طالب بن ابی طالب بھی واپس ہو گئے۔

رسول اللہؐ نے لشکر قریش میں ذبح کئے جانے والے اونٹوں کی تعداد معلوم کر کے لشکر کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تک بتائی پھر سرکردہ لوگوں کے نام معلوم ہونے پر صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ مکہ نے تمہارے مقابلے کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیے ہیں۔ آپؐ نے قریش کے ایک ایک سردار کے قتل کے مقام کی نشاندہی کی اور ان میں سے ہر کافر اسی مقام پر جہنم واصل ہوا۔

ابوجہل نے ہر حربہ استعمال کیا کہ جنگ نہ ٹالی جا سکے۔ دوسری جانب ابوسفیان بھی مکہ میں قافلے کے معاملات نمٹا کر لشکر کفار کے ساتھ آن ملا۔ قریش کا لشکر وادی کی اس جانب اترا جہاں زمین پر مٹی تھی جب کہ اسلامی لشکر ریتلی جگہ پر اترا۔ اسی دوران اللہ نے بارش برسا دی تو قریش کی جانب کیچڑ ہو گیا اور ان کے لیے چلنا تک مشکل تھا جب کہ لشکر اسلام کے لیے گیلی ریتلی زمین نے آسانیاں پیدا کر دیں۔ جناب رسول اللہؐ نے الخبابؓ بن المنذر بن الجموع کے مشورے پر چشموں پر قبضہ کر لیا۔ حوض بنا کر چشموں کو پانی سے بھر لیا اور قریش کی جانب چشموں کو پاٹ دینے کا حکم دے دیا۔

Marfat.com

اگلی صبح رسول اللہؐ نے قریش کو ٹیلے سے اتر کر سامنے آتے دیکھا تو فرمایا:

یا اللہ! یہ قریشی ہیں اپنے فخر وغرور کے ساتھ آ گئے ہیں۔ یہ تیری مخالفت کرتے اور تیرے رسولؐ کو جھٹلاتے ہیں۔ یا اللہ! میں تیری اس مدد کا طالب ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ یا اللہ! آج صبح ان کو ہلاک کر دے۔

رسول اللہؐ نے عتبہ بن ربیعہ کو ایک سرخ اونٹ پر سوار دیکھا تو فرمایا:

ان لوگوں میں سے اگر کسی کے پاس کچھ بھلائی ہوگی تو سرخ اونٹ والے کے پاس ہوگی۔ اگر انہوں نے اس کی بات مان لی تو راہ راست پر آ جائیں گے۔

حکیم بن حزام کے ایما پر عتبہ نے قریش کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر ابوجہل مسلسل آمادۂ پیکار رہا۔ حتیٰ کہ وہ عامر حضرمی کو سامنے لے آیا جو اپنے بھائی کے خون کی پکار دینے لگا۔

اسی دوران حکیم بن حزام سمیت قریش کے چند لوگ پانی لینے کے لیے اسلامی لشکر کے حوض پر آ گئے۔ رحمت العالمینؐ کی شان دیکھئے کہ انہوں نے فرمایا ان لوگوں کو پانی پینے دو۔ دوسری طرف یہ منظر بھی دیکھئے کہ پانی پینے والے سارے قریش جنگ میں مارے گئے۔ صرف حکیم بن حزام بچا جس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا اور وہ ہمیشہ اس ذات کی قسم کھاتا جس نے انہیں بدر کے دن کی ہلاکت سے بچا لیا۔

اب اسلامی لشکر اور قریش ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کی قیادت میں مجاہدین کا ایک دستہ اس سائبان کے باہر پہرہ دے رہا تھا جہاں رسول اللہؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ موجود تھے۔ آپؐ سجدے میں گرے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے:

اے اللہ! تو اپنا وعدہ پورا فرما۔ اے اللہ اگر اہل اسلام کا یہ گروہ مٹ گیا تو پھر قیامت تک اس زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ سے کہہ رہے تھے کہ آقا! اللہ آپؐ کو مایوس نہیں کرے گا۔ دعا کے بعد رسول اللہؐ سائبان سے باہر تشریف لائے اور مجاہدین کو فرشتوں کے ذریعے مدد کی خوشخبری سنائی۔

دوسری طرف ابوجہل کے تکبر کا یہ عالم تھا کہ روانگی کے وقت غلاف کعبہ کو تھام کر دعا کی تھی کہ اے اللہ! دونوں گروہوں میں سے جو راہ راست پر، اعلیٰ، معزز اور افضل دین والا ہے، اس کی مدد کر۔ اللہ نے اس کی یہ دعا قبول کر لی اور افضل دین والوں کو فتح نصیب فرمائی۔

رسول اللہؐ نے اپنے خطاب کے ذریعے اصحاب بدر کے جذبہ اور ولولہ کو کئی گنا کر دیا۔ آپؐ نے بدر میں موجود ہر اس مجاہد کو جنت کی بشارت دے دی جو ثابت قدمی سے ثواب کی نیت کے ساتھ آگے بڑھے گا اور

Marfat.com

پھر پیٹھ پھیرے بغیر لڑتا رہے گا۔ اس خطاب کے بعد دشمنوں پر ٹوٹ پڑنے کے لیے سرفروشان اسلام کی بے قراری دیکھنے کے قابل تھی۔ رسول اللہؐ نے لشکر کی صفیں درست فرمائیں اور مجاہدین کو ضروری ہدایات دیں۔

پھر الاسود بن عبدالاسد المخزومی نکل کھڑا ہوا۔ ابن اسحاق کی روایت ہے وہ ایک اکھڑ اور بدطینت شخص تھا۔ اس نے کہا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ ان لوگوں کے حوض سے پانی پیوں گا۔ اسے توڑ ڈالوں گا یا اس کے لیے مر جاؤں گا۔ حضرت حمزہؓ اس کی طرف بڑھے۔ اس پر ایسا وار کیا کہ ٹانگ پنڈلی کے درمیان سے کٹ گئی۔ پھر عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ نکلا۔ دوسری طرف سے تین انصاری نوجوان میدان میں آئے۔ دوالحارث کے بیٹے عوف اور معوذ اور تیسرے عبداللہ بن رواحہؓ تھے۔ عتبہ کے پوچھنے پر انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ پکارے اے محمدؐ! ہماری قوم سے ہمارے ہمسروں کو بھیج۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے حضرت عبیدہ بن الحارثؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کو بھیجا۔ تینوں صحابہ کرامؓ سے انہوں نے پھر پوچھا صحابہ کرامؓ نے تعارف کرایا تو انہوں نے کہا ہاں! مقابل شریف ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے شیبہ اور حضرت علیؓ نے ولید کو کوئی مہلت دیئے بغیر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت عبیدہؓ اور عتبہ میں سے دونوں ہی ناقابل حرکت ہو گئے تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے بڑھ کر عتبہ کا کام تمام کیا اور حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر لے آئے۔ اب عام مقابلہ شروع ہو چکا تھا۔ رسول اللہؐ اور حضرت ابوبکرؓ سائبان میں تھے۔ کچھ دیر بعد رسول اللہؐ نے فرمایا:

> اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ کہ تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی ہے۔ یہ جبرئیل ہیں۔ گھوڑے کی باگ تھامے اسے کھینچ رہے ہیں اور اس کے سامنے کے دانتوں پر غبار ہے۔

ادھر میدان جنگ میں حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام جناب مہجعؓ کو ایک تیر لگا اور انہوں نے غزوہ کے سب سے پہلے شہید کا بلند رتبہ حاصل کر لیا۔

فرشتوں کی قطاریں مجاہدین اسلام کی مدد کے لیے اتر رہی تھیں اور کفار کا کچھ بس نہ چل رہا تھا۔ حضورؐ کے فرمان کے مطابق حضرت جبرئیلؑ نے زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا وہ اور ان کے ساتھی ملائکہ بدر کے میدان میں کفار کی گردنیں مارنے لگے۔ اس کی تصدیق خود اصحابؓ بدر نے فرمائی کہ ہمارے تلوار لہرانے سے پہلے ہی کافر کا سر اس کی گردن سے دور جا پڑتا تھا۔ بنی غفار کا ایک شخص اپنے چچازاد کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا جنگ کا منظر دیکھ رہا تھا کہ پہاڑ پر بادل چھا گیا اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آئیں۔ بادل میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ اے حیزوم (حضرت جبرئیلؑ کی سواری) آگے بڑھ۔ میرا بھائی تو خوف سے مر گیا اور میری بھی بہت بری حالت ہو گئی۔ حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں فرشتوں کے عمامے سفید تھے۔ جبرئیلؑ

Marfat.com

کا امامہ زرد تھا اور عماموں کے شملے ان کی پیٹھوں پر تھے۔

حضورؐ کے پاس یہ وحی بھی آ گئی۔

یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے، اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں (الانفال 9)

آنحضرتؐ نے لشکر کفار کی جانب مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں اور فرمایا ان کے چہرے بگڑ جائیں۔ یہی کفار کی شکست اور ان کے سرداروں کے قتل کا وقت تھا۔

اب حضورؐ خود میدان جنگ میں اتر آئے۔ محافظ دستہ آپؐ کے ساتھ تھا۔

حضورؐ کو میدان جنگ میں دیکھ کر لشکر اسلام کا حوصلہ مزید بڑھ گیا دشمن میں کھلبلی مچ گئی اور شکست سامنے نظر آنے لگی۔ کفار بھاگنے لگے اور مسلمان انہیں گرفتار کر رہے تھے لیکن ابوجہل کا غرور یہ دیکھ کر بھی نہ ٹوٹا۔ وہ ابھی تک مسلمانوں کو شکست دینے کے دعوے کر رہا تھا اور لات و عزیٰ کی قسمیں کھا رہا تھا۔ حضرت معاذؓ آگے بڑھے۔ انہوں نے تلوار مار کر ابوجہل کی ٹانگ کاٹ ڈالی۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے دیکھا تو حضرت معاذؓ پر حملہ کر کے ان کا بازو کاٹ ڈالا جو انہوں نے پاؤں رکھ کر کندھے سے الگ کیا اور یوں بہادری کا ایک ثبوت پیش کر دیا۔ ابوجہل زمین پر پڑا کراہ رہا تھا کہ حضرت معوذؓ نے اسے نیزہ مارا اور رسول اللہؐ کا یہ سب سے بڑا دشمن آگ میں جلنے کے لیے جہنم کے مزید قریب ہو گیا۔ روایات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر کاٹا اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ اور ان کے خاندان کے بارے میں تفصیل اگلے باب میں موجود ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے فرمان کے مطابق کفار کے مقتولوں کو گڑھے میں ڈال دیا گیا صرف امیہ بن خلف کی لاش مٹی پتھر ڈال کر وہیں چھپا دی گئی کیونکہ اس کی لاش زرہ کے اندر پھول گئی تھی اور اٹھانے پر اس کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا تھا۔ جب لاشیں گڑھے میں ڈال دی گئیں تو رسول اللہؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے گڑھے والو! تمہارے پروردگار نے تم سے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا۔

میرے پروردگار نے مجھ سے تو جو وعدہ فرمایا تھا بیشک میں نے اسے سچا پایا۔

صحابہ کرامؓ نے اس موقع پر کہا کہ یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو سڑ گل گئے۔

آپؐ نے فرمایا:

جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، تم اسے ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ لوگ مجھے جواب

Marfat.com

دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔

دوسری جانب مکہ میں شکست کی خبر پہنچی تو کفار اسے سچ ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ مکہ میں سب سے پہلے حیمان بن عبداللہ الخزاعی نے خبر دی جو میدان جنگ سے بھاگ کر آیا تھا اس نے مارے جانے والے سرداروں کے نام گنوائے تو اسے پاگل قرار دے دیا گیا۔ ابولہب تو اس قدر طیش میں آ گیا کہ حضرت ابو رافعؓ کو مارنے لگا جو مکہ میں ہی تھے اور تیر بناتے تھے۔ جناب عباس بن عبدالمطلبؓ کی اہلیہ ام الفضل ادھر سے گزریں تو انہوں نے ایک لکڑی ابولہب کے سر پر دے ماری۔ پھر اس کے جسم پر ایک پھوڑا نکل آیا اور اس واقعہ کے بعد وہ صرف سات دن زندہ رہا۔

جنگ بدر اختتام کو پہنچ گئی۔ کفار ذلیل وخوار ہو کر لوٹ گئے۔ اسلام کے عروج کی داستان کا آغاز ہو گیا اور عرب میں چہار سو اس کی روشنی پھیلنے لگی جہاں جہاں مشرکین کی شکست کی خبر پہنچی تو پہلے پہل انہیں یقین ہی نہ آیا۔ بات ہی ایسی تھی۔ پھر لوگ سمجھنے لگے کہ اب اس عظیم قوت کو دبایا نہ جا سکے گا۔ اسی لیے تو جنگ کے بعد مختلف وفود مبارکباد دینے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

جنگ کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ آیا۔ ابھی تک اس کی تقسیم کے بارے میں کوئی حکم نہ تھا۔ لہٰذا حضورؐ نے سارا مال جمع کر لیا۔ لشکر اسلام تین روز بعد بدر کے میدان سے روانہ ہوا اور 22 رمضان المبارک کو مدینہ واپس آیا۔ یہ بدھ کا دن تھا۔ حضورؐ ابھی راستے ہی میں تھے کہ وادی صفراء کے درے کے قریب مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں آیت نازل ہوگئی اور حضورؐ نے اسی کی روشنی میں مجاہدین میں مال غنیمت مساوی تقسیم فرما دیا۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟ حضور انورؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دینے کی رائے دی لیکن حضرت عمرؓ نے جو کچھ عرض کیا وہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہﷺ! یہی لوگ ہیں جنہوں نے آپؐ کو جھٹلایا۔ جلاوطن کیا اور آپؐ پر قاتلانہ حملے کیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میری رائے ہے کہ ہر قیدی کو اس کے مسلمان رشتہ دار کے سپرد کر دیا جائے اور حکم دیا جائے کہ ہم اپنے کافر رشتہ داروں کی گردنیں اڑا دیں تاکہ باری تعالیٰ یہ ملاحظہ فرمائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کسی قسم کی محبت نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ لوگ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں۔ اگر آج انہیں تہہ تیغ کر دیا جائے گا تو یہ آئندہ کبھی اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکیں گے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ یوں گویا ہوئے یا رسول اللہﷺ! ایک وادی میں بڑی مقدار میں ایندھن جمع کیا جائے اور پھر اسے آگ لگا دی جائے۔ جب شعلے خوب بھڑک اٹھیں تو ان سارے قیدیوں کو ان میں ڈال دیا جائے تاکہ یہ جل کر راکھ بن

Marfat.com

جائیں۔

حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے اسے اپنالیا لیکن یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا دوسرے دن حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضور اکرمؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر حضورؐ نے فرمایا:

تیرے دوستوں نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا میں اسی کے لیے رو رہا ہوں۔ اس رائے کے باعث جو عذاب انہیں دیا جانے والا تھا وہ میرے سامنے اس درخت سے بھی (ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) نزدیک پیش کیا گیا۔

دراصل اس دوران وحی الٰہی آ چکی تھی۔ جس میں اس فیصلہ پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ اس سے پہلے سورۃ محمد میں بھی کافروں سے مقابلہ میں ان کی گردنیں اڑانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب باری تعالیٰ نے فرمایا تھا:

> کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں کہ اس کے لیے (کافر) قیدی ہوں جب تک وہ زمین میں ان (حربی کافروں) کا اچھی طرح خون نہ بہائے۔ تم لوگ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ خوب غالب حکمت والا ہے۔
> (الانفال 67)

جب فدیہ کا فیصلہ ہو چکا تو اس کی مقدار چالیس اوقیہ فی قیدی مقرر ہوئی اور جن کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی، ان کے ذمہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کا کام لگایا گیا۔ مسند احمد میں ہے کہ دس انصار بچوں کو لکھنا پڑھنا مقرر فرمایا۔

فدیہ کے حوالے سے بہت سے جذباتی واقعات بھی پیش آئے۔ جنگ بدر کی اتنی تفصیلات موجود ہیں کہ ان کے بارے میں کئی جلدیں لکھی جا سکتی ہیں مگر اختصار کے پیش نظر بے شمار واقعات بیان نہیں کیے گئے۔ حتمی بات یہ ہے کہ اس غزوہ نے اسلام کو پھیلانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

کفار مکہ بوکھلا کر رہ گئے۔ ان کی تجارتی سرگرمیوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا اور وہ پیچ وتاب کھانے لگے۔ مکہ میں موجود مسلمانوں پر ان کا ظلم بڑھ گیا اور مستقبل پر نظر ڈالنے اور حالات کا ادراک کرنے کی بجائے وہ پھر اسلام کو تباہ و برباد کرنے کی تدبیریں اور اگلی جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ دوسری طرف ریاست مدینہ کو استحکام اور مسلمانوں کو ایک نیا حوصلہ اور ولولہ ملا۔ انہیں کفار پر نفسیاتی برتری بھی حاصل ہو گئی جب کہ عالم عرب میں انہیں مستقبل کی انقلابی قوت اور طاقت کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے بدری صحابیوںؓ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کرنے کا اعلان فرما دیا تھا لہٰذا یہ سارے بلند درجات کے حامل جنتی لوگ ہیں۔

آنحضرتؐ 22 رمضان المبارک کو بدر سے واپس مدینہ تشریف لائے اور ثنیہ الوداع سے شہر میں داخل ہوئے۔ یہ وہ پہاڑی راستہ ہے جسے مکہ کی طرف سے آنے والے استعمال کرتے ہیں انصار کی بچیوں نے آپؐ کی آمد پر بڑے جوش سے دف بجائی اور یہ اشعار پڑھے:

طلع البدر علینا   من ثنیٰت الوداع
وجب الشکر علینا   مادعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا   جئت بالامر المطاع

Marfat.com

غزوۂ بدر: حضرت عفراءؓ کا خاندان

کیا شان تھی مدینہ کے ان دو نوعمر نوجوانوں کی، جن کے دل میں اسلام و رسول اللہؐ کے دشمنوں کو جہنم واصل کرنے کی خواہش کروٹیں لے رہی تھی، ابوجہل کے قتل کا اعزاز باری تعالیٰ نے ان دونوں جوانوں جناب معاذؓ اور جناب معوذؓ کے مقدر میں لکھ دیا تھا۔ یوں تاریخ انسانی میں ان کا نام ہمیشہ کے لیے امر ہو گیا لیکن یہ دونوں نوجوان کون تھے؟

یہ اس عاشق رسولؐ کے فرزند تھے جن کی ماں اور بڑے بھائی کو بیعت عقبہ اولیٰ سے بھی پہلے نبی کریمؐ کی دعوت پر اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کی عظیم والدہ حضرت عفراءؓ اور بڑے بھائی جناب عوفؓ مدینہ کے سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے چھ افراد میں شامل تھے۔ حضرت عفراءؓ کے دو خاوندوں سے سات بیٹے تھے جو باپ کی بجائے ماں کی نسبت سے پکارے جاتے تھے اور ان ساتوں کو اعزاز حاصل ہے کہ وہ بدری صحابیؓ ہیں۔ حضرت عوفؓ، معاذؓ اور معوذؓ سگے بھائی تھے جو حضرت عفراءؓ کے پہلے خاوند حارث بن رفاعہ النجاری کی اولاد تھے جب کہ دوسرے خاوند بکیر بن یالیل سے چار بیٹے ایاس، عاقل، خالد اور عامر تھے، ان سب نے پہلے معرکہ حق و باطل میں اسلام کا نام بلند کرنے کے لیے جوانمردی اور جانبازی کے ساتھ کارنامے انجام دیئے۔

سب سے پہلے ابوجہل کے قتل کا ذکر کرتے ہیں۔ احادیث کی قریباً تمام کتابوں میں جناب عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالے سے واقعہ درج ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے روز میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا میں نے اپنے دائیں بائیں دو نوعمر انصاری جوانوں کو کھڑے دیکھا۔ میں نے سوچا اگر ان کی جگہ آزمودہ کار جنگجو ہوتے تو بہتر تھا۔ اسی دوران ایک نوجوان مجھ سے گویا ہوا کہ اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا بھتیجے خوب پہچانتا ہوں مگر تمہیں اس سے کیا۔ اس نے کہا وہ میرے آقا کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ بخدا اگر اسے پاؤں تو دونوں میں سے ایک کے مرنے تک میرا جسم اس کے جسم سے جدا نہ ہوگا۔ اسی دوران دوسرے نوجوان نے بھی وہی سوال کر دیا تو میں نے اس کو وہی جواب دیا۔ اچانک میں نے ابوجہل کو دیکھا وہ رجز پڑھ کر لوگوں کو جوش دلا رہا تھا۔ میں نے ان نوجوانوں کو ابوجہل کی نشاندہی کی تو وہ اس پر ایسے جھپٹے جیسے عقاب جھپٹتے ہیں۔ انہوں نے اس پر تلواروں کے وار کیے اور اسے زخمی کر دیا۔ جس سے وہ زمین

Marfat.com

پر گر پڑا۔ پھر دونوں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بتایا کہ ہم نے ابوجہل کو قتل کر دیا ہے۔ نبی کریمؐ نے پوچھا تم میں سے کس نے قتل کیا ہے تو دونوں کا ایک ہی جواب تھا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم نے اپنی تلواروں کو صاف تو نہیں کر دیا۔ انہوں نے عرض کی نہیں یا رسول اللہؐ! آپؐ نے خون میں رنگیں ان کی تلواریں دیکھیں تو فرمایا ہاں! تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے اور یہی دونوں نوجوان عفراءؓ کے بیٹے معاذؓ اور معوذؓ تھے۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں ابوجہل پر ٹوٹ پڑا۔ میرے پہلے وار سے اس کی ٹانگ پنڈلی سے کٹ کر دور جا پڑی۔ اس کے بیٹے عکرمہ (جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے) نے مجھ پر وار کیا تو میرا بازو کٹ گیا۔ صرف جلد کے ایک تسمہ کی وجہ سے جسم کے ساتھ لٹکتا رہا۔ مجھے تکلیف ہو رہی تھی میں نے اسے بازو کے نیچے رکھ کر تسمہ توڑ دیا تو بازو الگ ہو گیا اور میں پھر لڑنے لگا۔ بعد میں رسول اللہؐ کے لعاب دہن سے یہ زخم ٹھیک ہو گیا اور وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت تک زندہ رہے۔ دراصل حضرت معاذؓ کا کٹا ہوا بازو بھی ان کے پاس تھا جو نبی کریمؐ نے لعاب دہن سے جوڑ دیا تھا۔ بازو جڑنے کے بعد وہ پھر لڑنے لگے۔ جب کہ حضرت معوذؓ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

جنگ ختم ہوئی تو رسول کریمؐ نے ابوجہل کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا۔ جناب عبداللہ بن مسعودؓ تلاش میں گئے۔ آپؓ نے دیکھا ابوجہل جاں بلب زمین پر پڑا ہے۔ اس کی تلوار رانوں پر جب کہ جسم زرہ کے اندر تھا۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنے جسم کو حرکت تک دے سکے۔ وہ اس کی چھاتی پر چڑھ گئے۔ اس کے ظلم یاد کیے اور اپنی تلوار سے اس پر ضربیں لگائیں۔ اس حالت میں بھی وہ بولا فتح کس کو ملی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ فتح یاب ہوئے اور تو ذلیل ہوا ہے۔ پھر انہوں نے تلوار کا وار کر کے اس کی گردن کاٹ دی اور سر کو نبی کریمؐ کے پاس لے آئے۔ حضورؐ نے فرمایا باری تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا کی۔ پھر آپؐ سجدہ میں گر گئے اور اسی موقع پر فرمایا کہ یہ امت کا فرعون تھا۔

اس عظیم ماں عفراءؓ کا سارا خاندان عشق رسولؐ میں ڈوبا ہوا تھا۔ خاندان کا بچہ بچہ رسول اللہؐ کی محبت سے سرشار تھا۔ حضرت عفراءؓ کی پوتی اور حضرت معوذؓ کی صاحبزادی ربیعؓ کے بارے میں واقعات سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ ایک بار ربیعؓ نے اپنے چچا معاذؓ کی جانب سے کھجوروں سے بھرا ہوا ایک طشت نبی کریمؐ کو پیش کیا جو آپؐ نے نہ صرف قبول فرمایا بلکہ بچی کو سونے کا ایک زیور عطا کیا اور کہا اسے پہنا کرو۔ یہ زیور بحرین کے والی نے تحفہ کے طور پر آنحضرتؐ کو بھیجا تھا۔

احادیث مبارکہ کی کتب میں خالد بن ذکران کی روایت ہے کہ جس دن ربیعؓ کی شادی تھی، نبی کریمؐ

Marfat.com

صبح سویرے تشریف لے آئے۔اس وقت خاندان کی بچیاں دف بجا کر گیت گا رہی تھیں۔ایک بار حضرت عمار بن یاسرؓ کے پوتے ابوعبیدہ نے ربیعؓ سے آنحضرتؐ کا حلیہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! تم حضورؐ کا دیدار کرتے تو دیکھتے کہ جیسے آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

حضرت ربیعؓ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ابوجہل کی ماں اسماء بنت مخزمیہ سے عطر لینے جایا کرتی تھیں۔ایک بار اسماء نے ربیع بنت معوذؓ کا نام سنا تو وہ چونک اٹھی اور بولی تو اس قاتل کی بیٹی ہے جس نے اپنے مالک کو قتل کر دیا تھا۔ربیعؓ نے جواب دیا میں اس کی بیٹی ہوں جس نے اپنے غلام کو قتل کیا تھا۔

اسی اسماء بنت مخزمہ کے قبول اسلام کی روایت موجود ہے لیکن یہ اختلافی مسئلہ ہے۔علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ ''کہا جاتا ہے وہ مسلمان ہو گئیں اور انہوں نے جناب فاروق اعظمؓ کا دور پایا اور یہ قول زیادہ صحیح ہے۔''

Marfat.com

غزوۂ بدر: ابولہب کا عبرتناک انجام

نبی کریمؐ کی بعثت کی آزاد مردوں میں سب سے پہلے ان کے دوست اور بچپن کے ساتھی جناب ابوبکرؓ نے تصدیق کی اور صدیقؓ لقب پایا۔ دوسری جانب رسول اللہؐ کے پیغام کو سب سے پہلے جھٹلانے والا ابولہب تھا۔ یہ شخص حضورؐ کا سگا چچا تھا۔ جب آپؐ کی ولادت ہوئی اور ابولہب کی کنیز حضرت ثوبیہ نے جا کر اپنے مالک کو خبر سنائی تو اس شخص نے انگلی کا اشارہ کیا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ اسی بھتیجے کو جب نبوت ملی اور اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا گیا تو یہی ابولہب بھتیجے کا سب سے بڑا دشمن بن گیا۔

لیکن اس دشمن دین کا انجام کیا ہوا؟

آخری وقت آیا تو اولاد تک اس کے پاس جانے پر رضامند نہیں تھی حتیٰ کہ اس کی لاش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ کوئی اس کے پاس جانے کو تیار نہیں تھا۔ اس کو قبر تک نصیب نہ ہوئی اور باہر جنگل میں ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟

جنگ بدر ختم ہوگئی۔ مشرکین مکہ کو بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ ابولہب تک بھی یہ اطلاع پہنچی تو غصے میں بپھر گیا اور چلانے لگا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔

یہ سارا واقعہ حضرت ابورافعؓ کے حوالے سے ہے جو مکہ میں تیر بناتے تھے اور پھر ان تیروں کو زمزم کے حجرے میں تراشا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں میں زمزم کے اسی حجرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابولہب لنگڑاتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ وہ میری طرف پشت کر کے بیٹھ گیا۔ اسی دوران کچھ لوگ آئے اور انہوں نے میدان بدر سے ابوسفیان (بن الحارث) کے آنے کی خبر سنائی تو اس نے جنگ کے حالات معلوم کرنے کے لیے ابوسفیان کو بلوایا۔ ابوسفیان نے حالات کیا بتائے ابولہب پر گویا بم گرا دیا۔ ابوسفیان یوں گویا ہوئے۔ اے ابولہب! خدا کی قسم ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا جن کو ہم نے اپنے کندھے دے دیئے کہ جس طرح چاہیں ہمیں قتل کریں وہ جیسے چاہیں ہمیں اپنا قیدی بنا لیں۔ ہم نے دیکھا کہ زمین اور آسمان کے درمیان سفید آدمی اور ابلق گھوڑے ہیں اور ان کے مقابلے میں یا ان کے سامنے کسی چیز کا ٹھہرنا ممکن نہیں۔ یہ سنتے ہی ابولہب کا غصہ دیکھنے کے قابل تھا۔

جناب ابورافعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجرے کی رسیاں اٹھائیں اور بول پڑا کہ اللہ کی قسم! وہ

Marfat.com

فرشتے تھے۔ یہ سنتے ہی ابولہب بپھرے ہوئے انداز میں مجھ پر جھپٹا اور مجھے تھپڑ رسید کر دیا۔ جناب ابورافعؓ کا حوصلہ اب بلند ہو چکا تھا۔ وہ ابولہب کے مقابلے پر آ گئے تو اس نے آپؓ کو زمین پر گرا دیا اور مارنا شروع کر دیا۔ اسی دوران ابولہب کی بھاوج اور جناب عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ ام الفضل وہاں آ گئیں۔ وہ بولیں اس کا آقا یہاں موجود نہیں ہے اور تم اسے کمزور سمجھ کر مارتے ہو۔ خاتون محترم نے ایک لکڑی اٹھائی اور ابولہب کے سر پر دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ ابورافعؓ کے مطابق اس کے بعد وہ صرف سات راتیں زندہ رہا۔

سات راتوں کی یہ زندگی کیسے گزری۔ یہ راتیں بڑی بھیانک تھیں ابولہب ہر ہر لحہ مرتا رہا۔

اللہ نے اسے مرض عدسہ میں مبتلا کر دیا جس نے اس کی جان لے لی۔ عدسہ ایک بیماری ہے جس میں جسم پر سرخ دانے نکل آتے ہیں۔ یہ چیچک کی ایک قسم ہے جسے مہلک بتاتے ہیں جس کو عرب میں انتہائی منحوس خیال کیا جاتا تھا۔ کسی کو یہ بیماری لگ جاتی تو لوگ خوفزدہ ہو جاتے اور اس شخص کے قریب بھی نہیں جاتے تھے۔ یہی حال ابولہب کا ہوا۔ یہاں تک کہ اس کے بیٹوں نے بھی باپ کو تنہا چھوڑ دیا اور اس کے پاس آنا جانا بالکل بند کر دیا۔ وہ سات دن اور سات راتیں اذیت سے تڑپتا رہا۔ آخر بے بسی کی موت مارا گیا۔ موت کے بعد بھی کوئی اس کے پاس جانے کو تیار نہیں تھا۔ اس کی لاش گھر میں پڑی تھی اور اس سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ تین دن تک بدبو اٹھتی رہی۔ لاش اس حد تک پھول چکی تھی کہ تیسرے دن پھٹ گئی جس سے بدبو پورے علاقے میں پھیل گئی۔

بدبو برداشت سے باہر ہو گئی تو لوگوں نے اس کے بیٹوں کو شرم دلائی کہ اپنے باپ کو دفن کرو ایسا نہ ہو کہ یہ بیماری اردگرد رہنے والوں کو بھی لگ جائے۔ لہٰذا انہوں نے ناک اور منہ پر کپڑے باندھے اور لاش کو ایک گڑھے میں ڈال دیا۔ انہوں نے قریب جانے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ دور ہی سے پتھر پھینکے اور گڑھا پر کر دیا۔

یہ تھا انجام مکہ کے رئیس اعظم کا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی توہین پر اس کی موت کو کس قدر اذیت ناک اور عبرتناک بنا دیا۔

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک رات ابولہب ان کے خواب میں آیا۔ انہوں نے حال پوچھا تو بولا کہ بہت اذیت میں ہوں۔ صرف پیر کے دن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ میری انگشت شہادت سے چند قطرے پانی ٹپکتا ہے اور اسے پی لیتا ہوں۔ یہ وہی دن ہے جب نبی کریمؐ اس دنیا میں تشریف لائے اور یہ وہی انگلی ہے جو کھڑی کر کے ابولہب نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا۔ جنہوں نے اسے بھتیجے کی پیدائش کی خبر دی تھی۔

Marfat.com

غزوۂ بنی سلیم

بنو سلیم کا علاقہ مدینہ کے مشرق میں تھا۔ بنو ہوازن، بنو غطفان اور بنو فرارہ کے علاقے بھی اردگرد تھے اور عزیٰ ان سب کا بت تھا۔ جس کے لیے یہ سب فکر مند تھے۔ بنو سلیم کی تو قریش مکہ کے ساتھ رشتہ داریاں اور تجارتی و اقتصادی مفادات بھی وابستہ تھے لہٰذا انہوں نے جنگ کی ٹھانی۔

رسول اللہؐ جنگ بدر کے بعد 23 رمضان کو مدینہ تشریف لائے کہ انہیں ریاست مدینہ پر حملے کے لیے بنو سلیم اور بنو غطفان کے اجتماع کی خبریں ملیں۔ عید الفطر کے فوراً بعد دو سو مجاہدین کو لے کر ان دونوں قبیلوں کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ تین چار روز تک سفر کے بعد الکدر کے مقام پر پہنچے مگر آپؐ کی آمد کی اطلاع ملتے ہی دشمن فرار ہو گیا اور اپنے پانچ سو اونٹ بھی ساتھ نہ لے جا سکا واپسی پر مدینہ سے تین میل پہلے صرار کے کنوئیں پر آپؐ نے خمس کے سو اونٹ بیت المال کے لیے رکھ لیے اور بقیہ چار سو کو دو اونٹ فی مجاہد تقسیم کر دیا۔

آنحضرتؐ اس غزوہ کے سلسلے میں پندرہ روز مدینہ طیبہ سے باہر رہے جب کہ آپؐ نے دشمن کی وادی میں صرف تین راتیں قیام فرمایا۔ شوال اور ذیقعد کا مہینہ نبی کریمؐ مدینہ سے باہر نہیں گئے اور اس دوران آپؐ نے بدر میں جنگی قیدی بنائے گئے کفار مکہ کے معاملات کو نمٹایا جن میں زرفدیہ وغیرہ بھی شامل تھا۔ غزوہ بنی قینقاع بھی اسی دوران پیش آیا۔

Marfat.com

غزوۂ بنی قینقاع

غزوہ بنی قینقاع شوال 2 ھ میں پیش آیا۔ جو مدینہ کے یہودی قبیلہ بنی قینقاع کے خلاف تھا۔ انجام کار اس قبیلہ نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے اور انہیں گرفتار کرلیا گیا تاہم رسول کریمؐ نے گرفتار شدگان کو رہا کر کے مدینہ سے نکال دیا۔

یہ غزوہ کیوں پیش آیا؟ جنگ بدر میں اسلام کی فتح نہ صرف مشرکین بلکہ یہودیوں کے دل میں بھی کھٹک رہی تھی اور وہ سمجھنے لگے کہ یہ مسلمانوں کے لیے نقطۂ عروج اور خود ان کے لیے زوال کی ابتدا ہے لہٰذا انہوں نے سازشیں تیز کردیں اور رسول اللہؐ سے معاہدے کے باوجود کفار سے ساز باز کرنے لگے۔

پھر ایک واقعہ ہوگیا۔ چند یہودیوں نے ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی کی۔ مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور ایک مسلمان شہید ہوگیا۔ رسول کریمؐ خود یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ حضورؐ کے ساتھ بھی بدزبانی اور بدکلامی سے پیش آئے لہٰذا ان کی شرانگیزیوں کا تدارک ضروری ہوگیا تھا کیونکہ یہ یہودی قبیلہ ہرصورت آمادۂ جنگ تھا۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ بنوقینقاع پہلا قبیلہ ہے جس نے نبی کریمؐ کے ساتھ معاہدہ توڑ دیا اور سورۃ الحشر کی درج ذیل آیت نمبر 15 میں مسلمانوں کو بنی قینقاع کے خلاف جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔

جیسے ان لوگوں کا حال جو ان سے کچھ ہی پہلے اپنی بداعمالیوں کا مزا چکھ چکے اور (آخرت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

چنانچہ رسول اللہؐ نے 15 شوال کو ان کا محاصرہ کرلیا جو پندرہ روز تک جاری رہا۔ دشمن قلعہ بند تھا۔ ان کے حوصلے جواب دے گئے اور انہوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔

اسی موقع پر عبداللہ بن ابی بن سلول نے رسول اللہؐ سے بار بار ان کی جان بخشی کے لیے منت اور سفارش کی۔ رسول اللہؐ نے اس کی سفارش قبول کرتے ہوئے ان سب کو جلاوطن کرنے کا حکم جاری کردیا۔ یہودیوں نے خود بھی جلاوطنی کی اجازت چاہی اور مال واسباب دینے کی پیشکش بھی کی لہٰذا مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت مل گیا جب کہ ان کے گھروں کی تلاشی پر بہت سے ہتھیار ملے جو وہ ساتھ نہ لے جا سکے تھے۔

Marfat.com

غزوۂ سویق

جنگ بدر میں عبرتناک شکست کا دکھ تمام قریشی سرداروں کو کچوکے لگا رہا تھا اور وہ لاوے کی طرح کھول رہے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی بھی مسلمان کو زندہ رہنے دیں۔

ابو جہل تو بدر کے میدان میں جہنم واصل ہو گیا اب ابوسفیان قریش مکہ کا سردار تھا۔ وہ قریش اور ان کے اتحادیوں کے حوصلے بڑھانے کے لیے کوئی عملی اقدام کرنا چاہتا تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ بدر کے مقتولوں کا بدلہ لینے تک وہ سر میں تیل ڈالے گا اور نہ غسل جنابت کرے گا۔ آخر اس نے مدینہ پر حملے کا ارادہ کیا اور محض دو سو اونٹ سوار ساتھ لیے اور نجد کے راستے مدینہ کی راہ لی۔ جو عام راستے سے کافی لمبا تھا۔ وہ مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر آیا اور رات کی تاریکی میں چھپتا چھپاتا یہودی قبیلہ بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کے دروازے پر پہنچ گیا مگر اسے یہاں سے بے نیل و مرام لوٹنا پڑا کیونکہ حیی نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا لہٰذا وہ سلام بن مشکم کے دروازے پر جا پہنچا جو ایک طرح سے اپنے قبیلہ کا وزیر خزانہ بھی تھا۔ اس نے ابوسفیان کو مایوس نہیں کیا۔ اپنے گھر کے دروازے کھول دیئے۔ عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا۔ مگر اس نے مہلت مانگ لی تو ابوسفیان کی امید بر نہ آئی۔ نصف شب کے قریب وہ سلام کے گھر سے اٹھا اور پڑاؤ پر آ کر ساتھیوں سمیت مسلمانوں کے نخلستان عریض جا پہنچا۔ اس نے وہاں پودوں کا سارا ذخیرہ نذر آتش کر دیا اور ایک انصاری صحابی معبد بن عمروؓ سمیت دو مسلمانوں کو شہید کر کے ''فتح'' کے جھنڈے لہراتا سرپٹ واپس بھاگا کہ کہیں مسلمان نہ آ جائیں۔ اسی ''فتح'' سے اس نے اپنا عہد پورا کرنے کا اعلان کر دیا اور خود کو پابندیوں سے آزاد کر لیا۔

اسی دوران نبی کریمؐ کو کفار کی اس حرکت کی اطلاع مل گئی۔ آپؐ نے بشیر بن عبدالمنذرؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور مجاہدین کو لے کر کفار کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گئے۔

ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کی صورتحال یہ تھی کہ مسلمانوں کی آمد کی خبر ملتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور اونٹوں پر لدے ہوئے ستو کے بورے زمین پر گرا دیئے گئے تاکہ بوجھ ہلکا ہوا اور بھاگنے میں آسانی رہے۔ ستو کو عربی میں سویق کہتے ہیں اسی لیے اس غزوہ کا نام بھی سویق پڑ گیا۔ یہ تمام بورے مسلمانوں نے اٹھا لیے تھے تاکہ ان کے کام آئیں۔

Marfat.com

غزوہ نجد اور ذی امر

غزوۂ سویق سے فرار ہوتے ہوئے ابوسفیان نے بنوسلیم کا راستہ اختیار کیا اور ان کے ساتھ ساز باز کرتا گیا۔ قربانی کے فریضہ کی ادائیگی کے بعد آپؐ نے ایک بار پھر بنوسلیم اور بنوغطفان کو چیلنج کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت عثمانؓ کو اپنی جگہ مدینہ میں حاکم مقرر فرمادیا اور ساڑھے چار سو مجاہدین کے ساتھ محرم کے وسط میں روانہ ہوگئے۔ آپؐ نے صفر کا مہینہ بھی ان کے علاقے میں قیام فرمایا مگر کسی کو مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہوسکی تاہم آپؐ نے اندرونی علاقوں تک جا کر اپنی دھاک بٹھادی تھی۔

مدینہ واپسی پر آنحضرتؐ کو اطلاع ملی کہ بنوثعلبہ اور بنومحارب چھاپہ مار جنگ کے لیے جمع ہو رہے ہیں چنانچہ آپؐ پھر چار سو پیدل اور پچاس گھڑ سواروں کا لشکر لے کر 12 ربیع الاول کو مدینہ سے نکلے لیکن مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملتے ہی یہ قبائل پہاڑوں کی جانب فرار ہوگئے۔ آپؐ نے کچھ دور چشموں کے پاس قیام فرمایا۔ انہی میں سے ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ بنومحارب کا رئیس وعثور بن الحارب آ گیا اور تلوار کھینچتے ہوئے بولا (اے محمدؐ) اب تجھے میری تلوار سے کون بچائے گا۔ حضورؐ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ میرا اللہ۔ پھر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ وعثور کے ہاتھ کانپنے لگے اور تلوار گر پڑی۔ حضورؐ نے وہ تلوار اٹھائی اور کہا اب بتا تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کہ کوئی نہیں۔ اس دوران وہ اتنا متاثر ہوگیا کہ اس نے کلمہ پڑھا اور اسلام قبول کرلیا۔

وہ قبیلے میں واپس گیا تو رنگت بدلی ہوئی تھی۔ قوم کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں نے آپؐ کے سر پر ننگی تلوار لہرائی تو ایک دراز قد شخص ظاہر ہوا جس نے مجھے مکا مارا تو میں گر گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ فرشتہ ہے چنانچہ میں آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا۔

Marfat.com

غزوۂ نجران

اس غزوہ میں بھی مد مقابل بنو سلیم تھا۔ دراصل اس قبیلے کو ابھی تک عقل نہیں آئی تھی اور اس بار وہ کانوں کے علاقہ نجران پر لشکر جمع کر رہے تھے، اس کی اطلاع آپؐ کو جمادی الاول میں ملی چنانچہ آپؐ نے حضرت ابن ام کلثومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرما دیا اور تین سو صحابہ کرامؓ کو لے کر روانہ ہوئے۔ آپؐ مدینہ منورہ سے جنوب مشرق میں ضلع الفرع کے مقام نجران پہنچے۔ (یہ مقام بھی حجاز کی ایک کان کا نام ہے) لیکن دشمن ایک بار پھر بھاگ چکا تھا۔ اسے ایک روز پہلے ہی رسول اللہؐ کی آمد کی خبر مل گئی تھی لہٰذا اس کا لشکر حسب سابق منتشر ہو گیا۔ آپؐ دس روز مدینہ سے باہر رہنے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کو غزوہ نجران کے علاوہ غزوہ بنو سلیم بھی کہا جاتا ہے۔

روایات میں بتایا جاتا ہے کہ ان قبائل کا مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ قریبی رابطہ تھا لہٰذا جب رسول اللہؐ ان کا سر کچلنے کے لیے روانہ ہوتے تو یہودی انہیں مطلع کر دیتے اور یہ قبائل فرار ہی میں عافیت سمجھتے لیکن ساتھ ہی ان کے دلوں پر مسلمانوں کی دھاک مزید مستحکم ہوتی جا رہی تھی۔

Marfat.com

غزوہ اُحد

مسلمان ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بلکہ اس سے بھی زیادہ حج وعمرہ کے لیے سعودی عرب جاتے ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ حجاز جائیں اور مدینہ طیبہ نہ جائیں اور پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ میں ہوں اور جبل احد اور میدان احد دیکھنے نہ جائیں اور وہاں شہداء کی قبروں پر فاتحہ نہ پڑھیں۔

جبل احد کو نبی کریمؐ نے جنت کا پہاڑ قرار دیا ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے چار کلومیٹر دور انیس کلومیٹر پر محیط اس پہاڑ کی کئی چوٹیاں ہیں جو مختلف قسم کی رنگت لیے بڑی شان سے کھڑی ہیں۔ سب سے بلند چوٹی سطح زمین سے تین سو میٹر اور سطح سمندر سے ایک کلومیٹر بلند ہے۔ آنحضرتؐ ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ اس پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا: احد ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ روایت ہے یہی پہاڑ جنگ احد میں حضورؐ کو راستہ دینے کے لیے پھٹ گیا تھا۔ پھٹا ہوا یہ حصہ ابھی تک موجود ہے اور وہاں جانے والوں کی توجہ کا مرکز رہتا ہے۔

اسی پہاڑ کے دامن میں ایک بہت بڑا میدان ہے جس کے گرد چار دیواری کر دی گئی ہے اور اس چار دیواری کے اندر سید الشہداء حضرت حمزہؓ سمیت ستر شہداء کی قبور مبارکہ ہیں۔ انہی میں حضرت ابوحنظلہؓ کی قبر بھی ہے جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

یہاں سے قریب ہی جبل رماۃ ہے۔ جو خاصی لمبی چوڑی اور 20 میٹر بلند تھی مگر آج محض ایک ٹیلہ رہ گئی ہے۔ اس پہاڑی کو جنگ احد میں کلیدی حیثیت حاصل ہے کیونکہ مسلمانوں کے نقصان کی وجہ اسی پہاڑی پر تعینات تیر اندازوں کا دستہ بنا۔ جس نے نبی کریمؐ کے فرمان کی خلاف ورزی کی جب کہ دستے کے سردار عبداللہ بن جبیرؓ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ نقصان مسلمانوں کو سبق دے گیا کہ کمانڈر اور وہ بھی نبی کریمؐ کی حکم عدولی کا انجام کیا ہوتا ہے۔

ہوا یوں کہ جنگ بدر میں عبرتناک شکست کا بدلہ لینے کے لیے ابوسفیان کی قیادت میں کفار کا تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر 5 شوال 3ھ (625ء) کو مدینہ پر حملہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس لشکر میں سات سو زرہ پوش، دو سو گھڑ سوار اور تین ہزار اونٹ تھے۔ نبی کریمؐ اطلاع ملتے ہی احد کے میدان میں پہنچ گئے۔ جب میدان سجا تو

Marfat.com

تین ہزار کے مقابلے کے لیے آپؐ کے ساتھ صرف سات سو مجاہد تھے۔ ان میں سے بھی صرف پچاس سوار تھے۔ کفار کی مکہ سے روانگی کی خبر نبی کریمؐ کو ایک خفیہ خط کے ذریعے ملی۔

یہ خط حضورؐ کے چچا جناب عباسؓ نے بھیجا تھا جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ:

قریش مکہ مدینہ پر حملے کے لیے بہت بڑے لشکر کے ساتھ روانہ ہو چکے ہیں۔ ان کے پہنچنے تک آپؐ جو تدبیر کر سکتے ہیں کر لیں۔

خط میں قریش کے لشکر کی تفصیل بھی درج تھی۔ اس جنگ کے لیے کفار مکہ مسلسل تیاریوں میں تھے۔ صفوان بن امیہ کی تجویز پر عورتوں کو بھی ساتھ لے جانے کا فیصلہ ہوا تھا تاکہ وہ نہ صرف حوصلہ بڑھائیں بلکہ ان کے طعنوں کے پیش نظر سب جی جان سے لڑیں گے۔

یہ جمعرات کا دن تھا جب قریش کا لشکر وادی عتیق کے راستے جبل احد کے ساتھ میدان میں اتر گیا۔ یہاں پانی اور چارہ دونوں موجود تھے۔ جب کہ مدینہ میں داخلے کا سب سے بڑا راستہ یہی تھا۔ جمعہ کی صبح رسول اللہؐ نے جناب حباب بن منذرؓ کو دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ واپسی پر انہوں نے وہ اطلاعات دیں جنہیں وہ حاصل کر سکے تھے۔ حضورؐ نے سنا اور فرمایا:

''حسبنا اللہ ونعم الوکیل''

اسی شب آپؐ نے ایک خواب دیکھا کہ آپؐ نے ایک مضبوط زرہ پہنی ہوئی ہے مگر آپؐ کی تلوار کی نوک کے قریب دندانے پڑ گئے اور آپؐ کے کچھ گائے بیل بھی ذبح کیے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ مدینہ شہر محفوظ رہے گا۔ میرے صحابہ میں سے کچھ شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیں گے اور میری ذات کو تکلیف پہنچے گی۔

نبی کریمؐ لشکر لے کر روانہ ہوئے تو کچھ یہودیوں نے شمولیت چاہی مگر حضورؐ نے یہ فرما کر یہودیوں کو واپس کر دیا کہ ''مشرکوں کے ساتھ لڑائی میں ہم کسی مشرک کی مدد نہیں لیتے۔''

اگلی صبح نماز فجر ادا کی گئی تو مسلمانوں کا لشکر کفار کے لشکر کے سامنے تھا۔ اسی دوران عبداللہ بن ابی بن سلول نے منافقت کا خنجر گھونپا اور ایک ہزار کے لشکر میں سے اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ اس وقت اسلامی لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے جب کہ ایک سو مجاہد زرہ پوش تھے۔

سورج نکلنے پر رسول اللہؐ نے مجاہدین کی صف بندی کی اور اس کے عقب میں بلندی پر اپنا کمان سنٹر قائم کر لیا۔ وادی قناۃ کی گزرگاہ غیر محفوظ تھی۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں پچاس تیر اندازوں کا دستہ جبل رماۃ پر متعین فرما دیا اور انہیں ہدایت کی کہ اسلامی لشکر کو خواہ فتح ہو یا شکست وہ اس مقام کو نہ

Marfat.com

چھوڑیں اور بائیں بازو سے حملہ کرنے والوں کو روکے رکھیں۔ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا میں نے انہیں سمجھا کر اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔

سامنے پورے ساز و سامان سے لیس دشمن کا تین ہزار کا لشکر موجود تھا۔ جو انتقام لینے کے لیے آیا تھا اور عورتیں ان کے اس جوش انتقام کو ہوا دے رہی تھیں۔ رسول اللہؐ نے لشکر کو لڑائی کے لیے ترتیب دیا۔ اس کے مختلف دستوں کے کمانڈر مقرر کیے۔ خود آپؐ کا کنٹرول روم انتہائی اہمیت کا حامل اور دشمن کی ساری توجہ کا مرکز تھا۔ اس کی حفاظت اور نگرانی صحابہ کرامؓ کے ایک دستے نے سنبھال لی۔

اب دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے جنگ کے لیے تیار تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد اور شہادت موجزن تھا جب کہ کفار کا حوصلہ ان کی عورتیں بڑھا رہی تھیں۔

ہفتہ 15 شوال 3ھ کو یہ عجیب منظر تھا۔ اسی موقع پر حضورؐ نے اپنے اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا دیئے اور دعا کی:

> ''اے باری تعالیٰ! میں تیری ہی قوت کے بھروسے کفار پر حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی رضا کے لیے ان کے ساتھ جنگ کرتا ہوں۔ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

پھر لشکر اسلام کے سپہ سالار اعظمؐ نے اپنا رخ مجاہدین کی جانب موڑا، جن کے چہرے چمک رہے تھے اور شوق جہاد ان کے چمکتے چہروں سے پڑھا جا سکتا تھا۔ وہ خاموش کھڑے تھے اور نظریں حضورؐ کی جانب تھیں۔ رسول اللہؐ نے ان سے ایک طویل اور تاریخی خطاب فرمایا۔ اپنی تلوار دست مبارک میں لی اور فرمایا کون ہے جو یہ تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے گا۔

بہت سے صحابہؓ کھڑے ہو گئے مگر آپؐ نے تلوار نہیں دی۔ آخر یہ تلوار حضرت ابو دجانہؓ کو مل گئی۔ انہوں نے حسب سابق سرخ رنگ کی پٹی سر پر باندھی اور میدان جنگ میں کود پڑے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ نے اسے موت کی پٹی قرار دیا۔

حضرت زبیر بن العوامؓ کا کہنا ہے کہ جو بھی ابو دجانہؓ کے مقابلے پر آتا اس کا خاتمہ ہو جاتا۔ ابو دجانہؓ نے تلوار کا رخ ہند بنت عتبہ کی طرف کیا اور ٹھیک اس کے سر پر وار روک لیا۔ یہ وار کیوں روکا گیا؟ اس کا راز خدا اور اس کے رسولؐ کو ہی معلوم ہوگا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ابو دجانہؓ (سماک بن خرشہ) کا کہنا ہے کہ میں نے سوچا رسول اللہؐ کی تلوار سے ایک عورت کو کیا ماروں، اس سے ایک پروقار تلوار کو پاک رکھنا ہی بہتر ہے۔

Marfat.com

اس جنگ میں مسلمانوں کا نعرہ اَمِت ، اَمِت ...... یعنی مارو، مارو تھا۔ دوسری طرف ہند اور اس کی ساتھی عورتیں کھڑی ہوگئیں۔ یہ عورتیں دف بجاتی ہوئی اپنے مقتولوں کے مرثیے پڑھ رہی تھیں۔ آہ وفغاں کر رہی تھیں اور مردوں میں انتقام کے جذبے کو ہوا دے رہی تھیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہند ہر بار وحشی غلام کے پاس سے گزرتے ہوئے کہتی واہ! ابودسمہ (وحشی کی کنیت) خود بھی شفا پاؤ اور ہمیں بھی شفا دو۔ ہند تو اس حد تک چلی گئی تھی کہ ابواء کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے نبی کریمؐ کی والدہ ماجدہ کی قبر اکھاڑ کر ان کی میت نکال لینے کی تجویز دی اور کہا اپنے جنگی قیدیوں کے فدیہ کے طور پر سیدہ کے اعضاء دیتے جائیں گے۔ قریش نے یہ تجویز پسند کی مگر ان میں جو دانشمند تھے انہوں نے یہ کہتے ہوئے تجویز مسترد کر دی کہ پھر تمہارے اسلاف کی قبریں کھود کر ان کی بھی تذلیل کی جائے گی۔ اس طرح باری تعالیٰ نے سیدہ آمنہ کی حرمت کو محفوظ رکھا۔

ابوسفیان اپنے علم بردار دستے کو جوش دلا رہا تھا۔ اس دستے کے سالار طلحہ نے اونٹ پر سوار ہو کر دعوت مبارزت دی تو حضرت زبیر بن العوامؓ چھلانگ مار کر اس کے اونٹ پر سوار ہو گئے اور اس کی گردن کاٹ دی جس پر حضورؐ اور ان کی تقلید میں مجاہدین نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر طلحہ کی مبارزت طلبی پر کوئی نہ نکلتا تو میں خود اس کا مقابلہ کرتا۔

رفتہ رفتہ قریش کا پورا علم بردار دستہ صاف ہو گیا تو پرچم ان کے ایک غلام نے اٹھا کر لڑائی شروع کر دی۔ جلد ہی مکی لشکر کی ہمت ٹوٹنے لگی۔ کچھ بجھے دل کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے اور کچھ فرار ہو گئے۔

اور پھر لشکر اسلام کو ایک بہت بڑے دھچکے اور صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ رسول اللہؐ کے چچا جناب حمزہؓ کے سامنے بڑے بڑے سورما نہیں ٹھہر رہے تھے۔ وہ لاشوں پر لاشیں گرا رہے تھے یہاں تک کہ علم بردار ارطاۃ بن عبد شرجیل کا کام بھی تمام کر دیا۔ جب آپؓ سباع بن عبدالعزیٰ پر تلوار کا وار کر رہے تھے کہ اچانک جبیر بن مطعم کا وحشی نامی حبشی غلام آگے بڑھا اور نیزہ پھینکا جو حضرت حمزہؓ کی ناف کے اوپر جا گھسا۔ جناب حمزہؓ گر پڑے اور ان کی روح جنت الفردوس میں پہنچ گئی۔ جبیر نے اپنے اس غلام سے آزادی اور ہند نے انعام واکرام کا وعدہ کیا تھا۔ ہند نے جناب حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا مگر نگل نہ سکی۔ اس نے اپنا زیور وحشی کو دیا اور خود شہداء کے ناک کان کاٹ کر ہار بنا لیے۔ وحشی فتح مکہ کے وقت بھاگ کر طائف چلا گیا تھا۔ بعد میں اس نے مدینہ منورہ جا کر کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ (اس کے بارے میں الگ سے باب موجود ہے)۔

جنگ زوروں پر تھی۔ مسلمان چار گنا سے بھی بڑی فوج پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ دشمن نے پسپا ہونا اور بھاگنا شروع کر دیا۔ جوش دلانے والی عورتیں بھی بھاگ کھڑی ہوئیں۔ کچھ مجاہد دشمن کے تعاقب میں نکل گئے اور کچھ مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔

Marfat.com

یہی وہ وقت تھا جب ایک فاش غلطی اور رسول اللہ ؐ کی واضح ہدایات کی خلاف ورزی کی گئی.....اس سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

ہوا یہ کہ گھاٹی کی حفاظت پر تعینات تیرانداز دستے نے مسلمانوں کو مال غنیمت سمیٹتے دیکھا تو ان میں سے کچھ نے اپنے کمانڈر جناب عبداللہ بن جبیرؓ سے کہا کہ دشمن بھاگ گیا ہے اب ہم بھی چل کر مال غنیمت سمیٹیں۔کمانڈر کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ نہ ٹلے اور صرف دس افراد باقی رہ گئے۔

گھاٹی کو قریباً خالی دیکھا تو خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل نے عقب سے آکر شدید حملہ کر دیا۔ وہاں موجود دس مجاہد لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو کفار نے اپنی بھاگتی ہوئی فوج کو پکارا جو واپس پلٹ آئی اور اسی مرحلہ پر مسلمانوں کے لیے تشویشناک صورتحال پیدا ہو گئی۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ قریباً رسول اللہ ؐ کے ہم شکل تھے اور آپ ؐ کی مدافعت کرتے ہوئے لڑ رہے تھے کہ ابن قمئہ لیثی نے انہیں شہید کر دیا اور قریش میں واپس جا کر اعلان کر دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔جس پر مسلمان بددل ہو گئے اور ان کے حوصلے جواب دے گئے۔کچھ نے ہتھیار پھینک دیئے، کچھ بھاگ کھڑے ہوئے، اتنی افراتفری مچی کہ اپنے ہی آدمی ان کے حملوں کی زد میں آنے لگے۔

حضرت انس بن نضرؓ نے ہتھیار پھینکنے والے مسلمانوں سے کہا اب جی کر کیا کرو گے جس مقصد کے لیے حضور ؐ نے جان دے دی اسی کے لیے ہم بھی دے دیں۔

وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔شہادت سے پہلے انہوں نے پکارا، اے گروہ انصار! حضور ؐ شہید ہو گئے لیکن اللہ تو زندہ ہے۔

دوسری طرف رسول اللہ ؐ پکار رہے تھے، میں اللہ کا رسول ہوں (میری طرف آؤ) جس پر دشمن نے آپ ؐ کو دیکھ لیا اور جہاں آپ ؐ موجود تھے، وہاں دباؤ بڑھایا جانے لگا لیکن ساتھ ہی حضور ؐ کو زندہ دیکھ کر مسلمانوں کو بھی ایک نیا ولولہ مل گیا۔انہوں نے دشمن پر جوابی حملہ کر دیا اور اس کی پیش قدمی کو روک دیا۔وہ حضور ؐ کے گرد ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے اور اپنے آقا ؐ کو خون کا نذرانہ پیش کرنے لگے۔

حضور ؐ فرما رہے تھے جو ان (کفار) کو ہم سے ہٹائے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

دشمن کا سارا زور اسی طرف تھا کیونکہ اسے ایک ہدف نظر آ گیا تھا۔اسی دوران دشمن کو موقع مل گیا اور اس نے شانہ مبارک پر وار کر دیا جب دوسرا وار ہوا تو آپ ؐ کا خود ٹوٹ گیا اور اس کے دو حلقے آپ ؐ کے رخسار مبارک میں پیوست ہو گئے۔ایک اور وار سے چہرہ مبارک پر زخم آیا جب کہ سامنے والے دانت بھی ٹوٹ گئے۔

Marfat.com

آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے جو ابو عامر نے اسی مقصد کے لیے کھودا تھا۔ حضرت علیؓ نے آپؐ کا دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبداللہؓ نے سہارا دے کر اٹھایا اور سیدھا کھڑا کر دیا۔ مالک بن سنانؓ نے چہرہ مبارک سے خون چوس کر نگل لیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اس نے میرا خون چھوا، اس کے خون کو دوزخ کی آگ نہیں لگے گی۔

رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا کوئی شخص زمین پر چلتا ہوا (زندہ) شہید دیکھنا چاہے تو وہ طلحہ بن عبداللہؓ کو دیکھ لے۔

دشمن بار بار حملے کر رہا تھا اور اس کا نشانہ آپؐ کی ذات تھی۔ انصار کے سات نوجوان ایک ایک کر کے سرکار دو عالمؐ پر نثار ہو گئے۔ حضورؐ نے خود اتنے تیر برسائے کہ ان کی کمان ٹوٹ گئی۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کی ڈھال بنے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہؓ کو ستر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بیس زخم آئے۔

حضرت ام عمارہؓ نے مجاہدین کو پانی پلاتے پلاتے تلوار پکڑ لی اور رسول اللہ کی حفاظت کرنے لگیں۔

رسول اللہ کا فرمان ہے کہ میں نے جب بھی اپنے دائیں بائیں دیکھا ام عمارہؓ کو اپنی حفاظت کرتے پایا۔

اتنے میں حضرت عائشہؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت ام سلیمؓ اور مدینہ سے کچھ اور خواتین بھی آ گئیں اور زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔ حضرت ام ایمنؓ تو زخمی بھی ہو گئیں۔

حضرت قتادہ بن النعمانؓ نے رسول اللہؐ کو حصار میں لے رکھا تھا۔ ان کی آنکھ پر زخم آیا اور ڈھیلا رخسار پر بہنے لگا۔ حضورؐ نے ڈھیلا اس کی جگہ پر رکھ دیا جس سے آنکھ بالکل ٹھیک ہو گئی اور بینائی بھی بہتر ہو گئی۔

مشرکین مسلسل حملے کر رہے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ رسول اللہؐ کے گرد قائم ان کے فدائیوں کا گھیرا توڑ دیا جائے۔ خون بہہ رہا تھا۔ زخم لگ رہے تھے۔ سر اتر رہے تھے۔

حضرت علیؓ مہراس نامی چشمے سے پانی لائے۔ آپؐ نے اس میں بدبو محسوس کی اور نہ پیا بلکہ اس سے چہرہ مبارک کا خون دھونا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی فرماتے جا رہے تھے: ''اللہ کا غضب اس شخص پر شدید ہو گیا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے آلودہ کیا۔''

حضورؐ ٹیلے پر تھے کہ مشرکوں نے ایک آخری ہلا بولا اور خالد بن ولید کی قیادت میں ایک گھڑ سوار دستے کے ساتھ اوپر چڑھنے لگے تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ''اے خدا ان کا ہم سے بالا ہونا مناسب نہیں۔''

حضرت عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں پہاڑ سے اترنے پر مجبور کر دیا۔

اسی دوران رسول اللہؐ نے ایک چٹان پر چڑھنے کی کوشش کی مگر نقاہت کی وجہ سے نہ چڑھ سکے تو

Marfat.com

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ نیچے بیٹھ گئے اور آپؐ ان کی مدد سے چٹان پر چڑھے۔ اسی پر حضورؐ نے فرمایا: ''طلحہ نے اس آن اپنے لیے جنت لازمی کر لی۔''

ابن ہشام نے غفرہ کے مولیٰ عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے جنگ احد میں زخموں کی وجہ سے بیٹھ کر ظہر کی نماز پڑھائی اور مسلمانوں نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر ہی نماز ادا کی۔

جنگ احد کے مقتولوں میں ایک یہودی مخریق بھی تھے۔ انہوں نے یہودیوں سے کہا کہ رسول اللہؐ کی مدد تمہارا فرض ہے۔ انہوں نے ہفتہ کی وجہ سے یوم سبت کا بہانہ بنا دیا مگر مخریق گیا اور جنگ لڑتا ہوا مقتول ہو گیا۔ حضورؐ نے بعد میں فرمایا مخریق بہت اچھا یہودی تھا۔

اب مسلمان ڈٹ کر اور جم کر لڑ رہے تھے۔ جو کفار کے لیے بڑا پریشان کن تھا۔ ابوسفیان نے اسی موقع پر ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگ کے خاتمے کا اعلان کر دیا اور لشکر کو واپسی کا حکم دے دیا حالانکہ اس جنگ میں ابھی تک کسی کو فتح یا شکست نہیں ہوئی تھی۔ اسے معلوم ہوا کہ نبی کریمؐ زندہ ہیں تو وہ سخت مایوس ہوا اور اگلے برس کے لیے بدر کے میدان میں جنگ کا اعلان کر دیا۔ رسول اللہؐ کے حکم پر ایک صحابیؓ نے جواب دیا ہم تیار ہیں۔ میدان بدر آئندہ سال کی جنگ کے لیے مقرر رہے۔ اس کے بعد ابوسفیان واپس مکہ پلٹ گیا۔

رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو کفار کے پیچھے جانے کا حکم دیا اور کہا اگر وہ گھوڑوں کو جنوب کی طرف لے جا رہے ہوں اور اونٹوں پر سوار ہو گئے ہوں تو سمجھ لینا کہ وہ مکہ واپس جانا چاہتے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹوں کو ہانک رہے ہوں تو پھر ان کا ارادہ مدینہ پر چڑھائی کا ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مدینہ پر حملے کا ارادہ ہوا تو میں خود ان کی طرف بڑھ کر ان سے ضرور جنگ کروں گا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: میں ان کے پیچھے گیا کہ دیکھوں وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑوں کو جنوب کی طرف لے جا رہے ہیں، اونٹوں پر سوار ہو چکے ہیں اور مکہ کی طرف ان کا رخ ہے۔

جنگ کے خاتمے پر شہدا کی تدفین ہوئی۔ حضورؐ نے جب اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی کٹی پھٹی نعش دیکھی تو دکھی ہو گئے اور صحابہؓ بھی اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور پھر جب آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بھائی کی نعش دیکھ کر رونے لگیں تو آپؐ بھی جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور اتنا روئے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا نہیں روئے تھے۔ اس روز حضرت حمزہؓ پر 72 مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی کیونکہ ہر شہید کے ساتھ رسول اللہؐ ان کی نماز جنازہ بھی پڑھتے تھے۔

حضرت حنظلہؓ اپنے غدار باپ ابوعامر راہب کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن حضورؐ نے انہیں منع فرما دیا۔

Marfat.com

آپؓ جنگ احد والی رات رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے۔ان کی شادی عبداللہ بن ابی کی بیٹی سے ہوئی تھی اور وہ دلہن کو روتا چھوڑ کر جہاد کے لیے آ گئے تھے۔

جنگ میں ان کی مڈبھیڑ ابوسفیان سے ہوگئی۔انہیں ابوسفیان پر بھاری پڑتے دیکھ کر شداد بن الاسود نے انہیں شہید کر دیا۔ابن ہشام کے مطابق رسول اللہؐ نے فرمایا تمہارے دوست (حنظلہ) کو فرشتے غسل دے رہے ہیں اور واقعی جب ان کی نعش اٹھائی گئی تو سر سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔

لوگوں نے ان کے گھر والوں اور بیوی سے دریافت کیا تو بیوی نے کہا وہ جب جنگ کے لیے گئے تو حالت جنابت میں تھے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے رسول اللہؐ نے حضرت حنظلہؓ کی بیوی کا جواب سنا تو فرمایا کہ جبھی تو ملائکہ نے حنظلہ کو غسل دیا۔

تدفین کے بعد میدان احد میں موجود تمام مردوں نے صفیں باندھ لیں، خواتین ان کے پیچھے کھڑی ہوگئیں اور حضورؐ نے شہداء کے لیے دعا فرمائی۔

اس جنگ میں 70 صحابہؓ شہید اور 40 زخمی ہوگئے جب کہ کفار کی 30 لاشیں گریں۔ابن اسحاق نے یہ تعداد 22 بتائی ہے۔

نتائج کے اعتبار سے یہ جنگ ریاست مدینہ کے لیے ایک بہت زبردست دھچکے سے کم نہیں تھی کیونکہ محض ایک دستے کی حکم عدولی سے جیتی ہوئی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔حضورؐ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی اور مسلمان بددل ہوگئے۔اس غزوہ سے قائد کی ہر حال میں اطاعت کا سبق ملتا ہے۔

شہداء احد کا مقام اور مرتبہ کیا ہے۔؟ سن لیجیے!

(2014) میں عمرہ کی سعادت حاصل کی تو مدینہ طیبہ بھی گئے۔یہ 23 مارچ تھا۔نصف شب کے قریب میدان احد پہنچے تاکہ شہداء کے لیے فاتحہ خوانی کی جا سکے ___ اللہ! اللہ! ___ کیا شان ہے شہداء کی۔ قبور مبارکہ سے باقاعدہ خوشبو اٹھ رہی تھی جو ہوا کے ساتھ میدان سے باہر تک آ رہی تھی۔کبھی ہلکی ہو جاتی اور کبھی تیز۔ہم لوگ تا دیر اس کے سحر میں کھوئے رہے اور وہاں سے ہٹنے کے لیے دل آمادہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا تفصیلی بیان راقم کی کتاب ''غزوۂ ہند'' میں موجود ہے۔

Marfat.com

غزوۂ حمراء الاسد

یہ غزوہ بھی دراصل غزوہ احد ہی کی ایک کڑی تھا۔ جس میں نبی کریمؐ نے واپس جاتے ہوئے کفار کے تعاقب اور ان پر ضرب لگانے کا فیصلہ کیا۔ اس کا مقصد نہ صرف مسلمانوں کے حوصلے بڑھانا بلکہ دشمن کو بھی حیران و پریشان کرنا تھا۔ دوسری طرف یہ خطرہ بھی موجود تھا کہ واپس جاتے ہوئے کفار کہیں پلٹ کر پھر حملہ نہ کر دیں۔

کفار احد کے میدان سے جنگ کے فیصلہ کے بغیر لوٹ گئے تھے۔ اس وقت تو انہیں خیال نہیں آیا لیکن کچھ دور جا کر ان میں سے کچھ افراد نے سوچا کہ انہیں اس جنگ سے کیا حاصل ہوا ہے؟ مسلمانوں کی قوت تو اسی طرح برقرار ہے اور اس میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ لہٰذا قریش ایک دوسرے کو طعنے دینے لگے انہیں بھی یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ کہیں مسلمان دوبارہ صف بندی کر کے حملہ نہ کر دیں لہٰذا کفار نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا جائے اور پھر لوٹ کر ان پر حملہ کر دیا جائے۔

رسول اللہؐ پوری طرح چوکس تھے لہٰذا انہوں نے جنگ کے بعد بمشکل ایک رات گزاری اور پندرہ گھنٹے بعد ہی دشمن کے تعاقب کا اعلان کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس تعاقب میں صرف وہی جائے گا جس نے احد کی لڑائی میں شرکت کی ہے۔ وہ خواہ کتنا ہی زخمی کیوں نہ ہو اسے جانا پڑے گا۔

منافق اعظم عبداللہ بن ابی نے بہت کوشش کی کہ اس مہم میں شرکت کر کے احد کے دن کی خفت مٹا سکے۔ اس نے آنحضرتؐ کے پاس بہت دعوے کیے، منت سماجت کی مگر اسے اجازت نہیں دی گئی۔

رسول اللہؐ کی قیادت میں 540 مجاہدین پر مشتمل یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اور قریباً تیرہ کلو میٹر دور حمراء الاسد کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں باری تعالیٰ نے مدد کی۔ بنی خزاعہ کا ایک شخص معبد بن ابی معبد اس جگہ قبول اسلام کے لیے حاضر ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے معبد کو کلمہ پڑھایا اور کفار کے لشکر کو خوفزدہ کرنے کا مشن سونپ دیا۔ معبد کا یہ حربہ کامیاب رہا اس نے جا کر ابوسفیان کو بتایا کہ رسول اللہؐ کی قیادت میں تازہ دم صحابہؓ کا ایک بہت بڑا لشکر تمہارے تعاقب میں آ رہا ہے۔ ابوسفیان کو معبد کے قبول اسلام کی خبر نہیں تھی وہ ڈر گیا اور معبد کے مشورے پر اپنا لشکر لے کر مکہ روانہ ہو گیا۔

اسی طرح کا ایک حربہ ابوسفیان نے بھی استعمال کرنے کی کوشش کی تھی۔ مکہ واپسی کے سفر میں اسے

Marfat.com

چند کفار ملے جو مدینہ جا رہے تھے۔ ان میں سے اپنے ایک اعتماد کے آدمی کو اس نے لالچ دے کر آمادہ کیا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیغام دے کہ قریش دوبارہ حملہ کر رہے ہیں چنانچہ اس نے بھی مسلمانوں کو ڈرانے کی انتہائی کوشش کی مگر مسلمان اس کی چال میں نہیں آئے لہٰذا ابوسفیان کا یہ مشن ناکام ہو گیا۔

جناب رسول کریمؐ اپنے لشکر کے ساتھ کئی روز حمراء الاسد میں ٹھہرے رہے مگر ابوسفیان کے لشکر نے مکہ پہنچ کر ہی دم لیا۔ لہٰذا مجاہدین واپس لوٹ آئے۔ اگرچہ اس غزوہ میں کفار سے سامنا نہیں ہوا مگر نتائج کے اعتبار سے مہم بہت کامیاب رہی اور اردگرد کے قبائل پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

سورۃ آل عمران کی آیت 172 رسول اللہؐ کے انہی جانثاروں کے بارے میں ہے جنہوں نے زخموں کے باوجود غزوہ میں حصہ لیا۔ اس آیت میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کا حکم مانا ان میں جو نیک اور پرہیزگار ہیں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

Marfat.com

غزوۂ بنی نضیر

اس غزوہ کے نتیجے میں یہودی قبیلے بنونضیر کو رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں پر مدینہ سے نکال دیا گیا۔ یہودی مسلمانوں کے حلیف تھے مگر وہ درپردہ مسلمانوں کی قوت کو توڑنے کے لیے اپنے سرمائے کے بل بوتے پر سازشوں میں مصروف تھے لیکن اس باران کی سازش بہت گھناؤنی اور خوفناک تھی جس کا مقصد کسی اور کو نہیں خود رسول اللہؐ کو شہید کرنا تھا۔ رسول اللہؐ بنو عامر کے دو افراد کی دیت کا معاملہ طے کرنے کے لیے گئے جنہیں عمرو بن امیہ نے قتل کر دیا تھا۔ بنونضیر نے جواب دیا اے ابو قاسم! جو آپؐ چاہتے ہیں ہم اس میں آپؐ کی مدد کریں گے۔ پھر یہ سب تخلیہ میں گئے اور کہا کہ اس شخص (رسول اللہؐ) کو ایسی حالت میں پھر کبھی نہ پاؤ گے۔

رسول اللہؐ بنونضیر کے علاقہ میں ایک مکان کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ سمیت صحابہؓ کی ایک جماعت بھی آپؐ کے ساتھ تھی۔ یہودیوں کے سازشی ذہن نے آپؐ پر پتھر گرا کر شہید کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ چھت پر چڑھ کر پتھر کون گرائے گا؟ ایک بدبخت عمرو بن حجاش اس کے لیے تیار ہو گیا اور چھت پر چڑھ کر پتھر پھینکنے ہی والا تھا کہ آسمانوں سے اس منصوبے کی اطلاع حضورؐ کو مل گئی۔ لہٰذا آپؐ اٹھے اور مدینہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد صحابہؓ تلاش میں نکلے تو ایک شخص نے اطلاع دی کہ اس نے آپؐ کو مدینہ میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ چنانچہ وہ رسول اکرمؐ کے پاس مدینہ پہنچے تو حضور نے انہیں حقیقت بتائی۔

آپؐ کی ہدایت پر صحابہ کرامؓ نے بنونضیر کو پیغام دے دیا کہ انہوں نے بدعہدی کی ہے لہٰذا وہ مدینے سے نکل جائیں۔ وہ نکلنے کے لیے تیار بھی ہو گئے لیکن منافق اعظم عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے انہیں منع کر دیا اور مدد کا یقین دلایا۔

ربیع الاول 4ھ میں رسول اللہؐ نے ابن ام مکتومؓ کو مدینہ پر عامل مقرر فرمایا۔ صحابہؓ کو لے کر مقابلے کے لیے گئے اور پڑاؤ ڈال دیا۔ آپؐ عصر کی نماز سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ جب کہ یہودی قلعہ بند ہو گئے تھے۔ عصر کی نماز ایک میدان میں ادا کی گئی۔ یہودیوں کی طرف سے تیر اور پتھر پھینکے جاتے رہے اور ایک رات انہوں نے رسول اللہؐ کے خیمے پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنایا۔ مسلمانوں نے ان کا یہ منصوبہ ناکام بنا دیا اور

Marfat.com

اس دستے کے قائد عزوک سمیت بہت سے یہودی مارے گئے۔

مورچہ بند یہودی منافقین کی مدد کے منتظر رہے مگر انہیں مایوسی ہوئی۔ آخر آپؐ نے یہودیوں کو میدان میں نکلنے پر مجبور کرنے کے لیے ان کے کھجور کے باغات کاٹ دینے کا حکم دے دیا۔ اب یہودیوں کی آنکھیں کھل چکی تھیں لہٰذا انہوں نے جلاوطنی پر آمادگی ظاہر کر دی اور کہا ہمیں قتل نہ کیا جائے۔ رسول اللہؐ نے اس پر رضامندی ظاہر کرتے ہوئے انہیں اجازت دے دی کہ اسلحہ کے سوا جتنا مال لے جا سکتے ہیں لے جائیں چنانچہ وہ اپنے مکانوں کے دروازے تک اکھاڑ کر لے گئے۔ ان میں سے کچھ خیبر اور کچھ شام چلے گئے۔ یامین بن عمر اور ابوسعد بن وہب نامی دو یہودیوں نے اسلام قبول کر لیا جن کی املاک نہیں لی گئیں اور وہ انہی کے پاس رہیں۔

یہ یہودی جب مدینہ سے گئے تو ان کا قافلہ بڑے طمطراق اور تکبر و غرور کے ساتھ نکلا۔ وہ شہنائیاں بجا رہے تھے اور رقص کر رہے تھے۔ ان کی لونڈیاں بھی دف بجا بجا کر ناچ رہی تھیں جب کہ اونٹوں پر ہودوں میں بیٹھی ان کی عورتیں دلہنیں بنی ہوئی لگتی تھیں۔

بنونضیر کے انخلا کے بعد ان کے اموال کی تقسیم کا مرحلہ تھا۔ یہ مال چونکہ جنگ کے بغیر حاصل ہوا تھا لہٰذا قرآن پاک کے حکم کے مطابق وہ اللہ کا ہے۔ اس کے رسول کا ہے، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ نبی کریمؐ نے انصار سے مشورہ کے بعد یہ سارا مال مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ انصار میں سے صرف تین صحابیوںؓ کو حصہ ملا جو بہت نادار تھے۔ ان میں ابودجانہؓ اور سہیل بن حنیفؓ کے علاوہ حضرت سعد بن معاذؓ شامل تھے۔ آخر الذکر کو یہودی سردار ابن ابی الحقیق کی تلوار عطا کی گئی۔

Marfat.com

غزوۂ ذات الرقاع

رسول اللہؐ کو جمادی الثانی 4ھ (اگست، ستمبر 635ء) میں اطلاع ملی کہ نجد میں غطفان قبیلہ کی شاخیں بنو محارب اور بنو ثعلبہ مدینہ پر حملے کی تیاری کر رہی ہیں۔ اسی دوران بیئر موعونہ کا سانحہ بھی پیش آ چکا تھا جس کے بعد ان پر مسلمانوں کا خوف جاتا رہا تھا اور مختلف قبیلے حملے کا موقع تلاش کر رہے تھے۔

نبی کریمؐ نے ان کی گوشمالی ضروری سمجھی اور چار سے ساڑھے چار سو تک مجاہدین کو لے کر نجد روانہ ہو گئے۔ آپؐ نے نخل کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں قبیلہ غطفان کی ایک بہت بڑی تعداد سامنے جنگ کے لیے تیار کھڑی تھی۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے مگر اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ جنگ کی نوبت ہی نہ آ سکی کیونکہ باری تعالیٰ نے دشمن کے دل میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا لہٰذا وہ جنگ سے ٹل گیا۔

اس غزوہ میں رسول اللہؐ نے پہلی بار صلوٰۃ خوف ادا کی اور پھر مسلمان واپس آ گئے۔ ان کی واپسی پندرہ روز بعد ہوئی اور ابھی جمادی الثانی ختم نہیں ہوا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ اسی قبیلہ محارب کے ایک شخص غورث نے اپنی قوم سے رسول اللہؐ کو شہید کرنے کی اجازت حاصل کی اور جناب رسول اللہؐ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت چاندی سے مزین تلوار نبی کریمؐ کی گود میں تھی جسے غورث نے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ نبی کریمؐ نے تلوار دے دی تو وہ ضرب لگانے کی نیت سے اسے گھمانے لگا لیکن باری تعالیٰ نے اس کا حوصلہ پست کر دیا۔

غزوہ ذات الرقاع ہی کا سفر جاری تھا کہ ایک صحابیؓ نے پرندے کا بچہ پکڑ لیا۔ بچے کے ماں باپ بڑی بے قراری کے ساتھ اس صحابیؓ کے ارد گرد اڑ رہے تھے اور وہ پھر وہیں گر پڑے۔ رسول اللہؐ نے صحابہ کرامؓ کو حیران ہوتے دیکھ کر کہا تم ان پرندوں کی محبت پر حیران ہو واللہ! تمہارا رب تم پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

اسی غزوہ میں رسول اللہؐ کی حفاظت پر متعین حضرت عبادؓ نے تین تیر کھا کر بھی نماز نہیں چھوڑی۔ نماز مکمل کر کے انہوں نے اپنے ساتھی حضرت عمارؓ کو آواز دے کر جگایا۔ یہ تیر ایک ایسے مشرک نے چلائے تھے جس کی بیوی کو قیدی بنا لیا گیا تھا اور اس نے بدلہ لینے کی قسم کھائی تھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس کی بیوی ماری گئی تھی۔

Marfat.com

بیئر موعونہ کا واقعہ

اس باب کے ابتدائی حصے میں قرآن پاک کے ستر عالموں کی بیئر موعونہ پر شہادت کا ذکر آیا ہے۔ یہ سانحہ غزوہ احد کے چار ماہ بعد صفر کے مہینے میں پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ایک نجدی سردار ابوابراء نبی کریمؐ کے پاس مدینہ آیا۔ نبی کریمؐ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی مگر اس نے قبول کیا اور نہ انکار کیا۔ ابوابراء نے مطالبہ کیا کہ کچھ صحابیؓ اس کے ساتھ بھیج دیئے جائیں۔ ان کی تبلیغ سے اہل نجد اسلام قبول کر لیں گے۔ نبی کریمؐ نے خدشہ ظاہر کیا کہ نجدی ان صحابہؓ کو نقصان پہنچائیں گے۔ مگر ابوابراء نے کہا میں انہیں پناہ دیتا ہوں لہٰذا جناب منذر بن عمرو انصاریؓ کی قیادت میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت روانہ کر دی گئی۔ ان صحابہؓ کی تعداد چالیس سے اسی تک بتائی گئی ہے مگر ستر پر عمومی اتفاق ہے۔ ان میں جناب حارث بن الصمہؓ، جناب حرام بن ملحانؓ، جناب عروہ بن اسماءؓ، جناب نافع بن بدیلؓ اور جناب عامر بن فہرہؓ بھی شامل تھے۔

یہ لوگ بیئر موعونہ پہنچ گئے جو بنو عامر کے علاقہ اور حرہ بنو سلیم کے درمیان واقع ہے اور جناب حرام بن ملحانؓ کو رسول اللہ کا خط دے کر بنو عامر کے سردار عامر بن طفیل کے پاس بھیجا گیا جس نے خط پڑھے بغیر حرام بن ملحانؓ کو نیزہ مارا۔ آپؓ لہولہان زمین پر گرے اور اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے خون اپنے چہرے اور سر پر مل لیا۔ جناب حرامؓ معروف صحابیہ حضرت ام سلیمؓ کے بھائی اور نبی کریمؐ کے خادم جناب انس بن مالکؓ کے ماموں تھے۔

جناب حرام بن ملحانؓ کی شہادت کے بعد طفیل نے چیخ چیخ کر بنو عامر کو مدد کے لیے بلایا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ لہٰذا اس نے بنو سلیم کو آوازیں دیں جنہوں نے کجاووں میں موجود مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور ایک کے سوا تمام کو شہید کر دیا۔ یہ زندہ بچنے والے حضرت کعب بن زیدؓ انتہائی زخمی حالت میں تھے تاہم وہ زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہادت کا درجہ حاصل کر لیا۔

Marfat.com

غزوۂ بدر الآخرہ

احد کے میدان سے واپس جاتے ہوئے لشکر کفار کے سالار ابوسفیان نے چیلنج دیا تھا کہ اگلے سال ہمارا تمہارا مقابلہ بدر کے میدان میں ہوگا اور نبی کریمؐ نے اس چیلنج کو قبول کر لیا تھا۔ مکہ واپس پہنچ کر کفار نے اگلے سال کے لیے تیاری شروع کر دی لیکن ساتھ ہی وہ خوفزدہ بھی تھے۔ ابوسفیان مسلسل اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح سے مسلمان میدان میں نہ آئیں لیکن ریاست مدینہ میں مسلمان تو جوش و خروش میں بھرے ہوئے تھے۔ لہٰذا ابوسفیان کو اپنی کوششوں اور سازشوں میں ناکامی ہوئی۔

مقررہ وقت آیا تو نبی کریمؐ پندرہ سو صحابہؓ کا لشکر لے کر نکلے۔ جس میں پہلے کے مقابلے میں زیادہ گھڑسوار تھے۔ یہ شعبان کا مہینہ تھا اور یہی وہ وقت تھا جب بدر میں ہر سال تجارتی میلہ لگتا تھا۔ لہٰذا مجاہدین کو اجازت دی گئی کہ وہ ہتھیاروں کے ساتھ سامان تجارت بھی لے جائیں۔ مدینہ سے روانگی سے پہلے آپؐ نے ایک اور فیصلہ کیا اور منافق اعظم عبداللہ بن ابی کے بیٹے کو ریاست کا عامل مقرر کر دیا۔ اس سے یہ ثابت کرنا بھی مقصود تھا کہ منافق کے گھر میں بہت بڑا عاشق رسولؐ موجود ہے اور اس عاشق رسولؐ کا نام بھی عبداللہ ہی تھا۔

آپؐ مجاہدین کو لے کر بدر پہنچے اور آٹھ راتوں تک انتظار کرتے رہے مگر ابوسفیان اور اس کے لشکر نے آنا تھا اور نہ وہ آئے۔ ابوسفیان کا لشکر مکہ سے چلا ضرور تھا اور اس کے ساتھ دو ہزار افراد بھی تھے لیکن ابوسفیان خوفزدہ ہو گیا اور وہ جنگ سے گھبرانے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ اسے جنگ کا انجام پہلے سے معلوم ہو چکا ہے۔ وہ مکہ کے قریب ہی وادی ظہران کے ایک جانب مجنہ کے مقام اور بعض کے مطابق عسفان تک ہی پہنچا کہ وہیں رک گیا۔ اس میں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ لوگوں نے اسے بزدل قرار دیا کیونکہ جنگ کا چیلنج خود ابوسفیان نے دیا تھا مگر ابوسفیان نے ان کی ایک نہ سنی اور لشکر سمیت واپس مکہ چلا گیا۔ لشکری خوش تھے کہ ان کی جانیں بچ گئیں اور بزدلی کا طعنہ ابوسفیان کو ملے گا۔

اس غزوہ کو بدر الآخرہ کے علاوہ بدر الصغریٰ (چھوٹا بدر) بدر الثالثہ یا بدر الموعد بھی کہتے ہیں۔ مکہ والوں نے جب دیکھا کہ ان کا لشکر لڑے بغیر واپس آ رہا ہے تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ وہ کہنے لگے یہ لشکر جنگ کرنے نہیں بلکہ ستو پینے گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اس کا نام ہی جیش السویق یعنی ستو پینے والا لشکر رکھ دیا۔

ادھر بدر میں رسول اللہؐ لشکر کفار کا انتظار کرتے رہے اور جب یہ لشکر نہیں آیا تو واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

Marfat.com

غزوۂ دومتہ الجندل

غزوۂ بدرالاخرہ میں قریش کو مسلمانوں کے مقابلے پر آنے کی جرأت ہی نہ ہوسکی لیکن عرب کی سرحدوں پر ایک خطرہ منڈلا رہا تھا جو رومی عیسائیوں کی صورت میں تھا۔ قیصر روم اس دور کی سپر پاور کے زعم میں تھا اور مسلمانوں کو کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ قیصر کے لوگ تجارتی مقاصد کے لیے آنے جانے والے مدینہ کے قافلوں کے لیے خطرہ تھے اور راستے میں لوٹ مار عام تھی جس سے ان قافلوں کو بہت نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ یہ تجارتی شاہراہ نہ صرف مخدوش ہوگئی بلکہ ان لوگوں نے دومتہ الجندل کے لوگوں پر ظلم وستم کا بازار گرم کیا ہوا تھا۔

آنحضرتؐ نے اس خطرہ کے فوری تدارک پر توجہ دی اور ایک ہزار مجاہدین کو لے کر روانہ ہوگئے۔ یہ روانگی ربیع الاول 5ھ کے آخری عشرہ میں ہوئی۔ پانچ سو میل کا صحرائی سفر درپیش تھا۔ صحرا میں چونکہ راتیں ٹھنڈی ہوتی ہیں لہٰذا رات کے وقت سفر کیا جاتا اور دن آرام کے لیے ہوتا۔ اس طرح سفر کرتے ہوئے یہ لشکر پندرہ دن بعد دومتہ الجندل پہنچ گیا۔

دومتہ الجندل میں کوئی فرد و بشر موجود نہیں تھا جو مقابلہ کرسکے۔ آپؐ نے رہنما کو آگے بھیجا تو اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ سب لوگ بھاگ گئے ہیں اور وہ جاتے ہوئے اپنا مال مویشی بھی نہیں لے جاسکے۔ چنانچہ ان کے مال مویشی پر قبضہ کرلیا گیا جن میں زیادہ تعداد اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی تھی۔ آپؐ نے اردگرد کے علاقوں میں دستے بھیجے مگر پورا علاقہ خالی پڑا تھا لہٰذا چند روز قیام کے بعد نبی کریمؐ واپس تشریف لے آئے۔

سفر کے دوران ایک طاقتور قبائلی سردار عینیہ بن حصن فرازی نے رسول اللہؐ سے مال مویشی چرانے کا اجازت نامہ حاصل کرلیا جو تغلین سے مراض تک کے علاقے کے لیے تھا۔ اس اجازت نامے سے ریاست مدینہ کی طاقت اور اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

اس مہم نے عیسائیوں کو پریشان اور بددل کردیا اور وہ کبھی مدینہ پر حملے کی جرأت نہ کرسکے جب کہ عالم عرب میں مسلمانوں کی قوت اور شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی۔

Marfat.com

غزوۂ مصطلق یا مریسیع

غزوۂ مصطلق یا مریسیع نبی اکرمؐ کی قیادت میں جانے والی ایسی مہم تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کامیابی عطا کی۔ تاہم اس غزوہ میں دو تین واقعات اسلامی تاریخ کا مستقل حصہ بن گئے۔ 5ھ میں پیش آنے والے اس غزوہ کے دوران منافق اعظم عبداللہ بن ابی نے انصار اور مہاجرین کو لڑانے کی کوشش کی۔ واقعہ افک بھی اسی غزوہ سے واپسی پر پیش آیا جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر کیچڑ اچھالی گئی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؓ کی پاکدامنی کا فرمان آیا۔ اسی غزوہ کے نتیجے میں حضرت جویریہؓ کو ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

اگرچہ مسلمان ایک بڑی قوت کا درجہ حاصل کر چکے تھے اور عرب کے اندر ہی نہیں باہر بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اس کے باوجود اکا دکا سازشوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ایسی ہی ایک سازش بنو خزاعہ کی شاخ بنو مصطلق کی جانب سے کی گئی۔ یہ قبیلہ مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھا جو مدینہ منورہ سے قریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر دور ساحل کی جانب مریسیع نامی ایک چشمے پر آباد تھا۔

نبی کریمؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے سات سو مجاہد ساتھ لیے اور روانہ ہو گئے۔ مسلمانوں کی کامیابیوں کو دیکھ کر منافق بھی لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔

بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے گرد و نواح کے قبائل اور بدوؤں کو ہزاروں کی تعداد میں اکٹھا کر لیا اور جنگی تیاریوں کے بعد مدینہ روانگی کا ارادہ کیے ہوئے تھا کہ اسلامی لشکر وہاں پہنچ گیا۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی بدو تو بھاگ کھڑے ہوئے اور حارث تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ میدان میں رہ گیا۔ لشکر اسلام نے بہت تھوڑی مدت میں ان پر قابو پا لیا۔ دشمن کے دس افراد مارے گئے اور باقی گرفتار کر لیے گئے۔ ان میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں بھی مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئیں۔ جب کہ قیدیوں کی تعداد چھ سو بتائی جاتی ہے۔ جس میں قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھیں جن کے رسول اللہؐ کے ساتھ نکاح کا واقعہ ''امہات المومنین'' کے حصہ میں موجود ہے۔ اس غزوہ میں بنو کلب بن عوف کے صرف ایک شخص شہید ہوئے اور وہ بھی غلط فہمی کی بنا پر جناب عبادہ بن صامتؓ کے گروہ کے ایک انصاری کا نشانہ بن گئے۔

Marfat.com

جنگ کے خاتمے پر منافق اعظم عبداللہ بن ابی کو ایک موقع ملا اور وہ اپنی منافقت سے باز نہیں آیا۔ روایت ہے کہ ایک مہاجر اور انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ دونوں نے اپنے اپنے لوگوں کو پکارا تو تصادم کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اگرچہ یہ خطرہ ٹل گیا مگر یہ منافق اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھا اور اپنی قوم کو اکساتے ہوئے بولا تم نے مہاجرین کو پناہ دے کر سر پہ چڑھا لیا ہے۔ اس نے مہاجرین اور خود رسول اللہؐ کے بارے میں بھی نازیبا زبان استعمال کی۔ صحابہ کرامؓ نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی مگر حضورؐ نے منع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے کوچ کا حکم دے دیا۔ لشکر اسلام مدینہ کے قریب پہنچا تو شدید آندھی آ گئی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ایک منافق مر گیا ہے اس لیے یہ آندھی آئی ہے۔ رسول اللہؐ نے آگاہ کیا کہ منافقوں کا بڑا رئیس زید بن رفاعہ ابن تابوت لقمہ اجل بن گیا ہے۔ بعد میں بنو مصطلق کا سردار حارث بن ضرار بھی مدینہ پہنچا اور اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہؓ رسول اکرمؐ کے پاس آیا اور گزارش کی کہ کوئی میرے باپ کو قتل کرے گا تو میں شاید اسے برداشت نہ کر سکوں۔ مجھے حکم دیں میں خود اپنے باپ کو قتل کر دیتا ہوں۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ میں اس سے نرمی کا ارادہ رکھتا ہوں۔

Marfat.com

غزوۂ خندق

شوال 5 ھ میں خندق وہ آخری غزوہ تھا جس میں کفار نے ریاست مدینہ پر حملہ کیا۔ نبی کریمؐ کے فرمان کے مطابق اس کے بعد کبھی کسی بھی جانب سے کفار اور مشرکین کو ہمت اور جرأت نہیں ہوئی کہ وہ حملہ کر سکیں بلکہ جب بھی جنگ ہوئی مسلمانوں نے اللہ اور اسلام کی خاطر حملہ کیا اور کامیابیاں حاصل کیں پھر یہ پہلا غزوہ تھا جس میں عرب کے دستور سے ہٹ کر خندق کھودی گئی جو حملہ آوروں کے لیے نئی چیز تھی اسی لیے اس کا نام غزوۂ خندق پڑ گیا۔ اسے غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ احزاب حزب کی جمع ہے اور حزب گروہ کو کہتے ہیں اور اس جنگ میں بے شمار اسلام دشمن قبیلوں اور گروہوں نے حصہ لیا اور منہ کی کھائی۔

یہ غزوہ تاریخ کا ایک انتہائی اہم موڑ ثابت ہوا کیونکہ اس میں صرف تین ہزار مجاہدین نے سارے عالم عرب کی متحدہ فوج کو عبرتناک شکست دی۔ مختلف روایات کے حوالے سے اس فوج کی تعداد دس سے چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ یہ غزوہ قریباً ایک ماہ تک جاری رہا اور ریاست مدینہ کو ختم کرنے کی نیت سے آنے والے دشمن کو اکا دکا واقعات کے سوا کھل کر حملہ کرنے کی جرأت ہی نہ ہو سکی۔

اس بار یہودی آگے آگے تھے اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کے لیے نہ صرف باقاعدہ مہم چلائی بلکہ سرمایہ بھی فراہم کیا۔ انہوں نے قریش مکہ کو جنگ کے لیے آمادہ کیا۔

مشرکین مکہ کے علاوہ یہودیوں کے اپنے قبیلے بنو غطفان، بنو فرارہ، بنو اشجع، بنو سلیم، بنو اسد، بنو سعد، بنو مرہ، بنو عبس، بنو ذوبیان، بنو عشراء، بنو حشراء، بنو بشیع، بنو حجاش، بنو ہوازن، بنو کنانہ اور یہودیوں کے وہ قبیلے جو شام نہیں گئے تھے، اس اتحاد کا حصہ تھے۔ ان سب کے مقابلے میں تنہا ریاست مدینہ کو اپنا دفاع کرنا تھا اور اس کی حالت یہ تھی کہ کھانے کے لیے بھی مطلوبہ سامان نہیں تھا اور پیٹ پر پتھر باندھنے پڑ رہے تھے تاکہ فاقہ ظاہر نہ ہو سکے۔

سوال یہ تھا کہ مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ لہٰذا آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشاورت شروع کر دی۔ سب سے اچھا مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے دیا اور اس پر عمل بھی کیا گیا۔ انہوں نے فارس کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ جب دشمن حملہ کرتا تھا تو شہر کے گرد خندق کھود کر دفاع کیا جاتا تھا لہٰذا اسی طرح کی خندق مدینہ کے دفاع کے لیے بھی کھودی جائے تاکہ اتحادی فوج کو موثر طور پر روکا جا سکے۔ اس پر خندق کی کھدائی شروع

Marfat.com

ہوگئی۔ کھدائی کے دوران ہی آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو اپنے اہل بیت میں سے قرار دیا جو انتہا درجہ کی خوش بختی تھی۔

خندق کی لمبائی قریباً ساڑھے پانچ کلومیٹر تھی تاہم اس کی چوڑائی یا گہرائی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ دفاع کے اعتبار سے مدینہ شہر تین طرف یعنی مشرق، مغرب اور جنوب کی سمت سے محفوظ تھا کیونکہ ان اطراف میں نخلستان تھا اور اس دور میں نخلستان کی جانب سے حملہ ممکن نہیں تھا۔ شمال کی سمت ایسی تھی جہاں سے حملہ ہوسکتا تھا لہٰذا اسی جانب خندق کھودی گئی۔ خندق کی حفاظت کے لیے تھوڑے فاصلے پر چوکیاں قائم کی گئیں اور لشکر کا ایک حصہ جبل ذباب پر تعینات کیا گیا۔ یہ علاقہ جبل سلع کے بالمقابل اور انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ بعد میں اسی جگہ ایک مسجد تعمیر کی گئی جو اب بھی موجود ہے اور موجودہ شارع عثمانؓ کے شروع میں ہے۔ نبی کریمؐ کا خیمہ اسی پہاڑی پر تھا اور چٹان توڑنے کا واقعہ بھی اس کے قریب ہی پیش آیا۔ قدیم مدینہ کے گرد چار دیواری بنائی گئی تھی اور جبل سلع اس چار دیواری کے باب شامی سے باہر ہے۔ اس سے کچھ فاصلے پر شمال میں ایک چھوٹا سا ٹیلہ جبل ذہاب کہلاتا ہے۔ اسے جبل رایہ بھی کہتے ہیں۔

اس وقت جبل سلع کی بلندی ایک سو میٹر، لمبائی 1050 میٹر، چوڑائی 315 سے 920 میٹر تک جب کہ کل رقبہ 42 کلومیٹر ہے۔ اصل میں اس پہاڑی کا دامن میدان خندق ہے جسے اب میدان فتح کا نام دے دیا گیا ہے۔ اس کے اردگرد آہنی جنگلے لگا دیئے گئے ہیں اور مصنوعی آبشار بنائے گئے ہیں۔ اس جگہ اب ایک باغیچہ بھی ہے جو باغیچہ فتح کہلاتا ہے۔ سلع کا مطلب نماز بتایا گیا ہے۔ اس پہاڑی کے دامن میں مسجد فتح کے علاوہ چھ مساجد تھیں جن میں مسجد ابوبکرؓ، مسجد عمرؓ، مسجد علیؓ، مسجد فاطمہؓ، مسجد سلمان فارسیؓ اور مسجد سعد بن معاذؓ شامل ہیں۔ ان سات مساجد کو مساجد سبعہ کہا جاتا ہے۔ ان میں مسجد فتح کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ نبی کریمؐ نے یہاں فتح کے لیے دعائیں کی تھیں۔ 1424ھ میں شاہ فہد کے دور میں یہاں ایک بڑی مسجد تعمیر کر دی گئی۔

خندق کی کھدائی کے دوران کئی معجزوں کا ظہور ہوا۔ حضرت عمرو بن عوفؓ کی روایت ہے کہ ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوگیا جو کسی بھی طرح ٹوٹ نہیں رہا تھا۔ نبی کریمؐ کو علم ہوا تو آپؐ تشریف لائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے کدال لی۔ آپؐ نے پہلی ضرب لگائی تو بجلی کی سی چمک اٹھی۔ دوسری اور تیسری ضرب پر بھی ایسا ہی ہوا اور پتھر ٹوٹ گیا۔ اس روشنی سے پورا مدینہ شہر منور ہوگیا۔ بعد میں حضرت سلمان فارسیؓ نے نبی کریمؐ سے اس روشنی کے بارے میں دریافت کیا۔ اس دوران جناب جبرائیل امینؑ وحی الٰہی کے ذریعے آپؐ کو آگاہ کر چکے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں ہمیں یمن، دوسری میں شام اور مغرب جب کہ تیسری روشنی میں مشرق کی فتح کی بشارت دی گئی ہے۔ پھر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور بعد کے ادوار میں یہ تمام علاقے فتح ہوگئے۔

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ کھدائی کے دوران ایک جگہ بہت سخت زمین آ گئی جو کھودی نہیں جا رہی تھی۔ صحابہؓ نے نبی کریمؐ کو آگاہ کیا۔ آپؐ نے ایک برتن پانی میں لعاب دہن ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی بعدازاں حضورؐ کے حکم سے یہ پانی اس زمین پر چھڑک دیا گیا تو زمین نرم اور بھربھری ہو گئی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک چھوٹی مگر موٹی تازی بکری تھی جو ذبح کی گئی اور بھون کر رکھ لی گئی۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ کچھ روٹی بھی بنا لے تاکہ نبی کریم کو کھانا کھلایا جا سکے۔ شام کو میں نے جناب رسول اللہؐ کو کھانے کی دعوت دی تو آپؐ نے تمام صحابہ کرامؓ کو بلا لیا حالانکہ کھانا بہت تھوڑا تھا۔ میں بہت پریشان ہوا مگر پھر سوچا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہؐ تشریف لائے تو آپؐ نے ''بارک اللہ و بسم اللہ'' پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ دوسرے لوگ بھی باری باری کھانے لگے۔ ایک جماعت آ کر کھاتی اور فارغ ہو کر چلی جاتی پھر دوسری جماعت آتی یہاں تک کہ تمام اہل خندق نے کھانا کھا لیا جن کی تعداد چودہ سو بتائی جاتی ہے۔

اس موقع پر ایک طرف منافقین مسلمانوں میں بددلی پھیلا رہے تھے تو دوسری طرف یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ توڑ دیا۔ آنحضرتؐ نے حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو صورتحال معلوم کرنے کے لیے بھیجا جنہوں نے واپس آ کر اس کی تصدیق کر دی۔

اسی دوران اتحادیوں کا لشکر بھی پہنچ گیا۔ یہ لشکر آن کی آن میں اسلامی ریاست کو تہس نہس کرنے آیا تھا لیکن ان کے راستے میں تو خندق حائل تھی۔ یہ ایک نئی صورتحال تھی جسے دیکھ کر وہ لشکر پریشان ہو گیا۔ کیونکہ ان کے پاس اس کا کوئی توڑ نہیں تھا۔ فریقین اٹھائیس انتیس دن ایک دوسرے کے مقابل رہے۔ کفار خندق کے پار اور اسلامی لشکر اس جانب مستعد تھا لیکن جنگ کی نوبت نہیں آ رہی تھی اور صرف محاصرہ قائم تھا۔ البتہ دونوں طرف سے تیر اور سنگ باری کی جاتی رہی۔

چند قریشی نوجوان جن میں عمرو بن عبدود بن ابوقیس (ابن ہشام کے مطابق عمرو بن عبد) عکرمہ بن ابوجہل، ہبیرہ بن ابووہب، ضرار بن الخاطب شاعر اور ابن مرداس قتال کے لیے آمادہ ہوئے۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ایک تنگ جگہ دیکھ کر انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی تو وہ پار تھے۔ ان کے گھوڑے خندق اور سلع پہاڑی کے درمیان چکر لگانے لگے۔ دوسری جانب سے حضرت علیؓ مسلمانوں کی جمعیت لے کر نکلے۔ اسی دوران عمرو بن عبدود پکارا کہ کون مقابلے کے لیے آتا ہے اس کے مقابلے کے لیے حضرت علیؓ موجود تھے۔ اس کا عہد تھا کہ کوئی قریشی مجھے دو چیزوں کی دعوت دے گا تو میں ایک کو قبول کر لوں گا۔ حضرت علیؓ نے اسے اسلام

Marfat.com

پیش کیا تو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ نے دوسری بات کی کہ پھر میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ تھوڑے سے پس و پیش کے بعد وہ غصے میں گھوڑے سے اترا، تلوار مار کر گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے۔ اسے مکا مارا تا کہ وہ پیچھے ہٹ جائے۔ پھر لڑائی شروع ہوگئی اور حضرت علیؓ نے اس کی زندگی کی سانسیں کاٹ دیں۔ قریش کے باقی سواروں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھاگ گئے۔

دوسری جانب آنحضرتؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے ایک کارنامہ سرانجام دیا۔ حضرت عماد بن عبداللہؓ کے صاحبزادے یحیٰ روایت کرتے ہیں کہ حفاظت کے نظریہ کے تحت عورتوں اور بچوں کو حضرت حسان بن ثابتؓ کے قلعہ میں رکھا گیا تھا۔ حضرت صفیہؓ بھی انہی میں تھیں۔ جناب حسان بن ثابتؓ بھی قلعہ کے اندر ہی تھے۔ اتنے میں ایک یہودی قلعہ کے گرد چکر کاٹنے لگا۔ چونکہ یہودی معاہدہ توڑ کر آمادہ جنگ تھے اور وقت ایسا تھا کہ صحابہؓ کی مدد بھی نہیں پہنچ سکتی تھی لہٰذا حضرت صفیہؓ نے کہا حسان! یہ یہودی کہیں دوسروں کو بھی ہمارے چھپنے کی جگہ نہ بتا دے تم اتر کر جاؤ اور اسے قتل کر آؤ۔ وہ شاعر آدمی تھے۔ بولے، عبدالمطلب کی بیٹی! اللہ تمہیں معاف کرے۔ خدا کی قسم! تم جانتی ہو میں اس قابل نہیں۔

حضرت صفیہ کہتی ہیں اس پر میں نے کمر کس کر ایک لکڑی اٹھائی۔ قلعے سے نیچے اتر گئی اور یہودی کو ہلاک کر دیا۔ واپس آ کر کہا حسان! جاؤ اس کا سامان تو نکال لاؤ۔ میں خود یہ سامان لے آتی مگر اس کا مرد ہونا مانع آیا۔

دوسری جانب نفسیاتی محاذ پر ایک کارنامہ جناب نعیم بن مسعودؓ نے بھی انجام دیا۔ وہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میں اسلام قبول کر چکا ہوں مگر میری قوم (غطفان) کو معلوم نہیں۔ اب آپؐ کا جو منشا ہو حکم فرمایئے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا ہمارے اندر صرف تمہی ایسے آدمی ہو کہ کر سکو تو ان کافروں میں تفرقہ ڈال دو کیونکہ ''الحرب خدعۃ'' (جنگ مغالطے کا نام ہے) لہٰذا جناب نعیم بن مسعودؓ نے یہودیوں اور مشرکین کے درمیان سفارتکاری کی جنہیں علم نہیں تھا کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ان کی سفارتکاری کے نتیجے میں طرفین میں اس حد تک پھوٹ پڑ گئی کہ قتال کے پیغامات دیئے جانے لگے اور جناب نعیمؓ نبی کریمؐ کی طرف سے سونپے گئے مشن میں کامیاب رہے۔

مشرکین کا حال یہ تھا کہ یہودیوں اور قریش میں سخت عداوت ہوگئی تھی۔ پھر سردیوں کی راتیں تھیں اور مکہ والے اس قسم کی سردی کے عادی نہیں تھے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے اتنی تیز آندھی چلی کہ اتحادی فوج کے خیمے تک اکھڑ گئے۔ ہانڈیاں اور دوسرے برتن الٹ گئے اور کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ ابوسفیان نے

Marfat.com

اعلان کر دیا کہ ہمارے اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہو چکے ہیں۔ بنو قریظہ نے وعدہ خلافی کی ہے۔ ہم سخت قسم کی ہوا کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ہماری آگ ٹھہرتی ہے اور نہ ہمارے خیمے برقرار ہیں۔ یہ ہمارے قیام کی جگہ نہیں ہے۔ میں تو کوچ کر رہا ہوں لہٰذا تم سب لوگ بھی کوچ کرو۔

وہ اتنا بدحواس تھا کہ اونٹ پر بیٹھ گیا مگر وہ رسی کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ ابوسفیان اسے مسلسل مارے جا رہا تھا کہ یہ چل کیوں نہیں رہا۔ اونٹ اسے لے کر تین بار اچھلا، کودا پھر بھی اس کی رسی نہ ٹوٹی۔ غطفان نے قریش کی حالت کے بارے میں سنا تو وہ اپنے مقامات کو واپس چلے گئے۔ صبح ہوئی تو رسول اللہؐ تمام مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ واپس آ گئے اور سب نے ہتھیار اتار دیئے۔

غزوہ خندق میں آٹھ مسلمانوں نے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ اتحادی فوج کے چار افراد مارے گئے۔ مگر نتیجہ مسلمانوں کی شاندار فتح کی صورت میں نکلا اور اتنی بڑی اتحادی فوج کو دم دبا کر بھاگنا پڑا۔

Marfat.com

غزوۂ بنو قریظہ

یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے اس وقت معاہدہ توڑ کر مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی کوشش کی جب مسلمان غزوہ خندق میں اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہے تھے۔ تاہم مسلمان سرخرو ہو کر واپس آ چکے تھے۔ ظہر کا وقت آیا تو حضرت جبرائیل امینؑ ریشمی عمامہ باندھے ایک خچر پر سوار ہو کر رسول اللہؐ کے پاس آئے۔ اس خچر پر زین تھی اور زین پر ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے دریافت فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جی ہاں!

حضرت جبرائیلؑ یوں گویا ہوئے کہ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار اتار کر نہیں رکھے۔ وہ ابھی واپس بھی نہیں ہوئے کیونکہ ابھی ان کی ضرورت ہے۔ اللہ حکم دیتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف بڑھو۔ میں بھی ان کی طرف جا رہا ہوں اور ان میں زلزلہ ڈال رہا ہوں۔

حکم ربی سنتے ہی رسول اللہؐ نے منادی کی ہدایت فرما دی۔ حضورؐ کی ہدایت کے مطابق حضرت بلالؓ نے اعلان کیا کہ جن لوگوں میں سمع وطاعت کا جذبہ ہے وہ عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستی میں جا کر پڑھیں۔

نبی کریمؐ یہودیوں کے قلعہ کے قریب گئے اور فرمایا: اے خنزیروں اور بندروں کے بھائیو! بتاؤ کیا اللہ نے تمہیں ذلیل وخوار نہیں کیا اور تم پر اپنا عذاب نہیں اتارا؟

بنو قریظہ کو یقین ہو گیا کہ اب وہ بچ نہیں سکتے۔ انہوں نے جواب دیا:

اے ابوالقاسم آپ ناواقف نہیں۔

اب بنو قریظہ کا باقاعدہ محاصرہ کر لیا گیا۔ جو 25 روز تک جاری رہا۔ اسی دوران باری تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ محاصرے کو پچیس دن ہو گئے تو یہودیوں نے نبی کریمؐ سے درخواست کی کہ ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ کو ان کے پاس بھیج دیں تاکہ ان سے مشورہ کیا جا سکے کیونکہ وہ ہمارے حلیف ہیں۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابولبابہؓ کو بھیج دیا۔ انہیں دیکھ کر عورتیں اور بچے گریہ زاری کرنے لگے تو حضرت ابولبابہؓ کا دل بھی بھر آیا۔ یہودیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہم محمد (صلعم) کے حکم کے مطابق قلعے سے اتر جائیں تو ابولبابہؓ نے ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ تم ذبح کر دیئے جاؤ گے۔

یہ اشارہ کرتے ہی حضرت ابولبابہؓ کو محسوس ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی امانت میں خیانت کی ہے۔ لہٰذا وہ گئے اور انہوں نے خود کو مسجد نبوی میں کھجور کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور کہا میں

Marfat.com

اس وقت تک یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ کر لے۔ مسجد نبوی میں اب تمام ستون پختہ ہیں اور یہ ستون منبر نبویؐ سے چوتھا ہے اور اس کا نام ہی ستون لبابہ پڑ گیا ہے۔ ان کی اہلیہ آتیں، نماز کے وقت انہیں کھول دیتیں اور پھر باندھ کر چلی جاتیں۔ وہ چھ راتیں اسی طرح بندھے رہے کہ باری تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ جناب ابولبابہؓ نے اس وقت تک رہائی سے انکار کر دیا جب تک خود نبی کریمؐ انہیں نہ کھولیں۔ چنانچہ رسول اللہؐ صبح کی نماز کے وقت تشریف لائے اور انہیں کھول دیا۔

چار یہودی فضلاء ایسے بھی تھے جنہوں نے بنی قریظہ کو عہد شکنی اور حیی بن اخطب کی سازش کا شکار ہونے سے منع کیا تھا مگر ان کے ہم مذہبوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ ان میں بنو ہذل کے ثعلبہ بن سعید، اسید بن سعید اور اسد بن عبید نے اسی رات اسلام قبول کر لیا جس رات بنو قریظہ قلعہ سے اتر کر نیچے آ گئے تھے۔ چوتھے عمرو بن لاتی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ حالانکہ وہ مدینہ آ کر مسجد نبویؐ کے دروازے پر رکے تھے۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ انہیں بھی قتل کرنے کے لیے رسی باندھی گئی تھی مگر وہ رسی ٹوٹ گئی لہٰذا انہیں چھوڑ دیا گیا۔

اب حتمی کارروائی کے طور پر حضرت علیؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ نے حملے کا اعلان کر دیا جس پر یہودیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ لہٰذا انہوں نے غیر مشروط اطاعت قبول کرتے ہوئے قلعوں کے دروازے کھول دیئے تو مسلمان قلعوں میں داخل ہو گئے۔ سارے مرد گرفتار کر لیے گئے جو آٹھ سو کے قریب بتائے جاتے ہیں۔ انہیں حضرت اسامہ بن زیدؓ کے گھر میں رکھا گیا۔ ایک ہزار کے قریب عورتوں اور بچوں کو حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے سپرد کر دیا گیا جنہیں مہمان خانہ میں پہنچا دیا گیا۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ قیدیوں کو بنو نجار کی خاتون کیسہ بنت حارث کے گھر رکھا گیا جو پہلے مسلیمہ کذاب اور پھر عبداللہ بن عامر کی زوجیت میں آئیں۔

اوس کی سفارش پر نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اے گروہ اوس! کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ تمہارے گروہ میں سے ہی کوئی شخص اس کا فیصلہ کر دے۔ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ جس پر رسول اللہؐ نے فرمایا تو پھر سعد بن معاذؓ سے ملو۔ حضرت سعد بن معاذؓ جنگ میں زخمی ہو گئے تھے انہیں رسول اللہؐ کے پاس لایا گیا۔

حضرت سعدؓ سواری سے اترے تو رسول اللہؐ نے انہیں فیصلہ سنانے کا حکم دیا۔ جناب سعدؓ نے انکساری سے عرض کیا کہ آقا اللہ اور اس کا رسولؐ فیصلہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کو فیصلہ سنانے کا حکم دیا ہے جس پر حضرت سعدؓ نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہو کہ میں جو فیصلہ کروں گا وہی فیصلہ قائم رہے گا۔ سب نے اس کا جواب ہاں میں دیا۔

Marfat.com

پھر آپؓ نے اس جانب رخ کیا جدھر رسول اللہؐ تشریف فرما تھے۔ حضورؐ نے بھی اتفاق کیا تو انہوں نے فرمایا:

- بنو قریظہ کے تمام بالغ مردوں کو (تلوار سے) قتل کر دیا جائے۔
- ان کی تمام جائیداد (محاصرہ کرنے والے) مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے۔
- عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔

یہ فیصلہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا: تم نے بنو قریظہ کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ صادر کیا ہے۔ جو آسمانوں سے آیا ہے۔ (یعنی تورات کے احکامات کے مطابق ہے)۔

حضورؐ بازار کی طرف گئے وہاں گڑھے کھدوائے۔ بنو قریظہ کو گروہوں کی شکل میں یکے بعد دیگرے بلوایا اور ان کی گردنیں کٹوا کر ان گڑھوں میں ڈلوا دیں۔ ان میں یہودیوں کا سردار حیی بن اخطب اور کعب بن اسد بھی تھے۔

حیی بن اخطب نے قتل ہوتے وقت رسول اللہؐ کو دیکھ کر کہا جو شخص خدا کو چھوڑ دیتا ہے خدا بھی اسے چھوڑ دیتا ہے۔

بنو قریظہ کی عورتوں میں سے صرف ایک قصاص میں قتل کی گئی۔ اس عورت کا نام نباتہ تھا اور اس نے چکی کا پاٹ گرا کر قلعہ کی دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے خلد بن سویدؓ کو شہید کر دیا تھا۔

غزوہ بنی قریظہ کے بارے میں فرمان ربی:

> اور اہل کتاب میں سے جو ان (کافروں) کے پشت پناہ ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا۔ اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی (تاکہ مقابلے کی ہمت نہ کر سکیں) بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید اور اللہ نے ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے مال اور اس زمین پر جس پر تم نے پیر بھی نہ رکھا تھا تم کو مالک بنا دیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الاحزاب 26-27)

Marfat.com

غزوۂ بنی لحیان

یہودی قبیلہ بنوقریظہ کا معاملہ نمٹانے کے بعد رسول اکرمؐ نے چند ماہ مدینہ منورہ میں ہی قیام کیا اور نبوت کے فرائض انجام دیئے۔ اسی دوران آپؐ کو قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ قبیلہ بنولحیان کے بارے میں اطلاعات ملیں کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ یہ وہی قبیلہ ہے جس نے مبلغین اسلام کو شہید کیا تھا۔ حضورؐ رجیع کے مقام پر ان مبلغین اسلام کی شہادت کو بھولے نہیں تھے لہٰذا آپؐ نے اس قبیلہ کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔

ربیع الاول 6 ہجری میں آپؐ دوسو صحابہ کرامؓ کی جماعت لے کر بنولحیان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اصل راستے کی بجائے آپؐ نے شام کا راستہ اختیار کیا جب کہ بنولحیان کی آبادیاں مکہ کے راستے پر تھیں۔ آپؐ کا مقصد بنولحیان کو بے خبری میں جالینا تھا۔ دوسو مجاہدوں کا یہ دستہ سفر کرتے ہوئے نحران پہنچ گیا جہاں بنولحیان کی بستیاں تھیں۔

بنولحیان کو علم ہوا تو وہ خوفزدہ ہو گئے اور بستیاں خالی کر کے پہاڑوں پر چڑھ گئے اور غاروں میں جا چھپے۔ انہیں پہاڑوں میں تلاش کرنا انتہائی مشکل تھا۔ لہٰذا آپؐ نے عسفان کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ رجیع کے شہداء کے مقام شہادت پر گئے اور ان کے لیے فاتحہ پڑھی۔

آپؐ نے جس جگہ پڑاؤ کیا وہ مکہ سے قریب تھی یہاں پڑاؤ کا ایک مقصد مکہ والوں کو مرعوب کرنا تھا۔ نبی کریمؐ نے اس مہم میں 14 روز صرف کیے اور پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ واپسی پر رسول اللہؐ دعا فرما رہے تھے:

> ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، ہم توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔
>
> اے اللہ! سفر میں تو ہمارا ساتھی اور ہماری غیر حاضری میں ہمارے اہل پر تو ہمارا خلیفہ ہے۔
>
> اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سفر کی صعوبت اور تکلیف دہ واپسی سے اور اپنے اہل وعیال میں برے منظر سے۔
>
> اے اللہ! ہمیں نیک مقصد تک پہنچا جو ہمیں خیر تک پہنچائے میں تجھ سے مغفرت اور تیری رضا طلب کرتا ہوں۔

Marfat.com

غزوۂ ذی قرد یا غابہ

غزوہ دومتہ الجندل کے سفر کے دوران عینیہ ابن حصن نے نبی کریمؐ سے معاہدہ کیا اور مویشی چرانے کا اجازت نامہ بھی حاصل کرلیا مگر بعد میں یہ اس معاہدے سے پھر گیا اور غزوہ خندق میں اتحادی لشکر کے ساتھ شامل ہوگیا۔ نبی کریمؐ جب غزوہ بنولحیان کے لیے گئے تو اس کا علاقہ بھی وہیں تھا مگر یہ بھی پہاڑوں میں جا چھپا تھا۔

اپنے شیطانی عزائم سے یہ پھر بھی باز نہیں آیا۔ غزوہ بنی لحیان کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس نے قبیلہ غطفان کے چالیس ڈاکوؤں کو جمع کیا اور مدینہ کے شمال میں غابہ کی وادی پر ہلہ بول دیا جہاں رسول کریمؐ کی دودھ دینے والی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ ان اونٹنیوں کی نگرانی کے لیے حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیٹا اور بہو وہاں موجود رہتے تھے۔ وہ دودھ لے کر شام کو نبی کریمؐ کی خدمت میں آجاتا اور پھر واپس چلا جاتا۔ ان ڈاکوؤں نے ابن ابوذر کو شہید کردیا اور ان کی بیوی کو ساتھ لے گئے۔ یہ خاتون بعد میں نبی کریم کی اونٹنی پر وہاں سے فرار ہوکر آگئیں۔

ان ڈاکوؤں نے تمام اونٹوں کو ہانکا اور ساتھ لے چلے۔ عبداللہ بن کعب بن مالکؓ راوی ہیں کہ عینیہ کی اس غارتگری کا سب سے پہلے حضرت مسلمہ بن عمر بن الاکوعؓ کو علم ہوا۔ لہٰذا وہ مسلح ہوکر غابہ روانہ ہوگئے۔ ان کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کا بیٹا یا غلام بھی تھا۔ یہ ثنیہ الوداع پر چڑھے اور سلع پہاڑی کی جانب دیکھا تو دشمن کے گھوڑے نظر آگئے۔ انہوں نے عرب دستور کے مطابق بلند آواز کے ساتھ تین مرتبہ ''واصباحا'' کا نعرہ بلند کیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

جناب سلمہؓ کا نعرہ حضورؐ تک بھی پہنچ گیا تو آپؐ نے الفزع، الفزع یعنی خطرہ ہے مدد کو پہنچو پکارا۔ یہ اعلان سنتے ہی صحابہ کرامؓ پروانہ وار گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے ان میں سے ایک دستہ ترتیب دیا اور سعد بن زیدؓ کو اسکا امیر مقرر کرکے فرمایا کہ تم لوگ نکلو، ان کا تعاقب کرو، میں بھی آرہا ہوں، چنانچہ وہ سب سوار گئے اور دشمن سے مقابلے پر ڈٹ گئے۔

سب سے پہلے جو سوار پہنچے وہ محرز بن نضرہ اسدیؓ تھے جنہیں شہید کردیا گیا مگر دشمن ان کے گھوڑے پر قابو نہ پاسکے اور یہ اپنے تھان پر آکر کھڑا ہوگیا۔ اس معرکہ میں ان کے سوا کوئی شہید نہیں ہوا مگر ابن ہشام نے متعدد روایتوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ وقاص بن مجز زلد لجیؓ بھی شہادت پاگئے تھے۔

Marfat.com

دشمنوں میں سے ایک شخص اوبار اور اس کا بیٹا ایک ہی اونٹ پر بیٹھے تھے۔ حضرت عاشہ بن محصؓ نے دونوں کو ایک ہی تیر سے پرو دیا۔ مسلمانوں نے کچھ اونٹ واپس لے لیے اور رسول اللہؐ سے آن ملے۔

سلمہ بن الاکوعؓ نے درخواست کی یا رسول اللہؐ اگر آپؐ سو افراد ہمارے ساتھ کر دیں تو ہم باقی اونٹ بھی واپس لے آئیں گے۔ مگر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اب وہ یہاں کہاں ہیں۔

اس غزوہ میں مجاہدین کی تعداد پانچ سو سے سات سو تک بتائی جاتی ہے۔ غزوہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس طرف کے راستے ڈاکوؤں کی لوٹ مار سے محفوظ ہو گئے۔

Marfat.com

غزوۂ حدیبیہ

غزوۂ حدیبیہ کا اس سے پہلے (حصہ سوم میں) بیان ہو چکا ہے۔ یہ غزوہ تاریخ اسلام کا ایک موڑ تھا۔ مسلمانوں نے صلح حدیبیہ میں وقتی طور پر سبکی محسوس کی مگر انجام کار یہ معاہدہ ان کے حق میں گیا اور یہی معاہدہ بعد میں فتح مکہ کی بنیاد بن گیا جو رسول اللہؐ کی زندگی میں مسلمانوں کے لیے انتہائی روشن باب تھا۔

یہ غزوہ ذی قعدہ 6ھ میں پیش آیا۔ ابن ہشام کے مطابق ذی قعدہ کی ابتدا 13 مارچ 628ء کو ہوئی۔

اس غزوہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ غزوہ خیبر میں صرف انہی صحابہ کرامؓ کو شرکت کی اجازت دی گئی جو صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے۔ اسی غزوہ کی وجہ سے اگلے برس مسلمانوں کے لیے عمرہ کی راہ بھی ہموار ہوگئی۔

اس غزوہ کے بعد نازل ہونے والی سورۃ الفتح کے بارے میں نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ سورۃ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے جن پر سورج طلوع ہوا۔ (بخاری شریف)

ابن سعد نے مجمع بن جاریہؓ سے روایت کی ہے کہ جبرائیل امینؑ جب اس سورۃ کو لے کر آئے تو عرض کی کہ یہ سورۃ آپؐ کو مبارک ہو۔ جبرائیلؑ کی مبارک کے بعد صحابہ کرامؓ نے بھی نبی کریمؐ کو مبارکباد پیش کی۔

غزوہ کا چونکہ گزشتہ ابواب میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے لہٰذا اس پر مزید لکھنے کی ضرورت اور گنجائش نہیں۔ کچھ بزرگ اسے غزوہ قرار دیتے ہیں اور کچھ کے نزدیک یہ غزوہ نہیں تھا کیونکہ آنحضرتؐ کا مقصد جنگ نہیں بلکہ عمرہ کی ادائیگی تھا۔

Marfat.com

غزوہ خیبر

رسول کریمؐ اور ان کے چودہ سو جانثار حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ باری تعالیٰ نے اور باتوں کے علاوہ اس سورۃ میں فرمایا:

یقینی طور پر اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہو گیا جب یہ لوگ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا۔ اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور لگے ہاتھوں انہیں فتح دے دی اور (اس فتح میں) انہیں بہت سی غنیمتیں بھی دیں جنہیں یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جنہیں تم لو گے۔ سردست تمہیں یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ یہ (واقعہ) اہل ایمان کے لیے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تمہیں ایک سیدھی راہ پر ڈال دے۔ اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ اسے احاطے میں لیے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
(الفتح 18 تا 21)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے جس فتح کی نشاندہی کی ہے وہ واضح طور پر خیبر کی فتح ہے چنانچہ رسول اللہؐ صلح حدیبیہ سے واپسی کے پچیس دن بعد اس مہم پر روانہ ہو گئے۔ اس غزوہ میں صرف انہی صحابیوں کو شرکت کی اجازت دی گئی جو بیعت رضوان کے وقت موجود تھے۔ یعنی انہوں نے نبی کریمؐ کے ساتھ حدیبیہ کا سفر کیا تھا۔ یہ مئی اور جون کے انتہائی گرم دن تھے مگر مجاہدین اسلام کی ہمت اور بہادری کے مقابلے میں اس گرمی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

مدینہ سے قریباً 156 کلومیٹر دور ایک سو چشموں والا خیبر یہودیوں کا بہت بڑا مرکز تھا اور اسلام کے خلاف سازشیں یہیں سے اٹھ رہی تھیں۔ خیبر میں یہودیوں کی کئی قلعہ بند آبادیاں تھیں جن کے گرد بلند فصیلیں تھیں۔ جنگی قلعے ان آبادیوں کے علاوہ تھے۔ جن کی تعداد سترہ بتائی جاتی ہے۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ ان قلعوں کو کوئی فتح نہیں کر سکتا پھر ان کا قریش کے ساتھ دفاعی معاہدہ بھی طے پا چکا تھا۔ لشکر اسلام روانہ ہوا تو

Marfat.com

منافق عبداللہ بن ابی نے یہودیوں کو اطلاع کردی کہ تیاری کرلو۔

لشکر اسلام نے اتنی تیز رفتاری سے سفر کیا کہ وہ تین دن میں منزل پر پہنچ گیا۔ خیبر کے نزدیک پہنچ کر لشکر اسلام نے وادی رجیع میں ایک محفوظ جگہ کیمپ لگایا یہاں قیام کا مقصد بنو غطفان کو روکنا بھی تھا۔ صبح کے وقت لشکر اسلام خیبر کے قلعوں کے سامنے نماز ادا کررہا تھا۔

یہودیوں کو اگرچہ اطلاع مل چکی تھی کہ اسلامی لشکر روانہ ہونے والا ہے مگر انہیں یقین تھا کہ یہ لشکر ان پر حملے کی جرأت نہیں کرسکے گا کیونکہ ان کے پاس دس پندرہ ہزار جنگجوؤں کے علاوہ اسلحہ کے انبار تھے جن میں منجنیقیں بھی تھیں۔ ان کے مقابلے میں صرف سولہ سو مجاہد تھے جن کے پاس محض دو سو گھوڑے اور اسلحہ بھی پورا نہیں تھا۔ یہودی طاقت کے خمار میں بے سدھ سوئے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے مرغوں نے صبح کی اذانیں بھی نہیں دیں۔ جب دن چڑھے وہ معمول کے کام کاج کے لیے روانہ ہوئے تو سامنے بڑھتے ہوئے لشکر اسلام کو دیکھ کر پریشان ہوگئے۔ وہ پکار اٹھے کہ یہ تو محمدؐ اور ان کا لشکر ہے۔ وہ سراسیمہ ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنی بستیوں میں پہنچ کر دم لیا۔ سردار دو عالمؐ نے یہ منظر دیکھ کر فلک شگاف نعرہ لگایا اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور فرمایا:

> اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر اجڑ گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں خیمہ زن ہوتے ہیں تو جن کو ڈرایا جاتا ہے ان کی صبح خوفناک ہوتی ہے

یہودیوں نے اپنے سرداروں کو اطلاع دی تو اپنی طاقت کے زعم میں انہوں نے کھلے میدان میں لڑنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال کو کتیبہ کے قلعہ میں جمع کیا۔ غلہ اور اسلحہ کا ذخیرہ قلعہ ناعم میں رکھا۔ ان کے جنگجو مرحب بن ابی مرحب کی قیادت میں نکل آئے۔ دوسری طرف مہاجرین کا پرچم حضرت عمرؓ اور انصار کا پرچم حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس تھا۔ یہودی جی جان سے لڑے اور ایک موقع پر تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لشکر اسلام میں شگاف ڈالنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ آخر رسول اللہؐ خود آگے بڑھے اور یہودیوں پر ایسا حملہ کیا کہ انہوں نے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔ اس معرکہ کے بعد رسول اللہؐ نے خوشخبری سنائی کہ:

> یہودی اب کبھی ہمیں ازار نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ ہمیں ان پر فتح حاصل ہوجائے گی۔

قلعہ حصن ناعم کی فتح کے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہیں تھا۔ نو روز تک لڑائی ہوتی رہی مگر قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ آخر حضورؐ نے اعلان فرمادیا کہ کل میں اس شخص کو پرچم دوں گا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قلعہ فتح کرا دے گا۔ سب کمانڈروں کی خواہش تھی کہ یہ جھنڈا انہیں ملے مگر اگلا دن چڑھا تو یہ اعزاز حضرت علیؓ کے حصے میں آیا جنہوں نے آنحضرتؐ کے حکم کے مطابق قلعے کے قریب جاکر یہودیوں کو اسلام پیش کیا جسے انہوں نے

Marfat.com

قبول نہیں کیا لہٰذا جنگ شروع ہوگئی اس جنگ میں یہودیوں کے سب سے بڑے جنگجو مرحب اور سپہ سالار حارث بن ابوزینب سمیت بڑی تعداد میں یہودی مارے گئے آخرکار قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ پھر یکے بعد دیگرے تمام قلعے فتح ہوگئے تو رسول اللہ کی اجازت سے ان کا سردار بات چیت کے لیے آیا اور ہتھیار ڈالنے کی شرائط پر معاہدہ کرلیا۔

یہودیوں نے اپنا مال، اسباب اور اسلحہ تو رسول اللہ کے حوالے کردیا تاہم کنانہ یہودیوں کے خزانے کے بارے میں طرح دے گیا۔ ایک یہودی کی نشاندہی پر یہ خزانہ برآمد ہوگیا تو معاہدے کی خلاف ورزی اور جھوٹ بولنے پر کنانہ اور اس کے بھائی کو قتل کردیا گیا۔

بعد میں رسول اللہ نے یہودیوں کو رعایت دیتے ہوئے خیبر کی زمین کھیتی باڑی کے لیے انہی کے پاس رہنے دی اور نصف پر تحریری معاہدہ کرلیا۔

نبی کریم ابھی خیبر میں ہی تھے کہ حضرت جعفرؓ کی قیادت میں سولہ مہاجرین حبشہ کا ایک گروپ بھی آپؐ سے آن ملا۔ یہ بھی جہاد میں حصہ لینے کے لیے مدینہ کی بجائے خیبر آگئے تھے مگر ان کی آمد سے پہلے ہی مسلمان فتح یاب ہوچکے تھے۔ حضورؐ نے حضرت جعفرؓ کی پیشانی چومتے ہوئے کہا مجھے اندازہ نہیں کہ خیبر کی فتح کی زیادہ خوشی ہوئی ہے یا تمہارے آنے کی۔

بنو نضیر کے سردار سلام بن مشکم کی بیوہ اور سپہ سالار حارث کی بہن زینب نے رسول اللہ کو شہید کرنے کی ایک سازش تیار کی اور زہر ملا کر ایک بھنی ہوئی بکری آپؐ کی خدمت میں بھیج دی۔ آپؐ نے گوشت کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہی تھوک دیا اور اس میں زہر کی نشاندہی کی۔ باقی صحابہؓ نے بھی ہاتھ روک لیا۔ آپؐ نے زینب کو بلا کر پوچھا تو اس نے اقرار جرم کرلیا۔ تاہم آپؐ نے اسے معاف کردیا۔ بعد میں جب حضرت بشرؓ زہریلے گوشت سے شہید ہوئے تو زینب کو قصاص میں قتل کردیا گیا۔

خیبر فتح ہوگیا تو فدک والوں سے بھی ان کی درخواست پر انہی شرائط پر معاہدہ کرلیا گیا۔

وادی قریٰ کے یہودیوں نے جنگ کی لیکن بعد میں ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے نے بھی وہی معاہدہ کرلیا جب کہ اہل یتماء نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔

خیبر کے دوسرے نمبر پر فتح ہونے والے قلعہ حصن قموص سے حیی ابن اخطب کی صاحبزادی حضرت صفیہؓ اپنی دو چچازاد بہنوں کے ساتھ قید میں آئیں اس وقت آپ کا نام زینب تھا جسے نبی کریمؐ نے بدل کر صفیہ رکھا۔ جنہیں ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوگیا۔

اس غزوہ کے دوران رسول اللہ نے مسلمانوں کو چار چیزوں کی ممانعت فرمائی۔ جن میں حاملہ قیدی

Marfat.com

عورتوں سے صحبت، گھروں میں پلے ہوئے گدھوں کا گوشت، چیر پھاڑ کے کھانے والے درندوں کا گوشت اور تقسیم ہونے والے مال غنیمت کی خرید وفروخت نہ کرنا شامل ہیں۔

شہداء خیبر کی تعداد 17 بتائی گئی ہے۔ کچھ نے اٹھارہ اور بیس بھی لکھی ہے۔ مارے جانے والے یہودی 93 تھے۔

غزوۂ خیبر میں بیس کے قریب خواتین بھی شریک تھیں۔ ان کا ذکر نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ ان خواتین میں ام المومنین حضرت سلمہؓ کے علاوہ نبی کریمؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ، حضرت ام ایمنؓ، نبی کریم کی ایک اور خادمہ حضرت سلمہؓ، عاصم بن عدی کی زوجہ محترمہ بھی شامل تھیں جو امید سے تھیں۔ خیبر میں ہی ان کے ہاں ایک بیٹی نے جنم لیا جس کا نام سہلہ رکھا گیا۔

خیبر روانگی سے قبل یہ خواتین نبی محترمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی تاکہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور پیاسوں کو پانی پلانے کے علاوہ مجاہدین کی معاونت کریں۔ لہٰذا حضورؐ نے ان کے لیے اللہ کی برکتوں کی دعا دیتے ہوئے اجازت دے دی۔

اس غزوہ سے نہ صرف رسول خداؐ کے خلاف سازشوں کا ایک بہت بڑا مرکز بند ہوگیا بلکہ مسلمانوں کو سیاسی اور اقتصادی استحکام بھی حاصل ہوا۔

Marfat.com

غزوۂ فتح مکہ۔1

اللہ دیکھ رہا تھا۔

اللہ نے انہیں پورا موقع دیا تھا۔ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔ خود کو ٹھیک کر لیں۔ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں۔

لیکن مکہ کے کافروں اور مشرکوں نے بہت اودھم مچایا۔ بہت شور کر لیا۔

اب ان کی دراز رسی کھینچنے کا وقت آ گیا تھا۔

ہاں! وہ رسی کھینچنے کا فیصلہ ہو چکا تھا اور اس فیصلے پر عمل کا وقت بھی آن پہنچا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

اب کیوں نہ وہ ان پر عذاب نازل کرے جب کہ وہ مسجد حرام کا راستہ روک رہے ہیں حالانکہ وہ اس مسجد کے جائز متولی نہیں ہیں۔ اس کے جائز متولی تو اہل تقویٰ ہی ہو سکتے ہیں مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں مانتے۔ بیت اللہ کے پاس ان لوگوں کی نماز کیا ہوتی ہے۔ بس سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے ہیں۔ پس اب لو اس عذاب کا مزہ چکھو، اپنے انکار حق کی پاداش میں جو تم کرتے تھے۔ (الانفعال۔35,34)

مولانا مودودی تفہیم القرآن جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا یہ فرمان غالباً جنگ بدر کے حوالے سے ہے جس میں کفار کو ذلت، خواری اور ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا؟ جنگ کے لیے مکہ سے روانہ ہوتے وقت مشرکین نے کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا مانگی تھی کہ خدایا! دونوں گروہوں میں سے جو بہتر ہو اس کو فتح عطا کر۔

ابو جہل نے خاص طور پر کہا تھا کہ خدایا! ہم میں سے جو برسر حق ہو اس کو فتح دے اور جو برسر ظلم ہو اسے رسوا کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی منہ مانگی دعائیں حرف بحرف پوری کر دیں۔ اور فیصلہ کر کے بتا دیا کہ دونوں میں سے کون اچھا اور برسر حق ہے۔

جنگ بدر گزر گئی لیکن ابھی کفار کی ذلت و رسوائی کا یہ عمل مکمل نہیں ہوا تھا۔ یہ تو ابتدا تھی اس امر کی جو انہوں نے باری تعالیٰ سے خود مانگا تھا۔ یہ عمل اس وقت اپنے اختتام کی جانب بڑھا جب نبی کریمؐ دس ہزار کے

Marfat.com

لشکر کے ساتھ اچانک کفار کے سروں پر جا پہنچے اور انہیں اس وقت خبر ہو سکی جب باری تعالیٰ نے کسی تدبیر کو ان کے بس میں نہیں رہنے دیا تھا۔

یہ رمضان 8ھ کا عظیم اور تاریخ ساز واقعہ ہے۔ اور اس کا موقع بھی کفار مکہ نے خود فراہم کیا تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت نہ صرف ایک دوسرے بلکہ ایک دوسرے کے اتحادیوں کو بھی تنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہوا تھا لیکن جنگ موتہ کے بعد مشرکین شیر ہو گئے اور انہیں عہد کا لحاظ نہیں رہا۔ بنوخزاعہ رسول اللہؐ جب کہ بنوبکر قریش کا اتحادی تھا۔ دونوں قبیلوں میں دیرینہ عداوت تھی۔ بنوبکر نے قریش کی مدد اور تعاون سے بنوخزاعہ کے افراد پر اس وقت شب خون مارا جب وہ ایک گھاٹ وتیر پر سوئے ہوئے تھے۔ لہٰذا بہت سے افراد مارے گئے۔ بنو خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم نے مدینہ پہنچ کر رسول اللہؐ کے پاس دہائی دی۔ اس نے سید البشرؐ کے حضور ایک نظم بھی پڑھی جس میں معاہدہ یاد دلاتے ہوئے کہا گیا تھا کہ اللہ کے بندوں کو ہماری فوری مدد کے لیے آواز دیں۔

عمرو بن سالم کے بعد بدیل بن ورقاء بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حملہ آوروں کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کیں۔ بدیل نے یہ بھی بتایا کہ حملہ آوروں کی قیادت بنوبکر کی شاخ بنونفاشہ کا سردار نوفل بن معاویہ کر رہا تھا۔

یہی وہ موقع تھا جب آنحضرتؐ نے فیصلہ کر لیا کہ اب مکہ کو فتح کرنا ہی پڑے گا۔

قریش کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ وہ بہت بڑی غلطی کر چکے ہیں لہٰذا انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ روانہ کیا تا کہ معاہدے کی تجدید کی جا سکے۔ ابوسفیان مدینہ گیا رسول خداؐ سے ملاقات سے پہلے اپنی صاحبزادی حضرت ام حبیبہؓ کے پاس چلا گیا جو ام المومنین تھیں۔ غالباً اس کا مقصد اپنی بیٹی سے سارے معاملے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھا لیکن بیٹی کے گھر سے معلومات کیا ملتیں، یہاں تو رسوائی اس کی منتظر تھی۔ وہ رسول خداؐ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو بیٹی نے یہ کہہ کر اپنے باپ کو اس بستر پر بیٹھنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا کہ تم ناپاک ہو۔ تم مشرک ہو۔ تم اس پاک بستر پر کیسے بیٹھ سکتے ہو۔ ابا جان! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ آپ اس بستر کو چھو لیں۔ ام المومنینؓ نے رسول اللہ ﷺ کا بستر سمیٹ لیا۔ باپ بیٹی کے ہاتھوں یہ ذلت برداشت نہ کر سکا اور غصے میں بھرا ہوا باہر نکل گیا۔ یہاں سے وہ نبی کریمؐ کے پاس پہنچا اور معاہدے کی تجدید کی درخواست کی۔ آپؐ نے اس کی بات سن کر تبسم فرمایا مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ ابوسفیان نے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت عمرؓ سے سفارش کی درخواست کی۔ مگر بات نہ بنی تو وہ یہاں سے مایوس ہو کر رسول خداؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کے پاس حاضر ہوا۔ ان سے درخواست کی۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اس وقت

Marfat.com

بچے تھے۔ ابوسفیان نے انہیں بھی بیچ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ غالباً وہ رسول خداؐ کی اپنے نواسوں کے ساتھ محبت سے آگاہ تھا۔ مگر ہر طرف سے مایوسی اس کا مقدر بن چکی تھی۔ لہٰذا حضرت علیؓ کے مشورے پر ابوسفیان مسجد نبویؐ میں کھڑا ہوگیا۔ صلح قائم رہنے کا یکطرفہ اعلان کر دیا اور ندامت کا داغ لے کر مکہ واپس چلا گیا۔

دوسری جانب آپؐ نے لشکر کی تیاری کا حکم دے دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مکہ والوں کو ہماری آمد کی خبر نہ ہو اور ہم اچانک ان کو جا لیں۔

باری تعالیٰ نے اپنے محبوب کی یہ دعا قبول کر لی اور بدری صحابی حضرت طالب بن بلتعہؓ کی طرف سے بنو ہاشم کی ایک لونڈی ام سارہ کے ذریعے کفار مکہ کو اس اطلاع پر مبنی خط پہنچانے کی کوشش ناکام ہوگئی۔ رسول خداؐ لشکر لے کر روانہ ہوئے تو راستے میں قبائل کے دستے اسلامی لشکر کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ لشکر غیر معروف راستوں سے مکہ سے ایک منزل دور مرالظہران پہنچا تو اس کی تعداد دس ہزار ہو چکی تھی اور قریش ابھی تک اس کی آمد سے بے خبر تھے۔

یہاں انہیں ایک اور جھٹکا لگا۔ نبی کریمؐ کے چچا حضرت عباس اگرچہ ہر موقع پر اپنے بھتیجے کا ساتھ دیتے آئے تھے مگر انہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ادھر لشکر اسلام مکہ کے نواح میں خیمہ زن ہوا کہ انہوں نے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔ وہ اہل خانہ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوگئے۔

مگر یہ کیا......؟ حضورؐ تو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ یہیں موجود ہیں چنانچہ انہوں نے اہل خانہ کو تو مدینہ کا سفر جاری رکھنے کی ہدایت کی اور خود لشکر میں شامل ہوگئے۔

یہ دسمبر کی سرد راتیں تھیں۔ آنحضرتؐ نے حکم دے دیا کہ زیادہ سے زیادہ چولہے جلائے جائیں اور زیادہ سے زیادہ روشنیاں کی جائیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی جس سے صحرا روشن ہوگیا۔ اس لشکر کی عجیب شان تھی۔ اسے دیکھنے والا ہر شخص بلا خوف تردید کہہ سکتا تھا کہ اس کے ساتھ مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔

اسی دوران ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء بھی اس جانب آ نکلے۔ اس کے بارے میں دو روایات ہیں۔ (1) قریش نے انہیں وفد کی صورت میں رسول اللہؐ کے پاس بھیجا تھا۔ (2) وہ اتنی زیادہ روشنیاں دیکھ کر ادھر آ نکلے تھے۔ ان کی ملاقات حضرت عباسؓ سے ہوگئی۔

حضرت عباسؓ نے ان تینوں کو بتایا کہ یہ رسول اللہؐ کا لشکر ہے۔ اہل مکہ کو اس کے ساتھ مقابلے کی تاب نہیں ہوگی۔ یہ سنتے ہی ابوسفیان پکار اٹھا کہ ہم تباہ ہوگئے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو اپنے ساتھ سوار کرا لیا۔ ایک اور روایت کے مطابق تینوں حضرات ان کے ساتھ تھے۔ رسول اللہؐ نے اگلی صبح بلایا اور اگلی صبح ابوسفیان کے لیے مبارک ثابت ہوئی۔ انہوں نے کلمہ پڑھتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ حضرت

Marfat.com

عباسؓ نے سفارش کی تو نبی کریمؐ نے اعلان فرمادیا کہ جوشخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ پھر ابوسفیان کی سفارش پر ہتھیار ڈال کر بیت اللہ شریف میں داخل ہونے اور دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ جانے والوں کو بھی امان دے دی گئی لیکن حضورؐ نے تین افراد کو خدا کا دشمن قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ یہ کعبہ کے پردے کے ساتھ بھی لٹک جائیں تو انہیں امان نہیں۔ ان میں سعد بن ابی سرج، مقیس الکنانی اور ابن انطل شامل تھے۔ کچھ روایات میں عکرمہ بن ابوجہل کے علاوہ بعض اور نام بھی ہیں۔ حضورؐ کے حکم پر آپؐ کے چچا ابوسفیان کو لے کر مکہ روانہ ہو گئے۔ ابوسفیان ایک پہاڑ پر کھڑے ہو گئے اور قریش کو پکارا کہ تم محمدؐ کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کی بیوی ہندہ نے اپنے شوہر کی پکار سنی تو وہ چلانے لگی اور انہیں احمق بڈھا قرار دیتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اس کی گردن اڑا دو۔

دوسری جانب نبی محترمؐ فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔ وادی ذی طویٰ میں لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کو میسرہ کے ساتھ وادی کدا کی طرف سے شمالی دروازے کی جانب۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو میمنہ کے ساتھ شہر کے زیریں حصہ، حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ کو اہل مدینہ کے ساتھ مغربی سمت سے جب کہ حضرت ابوعبیدہ الجراحؓ کو پیادہ مہاجرین کے ساتھ جبل ہند کے سامنے کی سمت سے شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ ختم الرسلؐ بھی حضرت ابوعبیدہؓ کے دستے کے ساتھ تھے۔ آپؐ اس مقام سے مکہ میں داخل ہوئے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم پر حج بیت اللہ کے لیے ندا دی تھی۔ حضورؐ کے سر پر آہنی خود تھا اور آپؐ سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ مکہ شہر نظر آیا تو آپؐ سواری سے اترے اور سجدہ شکر ادا کیا۔

تین دستوں کو کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور وہ سکون کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے مگر حضرت خالد بن ولیدؓ کا دستہ خندمہ پہاڑی کے قریب آیا تو یہاں مزاحمت منتظر تھی۔ صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابوجہل نے بنوخزاعہ کے مقابلے میں بنوبکر کا ساتھ دیا تھا۔ آج بھی وہ اسلامی لشکر کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ جب تیر برسے تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو مجبوراً تلوار اٹھانا پڑی تو یہ تینوں ''جیالے'' اپنے لوگوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس واقعہ میں دو اور ایک روایت کے مطابق تین مسلمان شہید ہوئے۔ اللہ کے رسولؐ جبل ہندی کے سامنے والے درہ سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اس سے متصل ام المومنین سیدہ خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کے مزار ہیں۔ آپؐ کا دل انتہائی مسرور تھا اور زبان سے باری تعالیٰ کے حضور شکر کے کلمات ادا ہو رہے تھے۔ آپؐ سے عرض کی گئی کہ آپؐ اپنے آبائی مکان میں قیام فرمانا پسند کریں گے تو جواب دیا کہ عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان نہیں چھوڑا۔ فرمایا کافر اور مسلمان ایک دوسرے

Marfat.com

کے وارث نہیں ہو سکتے۔ حضرت علیؓ کے مشرک بھائی عقیل نے ہجرت کر جانے والے عزیزوں کی املاک فروخت کر دی تھیں۔

حجون کے اس مقام پر آپؐ کا خیمہ نصب کر دیا گیا جہاں آپؐ نے بنو ہاشم کے ساتھ کفار مکہ کے مقاطعہ کے سخت ترین ایام گزارے تھے۔

اب رسول اللہؐ اپنے اسی شہر میں تھے جہاں دین حق پھیلانے پر مشرکین مکہ نے آپؐ پر زمین تنگ کر دی تھی۔ ایسے میں اپنے رب کے حضور جذبہ تشکر کے لیے اگر حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تو عین فطرت کے مطابق تھا۔ پھر مکہ کی فتح تو ایک ایسا عظیم کارنامہ تھا کہ سارا عرب بلکہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں بھی انگشت بدنداں رہ گئیں۔

مکہ معظمہ کی فتح دراصل حق کی روشنی کے طلوع ہونے اور باطل کی ظلمتوں کے مٹ جانے کی تکمیل کا آغاز تھا اور یہ آغاز آج بڑی شان و شوکت کے ساتھ ہوا تھا۔

Marfat.com

غزوۂ فتح مکہ۔2

اللہ! اللہ!

وہ منظر بھی کیا منظر ہوگا۔

مکہ کے مشرکوں نے روشنی کے ایک مینار کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے مقابلے میں ظلمت اور اندھیروں کو گلے لگالیا۔

لیکن اس شہر کو روشن ہونا تھا۔ اسلام کے نور سے منور ہونا مکہ کا مقدر بن چکا تھا۔ پھر ظلمت وہاں کیونکر ٹھہر سکتی ہے۔

پھر چشم فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ احد احد پکارتے ہوئے جس غلام پر انہوں نے ظلم کی انتہا کر دی تھی وہی کعبہ کی چھت پر کھڑا اللہ اکبر کی صدا بلند کر رہا ہے اور مشرکین مکہ اسے کچھ کہنے سننے سے قاصر ہیں۔ ان کی بے بسی کا عالم دیکھنے کے قابل تھا۔

جائز متولی جب حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو ان کے دل کی کیا حالت ہوگی......؟ ہم اس کا اندازہ لگا ہی نہیں سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کا قافلہ مکہ کی گلیوں سے گزرتا ہوا سوئے حرم گامزن ہے۔

سر پر سیاہ پگڑی......زبان پر حمد باری تعالیٰ......انصار و مہاجرین انہیں حصار میں لیے ہوئے ہیں......قصویٰ کی نکیل محمد بن مسلمہؓ نے پکڑ رکھی ہے۔

سردار البشر ﷺ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ مسجد حرام سے ہوتے ہوئے سیاہ غلاف میں لپٹے اس گھر کی طرف بڑھے......جو اللہ کا گھر ہے......اللہ کا پہلا گھر۔

اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے ہی طواف کے سات چکر مکمل کیے۔ چھڑی کی نوک سے رکن یمانی کو چھوا۔ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ دو رکعت نماز واجب الطّواف ادا کی۔ مقام ابراہیم کے پاس کھڑے تھے۔ چچا حضرت عباسؓ میاہ زمزم یعنی زمزم کا پانی لے آئے۔ آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔ پھر صفا پہاڑی کی طرف تشریف لے گئے اور دعا مانگی۔

بیت اللہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا۔ کعبہ کا دروازہ کھلوایا۔ آپ ﷺ نے چاروں طرف

Marfat.com

نگاہ دوڑائی۔ ہر جانب بت ہی نظر آئے۔

حرم کعبہ کی دیواروں پر تصویریں تھیں۔ ملائکہ اور انبیائے کرامؑ کی خیالی تصاویر...... حتیٰ کہ ایک تصویر میں حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔ اسی تصویر کو دیکھ کر آپؐ نے یہ کلام ربی پڑھا۔

ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ ہمارے ایک فرمانبردار (بندے) تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (67:3)

یہ پیر کا مبارک و مقدس دن اور رحمتوں والے مہینے رمضان کی 20 تاریخ بتائی جاتی ہے اور دس ہزار سرفروش اپنے نبیؐ کے ساتھ تھے۔ نبیؐ کے نعرے کے جواب میں انہوں نے اتنے جوش و خروش سے نعرہ بلند کیا کہ پورے مکہ شہر کے در و دیوار لرز اٹھے اور مشرکوں کے دل دہل گئے۔

طواف کعبہ سے فارغ ہو کر آپؐ بتوں کی جانب بڑھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپؐ اس چھڑی سے ہر بت کی جانب اشارہ کرتے اور یہ کلام الٰہی پڑھتے۔

''حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل مٹنے ہی والا تھا۔'' (18:17)

اس کے ساتھ ہی ہر بت منہ کے بل گر جاتا۔ حتیٰ کہ تمام بت اوندھے منہ پڑے تھے۔ جن کی تعداد 360 بتائی جاتی ہے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ دیواروں پر بنی ہوئی تمام تصویریں مٹا دی جائیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس حکم کی فوری تعمیل کی جس کے بعد ان دیواروں کو آب زم زم سے دھویا گیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ سرور انبیاءؐ کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ یہ ہے وہ فتح مبین جس کا میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ پھر آپؐ نے سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی۔

نبی رحمتؐ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ برہنہ تلوار لیے بالکل ساتھ کھڑے تھے۔ آپؐ نے کلید بردار عثمان بن طلحہ کو حکم دیا کہ دروازہ کھولو۔ اس نے حکم کی فوری تعمیل کی۔ آپؐ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ حضرت بلالؓ، اسامہ بن زیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ کچھ دیر بعد باہر تشریف لائے۔ اب آپؐ کھڑے تھے۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ہر نگاہ آپؐ کی جانب تھی کہ دیکھیں اب مشرکوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ مگر آپؐ نے کیا کیا؟ آپؐ نے ان مشرکوں سے سوال کر دیا کہ تمہارے خیال میں اب میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ انہوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قدرت اور اختیار عطا فرمایا ہے۔ آپؐ کریم نبیؐ ہیں۔ کریم النفس بھائی ہیں۔ ہمارے کریم و شفیق بھائی کے فرزند ہیں۔ ہم آپؐ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔

یہی ہوا۔ آپؐ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ رحمت عالمؐ نے فرمایا میں آج وہی بات کہتا ہوں جو

Marfat.com

میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہی تھی کہ آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ جاؤ میری طرف سے تم آزاد ہو۔ آپؐ نے یہ اعلان ایسے وقت میں فرمایا جب آپؐ کے پاس طاقت، قوت اور اختیار......سب کچھ موجود تھا لیکن آپؐ نے جو سلوک کیا وہی سلوک رسول رحمتؐ کے شایان شان تھا۔

یہیں اس مجمع میں فضالہ بھی موجود تھا جو خنجر چھپائے ہوئے رسول اللہؐ کو قتل کرنے آیا تھا مگر سینے پر آپؐ کا دست مبارک پھرتے ہی اس کی کایا پلٹ گئی۔ اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

آپؐ کے حکم پر حضرت بلالؓ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور اذان دی۔ پھر آپؐ کی اقتدا میں باجماعت نماز پڑھی گئی۔

کلید کعبہ آپؐ کے دست مبارک میں تھی۔ سب کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ بہت سے خواہشمند تھے کہ یہ چابی انہیں مل جائے مگر آپؐ نے عثمان بن طلحہ کو طلب کیا اور کلید دوبارہ اس کے حوالے کر دی کیونکہ بقول رسول اللہؐ یہ نیکی اور وفا شعاری کا دن تھا۔

محمد حسین ہیکل نے ''حیات محمد'' میں لکھا ہے کہ سترہ مجرموں کو واجب القتل قرار دیا گیا تاہم چار کیفر کردار تک پہنچے باقی نے اسلام قبول کر لیا یا معافی مل گئی۔

حیات محمدؐ میں نام صرف دس دیئے گئے ہیں۔ علامہ طاہر القادری نے بھی اپنی ''سیرۃ الرسولؐ'' میں دس افراد کے نام دیئے ہیں۔ ابن ہشام نے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کا نام بھی دیا ہے۔

ان سارے مناظر اور رسول پاکؐ کی شان دیکھ کر کفار مکہ میں سے کچھ حسد میں جل بھن رہے تھے اور اسی لہجے میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور وہ تمام باتیں بتا دیں جو وہ کر رہے تھے۔ جس پر یہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔

ایسا ہی ایک قصہ ابوسفیان کے بارے میں ہے۔ وہ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے دل میں بھی حسد اٹھا۔ حضورؐ نے ان پر دست شفقت رکھا اور فرمایا کہ پھر اللہ تمہیں ذلیل کرتا۔ اسی شب ابوسفیان نے اپنی زوجہ ہندہ سے اس سب کچھ کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں بات کی تو حضورؐ نے ابوسفیان کو اس بات چیت سے بھی آگاہ کر دیا۔

اور اس فتح کا جشن کس طرح منایا گیا......؟ طاقت کا اظہار ہوا اور نہ لوٹ مار یا آتشزنی۔ کسی کو لونڈی غلام بنایا گیا نہ تاوان لیا گیا...... مسلمان ساری رات تکبیر کی صدائیں بلند کرتے رہے اور سید المرسلینؐ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ اللہ کے حضور سر بسجود ہوتے اور اس کا شکر ادا کرتے رہے۔ وہ دعائیں بھی مانگ

Marfat.com

رہے تھے۔

فتح کے اگلے دن بنوخزاعہ نے سابق دشمنی کی بنا پر بنو ہذیل کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ آپؐ نے اس کے وارثوں کو اپنی طرف سے دیت ادا کی اور تنازعہ ختم کر دیا۔ پھر آپؐ نے قریش سے خطاب فرمایا اور مکہ کی حرمت کا اعلان کیا۔ اسی دوران ایک نابینا بوڑھا اپنے بیٹے کا ہاتھ تھامے آ گیا۔ وہ پہلے روز آپؐ کے پاس نہیں پہنچ سکا تھا۔ رسول اللہؐ نے انہیں سامنے بٹھایا۔ ان کا سینہ مس کرنے کے بعد فرمایا۔ اے شیخ آپ اسلام قبول کر لیں۔ اس پر بوڑھے نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

یہ نابینا بوڑھا کون تھا......؟ جناب ابوقحافہ...... حضرت صدیق اکبرؓ کے والد گرامی، جنہیں وہ خود آپؐ کی خدمت میں لے کر آئے کیونکہ وہ ابھی تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے...... جناب ابوقحافہ اس کے بعد جتنی دیر زندہ رہے اسلام کا دامن تھامے رہے۔

لیکن اسی جگہ پروانوں کا ایک گروہ پریشان بیٹھا تھا۔ اس گروہ میں شامل افراد کے دلوں میں وسوسے پیدا ہو رہے تھے جنہوں نے انہیں پریشان کر رکھا تھا۔ رسول اللہؐ کوہ صفا پر تشریف لائے۔ آپؐ سے ذرا نیچے حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ اہل مکہ کا ہجوم بھی اسی جگہ موجود ہے۔ یہ لوگ بیعت کرنا اور قبول حق کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔

یہیں انصار مدینہ بھی موجود ہیں۔ وہ انصار جنہوں نے حضورؐ کے لیے لڑنے مرنے کی قسم کھائی تھی۔ یہی انصار پریشان تھے اور سرگوشیاں کر رہے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو رسول اللہؐ ہمارے ساتھ نہ جائیں اور یہیں رہ جائیں۔

رسول اللہؐ اس وقت صفا پہاڑ پر کھڑے دعا مانگ رہے تھے۔ آپؐ نے دعا ختم کی تو نظریں انہی کی جانب تھیں۔ آپؐ نے فرمایا:

> معاذ اللہ! تم کیا سمجھ رہے ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں۔ جس کی زندگی اور موت دونوں تمہارے ساتھ وابستہ ہیں۔

حضورؐ کا اشارہ بیعت عقبہ کی طرف تھا۔ انصار مدینہ نے یہ سنا تو ان کے دلوں پر چھایا ہوا خوف، تشویش اور وسوسے جاتے رہے اور چہرے خوشی سے دمک اٹھے۔

کفار مکہ کے سینے نور ایمان سے منور ہو رہے تھے۔ وہ بڑے نظم وضبط کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے اور بیعت کر رہے تھے۔ مردوں کا ہجوم ختم ہوا تو عورتوں کی باری آئی۔

خواتین سے حضرت عمرؓ نے بیعت لی۔ ان میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ، حضرت علیؓ کی

Marfat.com

ہمشیرہ ام ہانی اور قریش مکہ کے معزز گھرانوں کی بہت سی خواتین شامل تھیں۔

خواتین کی بیعت شروع ہوئی ہندہ بنت عتبہ آگے بڑھی۔ اس عورت نے حضورؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ وہ دل میں سوچ رہی تھی کہ رسول اللہؐ نے اسے پہچانا نہیں۔

رسول اللہؐ اس وقت فرما رہے تھے اس امر کا عہد کرو کہ آئندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گی جس پر ہندہ بول اٹھی کہ ہم عہد کرتی ہیں کہ شریک نہیں کریں گی۔

رسول اللہؐ نے فرمایا تم چوری نہیں کرو گی۔

ہندہ بولی: یارسول اللہؐ! میرا خاوند کنجوس ہے، میں اس کے مال میں سے کچھ لے لیتی ہوں معلوم نہیں یہ حلال ہے یا حرام۔

اسی جگہ حضرت ابوسفیانؓ بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا تم جو کچھ لے چکی ہو میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔

رسول اللہؐ نے تبسم فرمایا اور کہا تو ہندہ ہے۔

ہندہ نے اثبات میں جواب دیا اور عرض کی کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ معاف فرما دیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم اپنی اور بچوں کی ضروریات کے لیے خاوند کے مال میں سے لے سکتی ہو۔

آپؐ نے اللہ سے دعا کی تھی۔ حضرت عمرؓ کو مانگا تھا۔ اللہ نے حضرت عمرؓ آپؐ کو دے دیئے۔ اب اللہ نے آپؐ کی ایک اور دعا قبول کر لی۔ آپؐ نے باری تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ وہ آپؐ کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ اور معتب عطا کر دے۔

آپؐ حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ چچا حضرت عباسؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے ان سے عتبہ اور معتب کے بارے میں استفسار فرمایا تو انہوں نے عرض کی کہ دونوں مشرکوں کے ساتھ کہیں دور نکل گئے ہیں۔ دونوں عرنہ جا چکے تھے۔ آپؐ نے ان دونوں کو وہاں سے بلوایا اور دعوت حق پیش کی۔ جسے قبول کرتے ہوئے دونوں نے نبی کریمؐ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ آپؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ انہیں ملتزم کے پاس لے کر آئے اور دیر تک دعا مانگتے رہے۔

حرم کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد جناب رسول اللہؐ نے حکم فرما دیا کہ شرک چھوڑ دینے والے اپنے گھروں سے بھی شرک کی نشانیاں ختم کریں چنانچہ لوگوں نے وہ بت بھی توڑ ڈالے جو ان کے گھروں میں موجود تھے یا دوسرے مقامات پر تھے۔ بی بی ہندہ نے تو کلہاڑا اٹھایا اور اپنے گھر میں موجود بت کو کوستے ہوئے اس پر پل پڑیں۔

Marfat.com

سید البشرؐ نے مکہ معظمہ میں پندرہ روز تک قیام فرمایا۔ وہاں کے نظم ونسق کے بارے میں ہدایات جاری کیں۔ اسلام قبول کرنے والوں کی تربیت کا اہتمام کیا اور غیر مسلم قبائل میں متعدد وفود بھیجے۔

مکہ سے روانگی سے قبل نبی کریمؐ نے ایک اکیس سالہ نوجوان عتاب بن رسیدؓ کو امیر مقرر کیا۔ انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور فرمایا میں نے تمہیں اللہ عزوجل کے خاص بندوں پر حاکم مقرر کیا ہے۔ میری نظر میں تم سے بہتر آدمی ہوتا تو میں یقیناً اس کو یہ منصب دیتا۔ اب تم اپنے فرائض انجام دو۔ نبی کریمؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں نے تمہیں اللہ کے خاص بندوں پر حاکم مقرر کیا۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں ان کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے ان کے لیے ایک درہم یومیہ وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت عتابؓ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ اے لوگو! جو شخص ایک درہم یومیہ وظیفہ کے باوجود بھوکا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کلیجے کو ہمیشہ بھوکا رکھے۔ آپؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت تک اس عہدہ پر رہے اور اتفاق دیکھئے حضرت صدیق اکبرؓ اور آپؓ کا انتقال ایک ہی روز ہوا۔

Marfat.com

غزوۂ حنین

مکہ مکرمہ سے شمال مشرق میں 22/23 کلومیٹر دور حنین کی وادی ہے۔ بعض جغرافیہ دانوں کے نزدیک یہ ایک چشمے کا نام تھا جس کی وجہ سے اس وادی کو حنین کا نام مل گیا اور یہاں قبیلہ ہوازن قیام پذیر تھا۔ فتح مکہ کے بعد اسی وادی میں اوطاس کے مقام پر بنو ہوازن اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہوئی۔ اسی لیے اسے غزوۂ حنین کے علاوہ غزوۂ اوطاس بھی کہا گیا ہے۔ اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن اور اس کے سردار مالک بن عوف نصری سے فتح مکہ کی خبر برداشت نہ ہوئی اور اس نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

بنو ثقیف بھی ہوازن کے ساتھ آ گئے۔ قبیلہ نصر اور جشم کا ہر فرد نکل آیا۔ قبیلہ سعد بن بکر اور بنو ہلال کے کچھ لوگ بھی شامل لشکر تھے۔ سعد بن بکر حضرت حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ تھا۔ ہوازن کے قبیلہ کعب اور کلاب عقلمند تھے۔ ان کا ایک بھی شخص مالک نصری کی آواز پر نہ نکلا۔

مالک نصری نے روانگی سے قبل حکم دے دیا کہ تمام شریک جنگ افراد نہ صرف اپنے اموال بلکہ عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے لیں لہٰذا اس کی تعمیل کی گئی اور یہ سب اوطاس کے مقام پر جمع ہو گئے۔

دشمن کا یہ لشکر چار ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ اس کے پاس ہتھیاروں کے علاوہ بھاری مقدار میں خوراک بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاعات ملیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کل تک یہ سارا سامان ہمارے لشکر کا مال غنیمت بن جائے گا۔

اس اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار تھی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کے لیے مدینہ سے آیا تھا۔ مزید دو ہزار افراد مکہ سے شامل ہو گئے۔

اسلامی لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی کفار نے وادی حنین کے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وادی حنین کے سامنے آئے تو ہم نے تہامہ کی جانب جانے والی وادیوں میں سے ایک نشیبی ڈھلان اور وسیع وادی میں اترنا شروع کر دیا۔ صبح کی تاریکی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ دشمن ہم سے پہلے ہی وادی میں بڑھ چکے تھے۔ انہوں نے خفیہ راستے، گوشے اور تنگ گھاٹی سے آ کر ہم پر حملہ کر دیا اور پوری طرح چھا گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم لوگ شکست کھا کر پیچھے ہٹنے لگے اور حالت یہ ہو گئی کہ کوئی ایک دوسرے

Marfat.com

کو مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔

یہ 11 شوال 8ھ کی صبح تھی۔ رسول اللہؐ دائیں جانب ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور آواز دینے لگے لوگو! کدھر جاتے ہو، میرے پاس آؤ، میں اللہ کا رسول محمدؐ عبداللہ کا بیٹا ہوں۔

جابر بن عبداللہؓ کے بقول رسول اللہؐ کے ساتھ چند مہاجر، چند انصاری اور چند اہل بیت باقی رہ گئے۔ بھاگنے میں اونٹ بھڑ رہا تھا اور لوگ بھاگے ہی جا رہے تھے۔

اس موقع پر کچھ گنوار اور جاہل اہل مکہ نے مسلمانوں پر طعنہ زنی بھی کی۔ حضورؐ کے ساتھ اس وقت بقول ابن ہشام حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت ابوسفیانؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، ربیع بن حارثؓ، اسامہ بن زیدؓ اور ایمن بن عبداللہؓ ڈٹے ہوئے تھے جب کہ دشمن کا سارا زور اس طرف تھا۔

ابن اسحاق کی روایت ہے بنوعبدالدار کے شیبہ بن عثمان کا باپ غزوہ احد میں مارا گیا تھا۔ شیبہ نے رسول اللہؐ پر حملہ کرنے کے لیے چکر لگانا شروع کر دیئے۔ مگر اس کا کہنا ہے کہ کوئی چیز میرے سامنے حائل ہوئی اور میرا دل بھی بیٹھ گیا۔ میں یہ کام نہ کر سکا۔

حضرت عباسؓ بتاتے ہیں میں رسول اللہؐ کے سفید خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا۔ رسول اللہؐ نے لوگوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو آواز دی۔ پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم زور سے آواز دو۔ یا معشر الانصار! یا معشر اصحاب السمرہ! یعنی انصار کے گروہ، اے بیت رضوان کرنے والو۔ میری آواز پر لوگوں نے کہا لبیک، لبیک، اور ہر شخص اپنے اونٹ کو موڑنے لگا۔ غرض آپؐ کے پاس ایک سو آدمی جمع ہو گئے۔ پھر سب نے کفار کا سامنا کیا۔

رسول اللہؐ رکاب پر زور دے کر اٹھے۔ رزم گاہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: آتش جنگ پوری طرح بھڑک اٹھی ہے اور اس میں پوری گرمی آ گئی ہے۔

اب مسلمان بھی سنبھل چکے تھے۔ جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں دشمن کے جو لوگ ہزیمت اٹھا کر جاتے وہ واپس آنے کا نام نہ لیتے۔ یہاں تک کہ ان کے بہت سے قیدی ایک گھیرے میں لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے۔

جبیر بن معطمؓ کی روایت ہے: معرکہ جنگ گرم تھا اور دشمن کو ابھی شکست نہیں ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کوئی چیز سیاہ چادر کی طرح آسمان سے آ کر ہمارے اور دشمن کے درمیان گر گئی ہے۔ پھر جو نظر ڈالی تو دیکھا کہ سیاہ پوششیں آسمان سے اتریں اور انہوں نے تمام وادی کو بھر دیا۔ مجھے کوئی شبہ نہ تھا کہ یہ فرشتے تھے۔ یہ اس

Marfat.com

وقت تک رہے جب تک دشمن کو شکست نہیں ہوگئی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ہوازن کو شکست دے دی گئی تو بنو مالک میں سے بنو ثقیف کو قتل کیا گیا۔ ان کے جھنڈے کے نیچے ستر آدمی قتل ہو گئے۔ آخر میں عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا۔ رسول اللہؐ کو اس کے قتل کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا: اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو۔ وہ قریش سے بغض رکھتا تھا۔

اس غزوہ میں چار صحابہ کرامؓ نے خون کا نذرانہ پیش کر کے شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔ ان میں حضرت ایمن بن عبداللہؓ، حضرت سراقہ بن حارثؓ، حضرت یزید بن زمعہؓ (ان کے گھوڑے کا نام جناح تھا) اور حضرت ابو عامر الاشعریؓ کے نام نامی شامل ہیں۔

یہاں ابن اسحاق نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ جنگ میں احلاف کا جھنڈا اقارب بن اسود کے پاس تھا جب احلاف کو شکست ہوئی تو اقارب نے جھنڈا ایک درخت کے ساتھ کھڑا کر دیا اور خود عم زاد کے ساتھ فرار ہو گیا۔ اسی لیے اس جنگ میں احلاف کے صرف دو آدمی مارے گئے۔

یہاں اس بوڑھے درید بن صمہ کے قتل کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے جسے ربیعہ بن رفیعؓ نے مارا۔ ربیعہ نے جب درید کے اونٹ کی مہار پکڑی تو سمجھا ہودج میں کوئی عورت ہے مگر دیکھنے پر پتہ چلا کہ وہ تو ایک بڈھا ہے۔ ربیعہ نے اس پر وار کیا جو خالی گیا جس پر درید نے کہا تیری ماں نے تجھے جو ہتھیار دیئے ہیں، ناکام ہیں۔ کجاوے کے پیچھے سے میری تلوار لے لے اس سے مار اور ہڈیوں سے بچ کر دماغ کے نیچے سے ضرب لگا۔ بوڑھے نے کہا تو اپنی ماں کو بتانا کہ تو نے درید بن صمہ کو قتل کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! کتنی ہی جنگیں ہیں جن میں، میں نے تیری عورتوں کو بچایا۔

اور واقعہ بھی یہی تھا۔ درید کو قتل کرنے کے بعد ربیعہؓ اپنی ماں کے پاس واپس آئے اور بتایا کہ میں نے درید بن صمہ کو قتل کر دیا ہے تو ماں نے کہا خدا کی قسم! درید نے تیری ماؤں کو تین مرتبہ آزاد کیا۔

بنو سعد بن بکر کے بعض افراد کے حوالے سے ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا بنو سعد بن بکر کا بجاد تمہارے قبضے میں آ جائے تو اسے قابو کر لو لہٰذا مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ اس کے اہل و عیال حارث بن عبدالعزیٰ کی بیٹی شیما کو بھی ان کے ساتھ ہی لائے۔ مسلمان ان پر سختی کر رہے تھے جس پر شیما نے کہا خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھی (رسول اللہؐ) کی رضاعی بہن ہوں۔ مسلمانوں نے انہیں رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؐ نے ان سے نشانی پوچھی تو شیما نے اپنی پشت پر دانت کے وہ نشان دکھا دیئے جہاں حضورؐ نے کاٹا تھا۔ آپؐ کو حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر میں گزرا ہوا وقت یاد آ گیا اور یہ بات بھی یاد آ گئی کہ آپؐ شیما کی انگلی تھام کر باہر نکل جایا کرتے تھے۔

Marfat.com

آنحضرتؐ نے رضاعی بہن کے لیے اپنی چادر بچھائی، انہیں اس پر بٹھایا، بڑی عزت و تکریم دی اور فرمایا کہ میرے پاس رہنا پسند کرو تو تمہیں باعزت طور پر رکھا جائے گا لیکن شیما نے اپنی قوم میں واپس جانے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ آپؐ نے انہیں کچھ تحائف دے کر رخصت کیا۔ ان میں ایک غلام اور ایک باندی بھی تھی جن کی شیما نے شادی کر دی۔

اس غزوہ میں مشرکین کے چھ ہزار افراد قیدی بنائے گئے۔ مال غنیمت میں 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی بھی تھی۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو ہر مجاہد کو چار اونٹ اور 40 بکریاں ملیں جب کہ ہر سوار کو بارہ اونٹ اور 120 بکریاں دی گئیں۔ سرداران قریش پر جو بھی تازہ تازہ اسلام میں داخل ہوئے تھے مزید نوازش کی گئی اور انہیں خمس سے وافر مال غنیمت دیا گیا لیکن انصار نے چہ میگوئیاں کیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں جب کہ تم اللہ کے رسولؐ کو ساتھ لے کر جاؤ جس پر گلے شکوے جاتے رہے۔

Marfat.com

غزوۂ طائف

طائف وہ شہر ہے جہاں رسول اللہؐ کو ایذائیں دی گئیں، پتھر مار کر زخمی کر دیا گیا مگر آپؐ کی زبان پر دعا ہی آئی۔ آج حضورؐ پھر طائف میں تھے، وجہ یہ تھی کہ ہوازن اور ثقیف کے شکست خوردہ لوگ اپنے شہر طائف میں واپس آ گئے تھے۔ انہوں نے ایک سال کا راشن اکٹھا کیا۔ شہر کی فصیل کے دروازے بند کر لیے اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

آپؐ کا لشکر طائف کی فصیل کے بالکل قریب ٹھہرا جس پر اوپر سے تیروں کی بارش کر دی گئی اور دہکتی ہوئی سلاخیں پھینکی گئیں جس کے نتیجے میں چند صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے۔ لہٰذا لشکر کو اس مسجد کے قریب لے جایا گیا جو آج بھی مسجد طائف کے نام سے موجود ہے۔ بعض روایات کے حوالے سے طائف کا محاصرہ کئی روز جاری رہا۔ اس دوران اسلام میں پہلی بار منجنیقیں استعمال ہوئیں اور دشمن پر سنگباری کی گئی۔

تیراندازی جاری تھی کہ کچھ صحابہ کرامؓ فصیل کے قریب شدفہ کے مقام پر ایک دبابے میں داخل ہوئے تاکہ شگاف ڈال سکیں۔ مگر اہل طائف نے گرم آہنی سلاخیں ماریں تو یہ دبابہ میں سے نکل آئے لہٰذا بنو ثقیف نے ان پر تیروں کی بارش کر دی اور ان میں سے کئی ایک شہید ہو گئے۔

اس مقام پر رسول اللہؐ نے ثقیف کے انگوروں کے باغ کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگ درخت کاٹنے لگے تو دشمن کی طرف سے رحم کی درخواست کی گئی جسے قبول کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا: ''میں اللہ کے لیے رحم کرتے ہوئے چھوڑتا ہوں۔''

رسول اللہؐ نے اعلان کر دیا کہ غلام باہر آ جائیں انہیں آزادی دے دی جائے گی۔ روایات میں ہے کہ اس اعلان کے بعد دس غلام شہر پناہ سے باہر آ گئے۔ ہر ایک کو ایک مسلمان کے حوالے کر دیا گیا تاکہ وہ ان کی کفالت کر سکیں۔ ان غلاموں کی آزادی بنو ثقیف کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا تاہم وہ فصیل سے باہر نہیں آئے۔

اسی دوران دو تین واقعات ہوئے آپؐ نے نوفل بن معاویہؓ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے کہا:

''یا رسول اللہؐ لومڑی اپنے بل میں ہے۔ آپؐ کھڑے انتظار کرتے رہیں تو کبھی نہ کبھی پکڑی ہی جائے گی لیکن اگر چھوڑ دیں تو وہ آپ کے لیے کسی نقصان کا باعث نہیں ہوگی''۔

نوفل کا مشورہ واضح تھا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے کیونکہ اب ان شکست خوردہ قبائل کی طرف سے کسی

Marfat.com

قسم کی شرانگیزی کا کوئی امکان یا خطرہ نہیں تھا۔

رسول اللہؐ نے ایک خواب دیکھا کہ مکھن سے بھرا پیالہ انہیں ہدیہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ایک مرغ نے چونچ ماردی اور سارا مکھن نیچے بہہ گیا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا میرا خیال ہے آپؐ جو چاہتے ہیں وہ اس جنگ سے حاصل نہیں ہو سکے گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔ لہٰذا محاصرہ ختم کر کے کوچ کا اعلان کر دیا گیا۔

طائف سے واپسی پر آپؐ نے جعرانہ میں قیام فرمایا۔ غزوۂ حنین کے قیدی اسی جگہ موجود تھے۔ ابن ہشام کے مطابق ان میں چھ ہزار عورتیں اور بچے بھی تھے۔ رسول اللہؐ نے ہوازن پر احسان کرتے ہوئے ان کے تمام قیدی رہا کر دیئے۔ رسول اللہؐ نے باری تعالیٰ سے دعا کی کہ ثقیف کو صحیح راستہ دکھا اور انہیں لے آ۔

پھر مالک بن عوف بھی آ گیا۔ وہ جعرانہ یا مکہ میں آپؐ سے ملا۔ وہ اپنے قبیلہ سے چھپ کر آیا تھا جس کے لیے اسے حضورؐ نے ہی پیغام بھیجا تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا اور جناب رسول اللہؐ نے اس کے اہل وعیال اور مال ودولت واپس کر دیئے بلکہ مزید ایک سو اونٹ عطا کیے اور عامل مقرر کر دیا۔

آپؐ نے مال غنیمت اسی جگہ تقسیم فرمایا اور تازہ اسلام قبول کرنے والوں کی زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی۔ جب آپؐ مال تقسیم فرما رہے تھے تو ابن ہشام کے مطابق عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ بنو تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ آیا اور کہا کہ اے محمدؐ آج کے دن آپؐ نے جو کچھ کیا وہ میں نے دیکھا ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر کیا دیکھا؟

اس نے جواب دیا میں نے آپؐ کو (اللہ ہمیں معاف فرمائے) عدل کرتے نہیں دیکھا۔

رسول اللہؐ کو غصہ آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا تیرا برا ہو۔ میرے پاس عدل نہیں ہو گا تو کس کے پاس ہو گا؟

حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا۔ وہ بول اٹھے یا رسول اللہؐ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔

آپؐ کا فرمان تھا نہیں اسے چھوڑ دو۔ عنقریب اس کی ایک جماعت ہو گی جو دین میں بال کی کھال نکالا کرے گی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جعرانہ سے آپؐ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ ابوعمرو مدنی کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ 24 ذیقعد (15 مارچ 630ء) کو مدینہ واپس پہنچے۔ جب کہ اہل طائف شرک پر قائم رہے۔ آنحضرتؐ رمضان 9ھ تک مدینہ میں ہی رکے رہے۔

Marfat.com

غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک ایک ایسے وقت پر پیش آیا جب تمام تر بے سروسامانی اور مشکلات کے باوجود حضورؐ نے اس وقت کی سب سے بڑی طاقت یعنی رومیوں کو ان کی سرحد پر جا کر للکارا۔ فتح مکہ، فتح حنین اور محاصرۂ طائف کے چند ماہ بعد یہ رجب 9ھ کا واقعہ ہے۔ قیصر روم اور اس کے اتحادیوں کے لشکر کی تیاری کی خبر پہنچی تو رسول اللہؐ نے فیصلہ کیا کہ دفاع کی بجائے خود آگے بڑھ کر مقابلہ کیا جائے۔ رسول اللہؐ کے لشکر کے بارے میں مختلف روایات ہیں جو دس سے چالیس ہزار تک ہیں۔ بہر حال لشکر روانہ ہوا اور اس نے ہزار میل کا کٹھن سفر شدید گرمی، راستے کی دشواریوں، غذا کی قلت اور سواریوں کی کمی کی پروانہ کرتے ہوئے طے کیا۔

تبوک پہنچنے کے بعد آپؐ نے جو خطاب فرمایا ہر مسلمان اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے تو دونوں جہانوں میں سرخروئی نصیب ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا:

اللہ کی کتاب سب سے سچی حدیث ہے......اور تقویٰ سب سے مضبوط سہارا ہے......اور سب سے بہتر ابراہیمؑ کی ملت ہے......اور سب سے بہتر طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ ہے......اور سب سے بہتر بات اللہ کا ذکر ہے......اور سب سے بہتر قصہ قرآن ہے......اور نیکی سب سے بہتر کام ہے......اور سب سے بدترین کام (دین میں) نئی بات نکالنا ہے......اور سب سے بہتر راستہ انبیاء کا راستہ ہے......اور سب سے بہتر موت شہید کی موت ہے......اور سب سے بڑا اندھا پن ہدایت کے بعد گمراہ ہو جانا ہے۔

اور بہتر عمل وہ ہے جس سے نفع حاصل ہو......اور بہتر ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے......اور دل کا اندھا پن سب سے برا اندھا پن ہے۔

اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے......اور ضرورت پوری کر دینے والا تھوڑا مال بھی اس بہت سے مال سے بہتر ہے جو غافل کر دے۔

اور وقت مرگ کی معذرت سب سے بری معذرت ہے......اور بدترین ندامت روز قیامت کی ندامت ہے۔

اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو دیر سے جمعہ کے لیے آتے ہیں......اور ان میں سے کچھ

Marfat.com

ایسے بھی ہیں جو اللہ کا ذکر بے تعلقی سے کرتے ہیں۔

اور جھوٹ بولنے والی زبان سب سے بڑی خطا کار ہے......اور دل کا غنی سب سے بڑا غنی ہے......اور بہترین سفر خرچ تقویٰ ہے۔

اور سب سے بڑی دانائی اللہ کا خوف ہے......اور خزینہ دل میں سب سے بہتر چیز یقین ہے......اور شک کفر کا جزو ہے......اور میت پر رونا جاہلیت کا عمل ہے۔

اور خیانت دوزخ کی آگ ہے......اور نشہ کرنا آگ کا ٹھپہ ہے......اور برے شعر شیطان کی طرف سے ہیں......اور شراب سب برائیوں کی جڑ ہے......اور سب سے بری غذا یتیم کا مال ہے۔

اور سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑے......اور بد بخت ماں کے پیٹ سے ہی بد بخت آتا ہے۔

اور تم میں سے ہر ایک کو چار ہاتھ گڑھے میں جانا ہے......اور اعمال کا نتیجہ آخرت میں ملے گا......اور عمل کا دارومدار انجام پر ہے۔

اور سب سے بری سواری جھوٹ کی سواری ہے......اور ہر آنے والی چیز قریب ہے۔

مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے......اور اس کی غیبت کرنا اللہ کی معصیت ہے......اور اس کا مال اس کے خون کی مانند حرام ہے۔

اور جو اللہ کی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے (اللہ) اسے جھٹلاتا ہے۔

اور جو بخش دے بخش دیا جائے گا......اور جو معاف کرتا ہے اللہ اسے معاف کر دیتا ہے......اور جو کوئی غصہ پی جائے اللہ اسے اجر دیتا ہے......اور جو مصیبت میں صبر کرتا ہے اللہ اسے بھی اجر دیتا ہے۔

اور جو افواہیں پھیلاتا ہے اللہ اس کی افواہ پھیلائے گا......اور جو کوئی نافرمانی سے رکتا ہے اللہ اسے بخش دے گا......اور جو کوئی نافرمانی کرتا ہے اللہ اسے عذاب دے گا۔

میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔

میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔

میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔

(الامین ۔ جلد سوم ۔ از رفیق ڈوگر)

Marfat.com

حضورؐ کا یہ خطاب ایسا ہے جس کو وسیع پیمانے پر طبع کرا کے اہل اسلام میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس خطبہ کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف لعل و گوہر سے بے شمار گنا قیمتی ہے اور اس پر عمل کر کے ہی ہم اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں۔

رسول اللہؐ کی زندگی کا یہ آخری غزوہ تھا لیکن قیصر روم ہرقل خود مقابلے پر آیا اور نہ اس نے اپنے کسی سپہ سالار یا اتحادی کو بھیجا۔ لہٰذا آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ کا مشورہ تھا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو دمشق پر چڑھائی کر دیں۔ بصورت دیگر ہمیں مدینہ واپس چلنا چاہیے۔ چنانچہ حضورؐ نے اس مشورہ کو قبول کرتے ہوئے واپسی کا حکم دے دیا۔ آپؐ نے اس امر کو ترجیح دی کہ اس سے سیاسی و حربی فوائد حاصل کرنے چاہئیں لہٰذا دومتہ الجندل کے عیسائی رئیس اکید بن عبدالملک کندی، ایلہ کے عیسائی رئیس یوحنا بن روبہ اور اسی طرح مقنا، جزباء اور اذرح کے نصرانی رؤسا نے بھی جزیہ ادا کر کے مدینہ کی تابعیت قبول کر لی۔ اسلامی حدود و اقتدار براہ راست رومی سلطنت کی سرحد تک پہنچ گئے۔ تبوک کی اس فتح بلا جنگ نے عرب میں ان لوگوں کی کمر توڑ دی جو اب تک جاہلیت قدیمہ کے بحال ہونے کی آس لگائے بیٹھے تھے۔

یہی وہ غزوہ ہے جس کے لیے حضرت عمرؓ نے اپنا نصف مال جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سب کچھ پیش کر دیا تھا اور حضورؐ کے استفسار پر جواب دیا کہ میں گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں۔

محمد حسین ہیکل کی ''حیات محمدؐ'' میں ہے: جو مسلمان اپنی عسرت کی وجہ سے اپنے لیے سواری کا انتظام کرنے سے قاصر تھے انہوں نے رسول اللہؐ سے استدعا کی تو جس کے لیے ہو سکا اپنی طرف سے سواری فراہم کر دی اور بقیہ سے معذرت کی۔ جس پر انہوں نے زار و زار رونا شروع کر دیا اور ان کی شدت گریہ و بکا کی وجہ سے ان کا لقب ''بکائین'' پڑ گیا۔

جو لوگ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے لشکر کی روانگی کے بعد ان میں سے کئی ایک کو ندامت اور شرمندگی نے آ گھیرا اور روایت ہے کہ بعض تبوک روانہ ہو گئے۔ ان میں ابوخشیمہؓ کا قصہ تو عام ہے جن کی دونوں بیویاں شوہر کے لیے کھانا تیار کیے بیٹھی تھیں مگر اس اہتمام پر ابوخشیمہؓ کو شرم آ گئی انہوں نے بیویوں کو زادراہ تیار کرنے کی ہدایت کی اور تبوک میں لشکر سے جا ملے۔

Marfat.com

لشکرِ اسامہؓ

نبی کریمؐ نے اپنی رحلت سے چند روز قبل آخری فوجی مہم تیار کی جو آپؐ کے انتقال کے بعد 11ھ میں روانہ ہوئی اور چالیس روز بعد کامیاب و کامران لوٹی۔ اس لشکر کا سالار ایک بیس سالہ نوجوان اسامہ بن زیدؓ کو بنایا گیا جو حضرت زید بن حارثہؓ کے صاحبزدے تھے۔ اس لشکر کا مقصد غزوۂ موتہ کے بعد اس علاقے اور عربوں کے دلوں میں اسلامی لشکر اور اس کی قوت و طاقت کے بارے میں اعتماد بحال کرنا تھا۔

ایک نوجوان کو سالار لشکر بنانے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت معید بن زیدؓ، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت قتادہ بن نعمانؓ سمیت انصار و مہاجرین میں سے کوئی ایسا صحابی نہیں تھا جو لشکر میں شامل نہ ہو۔ اس میں نبی کریمؐ کی کوئی مصلحت پوشیدہ تھی۔

نبی کریمؐ نے حضرت اسامہؓ کو لشکر کی قیادت سونپتے ہوئے حکم دیا کہ اس جگہ جاؤ جہاں رومیوں نے تیرے باپ کو شہید کیا تھا۔ اس جگہ کو اپنے لشکر کے گھوڑوں سے روند ڈالو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اہل ابنی پر علی الصبح حملہ کر دینا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائے تو وہاں زیادہ دیر قیام نہ کرنا۔ آپؐ نے ہدایت کی کہ اپنے ساتھ راستوں کے پیچ و خم جاننے والوں کو بھی لے جانا۔

نبی کریمؐ کو بدھ کے دن بیماری نے آن لیا۔ اس کے باوجود آپؐ نے اسامہؓ کو دیا جانے والا پرچم اپنے دست مبارک سے باندھا۔ لشکر روانہ ہوا اور اس وقت کے مدینہ شہر سے چند کلومیٹر دور جرف کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ اس دوران نبی اکرمؐ نے سنا کہ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں اتنے اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں ایک نوجوان کو امیر لشکر بنانا مناسب نہیں۔ آنحضرتؐ کو اس پر سخت رنج ہوا۔ آپؐ نے بیماری کی حالت میں ہی سر پر ایک پٹکا باندھا، چادر اوڑھ لی۔ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو گئے۔ رسول رحمتؐ نے سب سے پہلے باری تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد یوں گویا ہوئے:

> ''اے لوگو! مجھ تک یہ کیسی بات پہنچی ہے کہ تم اسامہؓ کو لشکر کا امیر بنانے پر معترض ہو۔ اگر تم لوگوں کو اعتراض ہے کہ اسامہ کو امیر لشکر کیوں بنایا گیا ہے تو میں نے جب اس کے باپ (زید بن حارثہؓ) کو لشکر کا امیر بنایا تھا تو تم نے اس پر بھی اعتراض کیا تھا۔ بخدا! زید اس منصب کا مستحق تھا جو میں نے اس کو دیا اور اس کا بیٹا اسامہ بھی اس کا اہل ہے۔''

Marfat.com

آپؐ نے ہفتہ 10 ربیع الاوّل کو یہ خطاب فرمایا۔

اگلا دن اتوار کا تھا۔ بیماری نے مزید شدت اختیار کر لی۔ اس دوران حضرت اسامہؓ سلام کے لیے حاضر ہوئے تو آپؐ پر غشی کی سی کیفیت تھی۔ حضرت اسامہؓ آگے بڑھے اور سر مبارک کو بوسہ دیا۔ نبی کریمؐ نے آنکھیں کھولیں۔ آپؐ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے اور پھر اسامہؓ پر رکھ دیتے۔ جس کا واضح مطلب تھا کہ آپؐ اس نوجوان امیر لشکر کے لیے دعا فرما رہے ہیں۔

حضرت اسامہؓ دعائیں لے کر واپس پہنچے اور لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اسی دوران ان کی والدہ حضرت ام ایمنؓ کا پیغام آ گیا۔ نبی محترمؐ کا آخری وقت آ گیا ہے اور وہ اس جہان فانی سے کوچ فرمانے والے ہیں۔ پھر پیر کے دن تاجدار عالمؐ کا اپنے رفیق اعلیٰ کی جانب سفر شروع ہو گیا۔ اس وقت سورج ڈھل چکا تھا، لہٰذا لشکر میں شامل تمام افراد آنکھوں میں آنسوؤں کی لڑیاں لیے نبی مکرمؐ کو اس آخری سفر کے لیے الوداع کہنے مدینہ آ گئے۔

جناب ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ راشد بن گئے اور مسلمانوں نے ان کی بیعت کر لی تو آپؓ نے پرچم حضرت اسامہؓ کے حوالے کرنے اور لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ نبی کریمؐ کے وصال کے ساتھ ہی فتنۂ ارتداد شروع ہو گیا۔ جناب اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ اوّل کے پاس بھیجا کہ فتنہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مدینہ کو خالی دیکھ کر مرتد اور مشرک حملہ کر دیں۔

حضرت عمرؓ نے لشکر کی روانگی ملتوی کرنے کا پیغام دیا تو صدیق اکبرؓ نے جواب دیا:

> ''خدا کی قسم! اگر مجھے بھیڑیئے اور کتے بھی اچک کر لے جائیں تو میں وہ فیصلہ منسوخ نہیں کر سکتا جو اللہ کے رسولؐ نے کیا ہے۔''

پھر حضرت عمرؓ نے انصار کا پیغام پہنچایا کہ کسی تجربہ کار کو امیر لشکر بنایا جائے جس پر حضرت ابوبکرؓ نے غصہ سے کہا:

> ''اسامہؓ کو اللہ کے رسولؐ نے لشکر کا امیر مقرر فرمایا ہے۔''

چنانچہ یہ لشکر حضرت اسامہؓ کی کمان میں نبی کریمؐ کے ارشادات کی روشنی میں روانہ ہوا۔ اس نے جاتے ہی قضاعہ پر حملہ کیا۔ یہاں سے موتہ کے مقام پر گئے اور بیس دن تک وہاں قیام کیا۔ نبی کریمؐ نے لشکر کو ابنی پر حملہ کے لیے بھیجا تھا، لہٰذا تیاری کے بعد وہاں روانہ ہوئے۔ اس لڑائی میں نہ صرف فتح حاصل ہوئی بلکہ ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیئے گئے اور بہت سے افراد جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ حضرت اسامہؓ نے اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے جہنم واصل کیا جس نے ان کے والد محترم کو شہید کیا تھا۔ لشکر فتح کا پرچم لہراتا ہوا مدینہ

Marfat.com

کے قریب پہنچا تو جناب ابوبکر صدیقؓ مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر خود اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

یہ وہ عظیم کامیابی تھی جس کی ابتدا نبی کریمؐ نے حیات مبارکہ کے آخری ایام میں کی اور حضرت ابوبکرؓ کے دور میں انجام کو پہنچی۔ جب کہ خلیفہ اوّلؓ نے نبی کریمؐ کے احکامات کے حوالے سے کسی قسم کی لچک کے مظاہرہ سے صاف انکار کر دیا۔ مرتدین، مشرکین اور اسلام دشمنوں کو جب اس کامیابی کا علم ہوا تو ان کی تمام امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ ان کے حوصلے ہی پست نہیں ہوئے، ان پر مسلمانوں کی قوت اور طاقت کا رعب بھی پڑ گیا اور ان میں کسی قسم کی فتنہ انگیزی کی ہمت اور حوصلہ نہ رہا۔

Marfat.com

خدا کا پہلا گھر، آخری پیغمبر

تالیف

توصیف احمد خان

Marfat.com